شیعی متعہ

کی حقیقت

حافظ بخاری علامہ سید عبد الصمد چشتی قدس سرہ

مکتبہ صمدیہ
پھپھوند شریف ضلع اوریا

لم یکن فی ذلک الا ارغام الشیاطین

بحولہ تعالیٰ این رسالہ متبرکہ کہ نامش

ارغام الشیاطین فی تردید متعۃ المتشیعین

تصنیف علامہ فہامہ رئیس المتکلمین امام المناظرین مقبول

بارگاہ احد حضرت مولانا حافظ سید **عبد الصمد**

السہسوانی مسکنا والمودودی نسبا والحنفی مذہبا

والچشتی مشربا ادام اللہ فیوضہ

Rs 55 00

۷۸۶/۵۸۱

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کتاب .... شیعی متعہ کی حقیقت (ارغام الشیاطین)

مصنف .... حافظ بخاری سید عبد الصمد مودودی چشتی قدس سرہ

کمپوزنگ .... محمد غلام حسن، علی رضا مصباحی

جی۔اے کمپوزنگ سینٹر ۲۲۹۸ حویلی مرزا غالب،

گلی قاسم جان، بلیماران، چاندنی چوک، دہلی-۱۱۰۰۰۶

پروف ریڈنگ .... مولانا محمد احمد مصباحی، مولانا امیر الحسن چشتی

صفحات ۲۶۴

سن اشاعت .... دسمبر ۲۰۰۲ء رشوال المکرم ۱۴۲۳ھ

تعداد اشاعت ۱۱۰۰

باہتمام .... انجمن حافظ بخاری پھپھوند شریف ضلع اوریا (یوپی)

ناشر .... مکتبہ صمدیہ پھپھوند شریف ضلع اوریا (یوپی)

فون نمبر .... 40311 —— 40317 (05683)

قیمت .... Rs. 75=00

ملنے کے پتے

- کتب خانہ امجدیہ ۴۲۵، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی-۶
- نیو سلور بک اجنسی، محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، بمبئی-۳
- مکتبہ اہل سنت و جماعت، عقب مسجد چوک حیدر آباد (اے۔پی)
- کلیم بکڈپو، تین دروازہ، احمد آباد (گجرات)

۷۸۶/۹۲

پیش لفظ

حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
[مخا]طب کر کے ارشاد فرمایا کہ تمہاری حالت حضرت عیسیٰ جیسی ہے۔ یہودیوں نے ان سے یہاں
[تک] عداوت کی کہ ان کی والدہ حضرت مریم پر تہمت لگائی اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی تو اس
[قد]ر حد سے تجاوز کر گئے کہ ان کو اللہ یا اللہ کا بیٹا کہہ دیا۔ (رواہ الحاکم)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ارشاد گرامی کے پیش نظر حضرت مولا علی کرم اللہ
[و]جہہ الکریم نے بھرے مجمع میں ارشاد فرمایا کہ کان کھول کر سن لو۔ میرے بارے میں بھی دو گروہ
گمراہ ہوں گے۔ ایک میری محبت میں حد سے تجاوز کرے گا اور میری ذات سے ان باتوں کو
[م]نسوب کرے گا جو مجھ میں نہیں ہیں اور دوسرا گروہ اس قدر بغض و عداوت رکھے گا کہ مجھ پر بہتان
[لگا]ئے گا۔ (تاریخ الخلفاء)

یہ بات تاریخ کا معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ حضرت علی کے بارے میں دو فرقے
گمراہ ہو کر ہلاک ہو چکے ہیں۔ ایک رافضی دوسرے خارجی۔ رافضی اس لئے ہلاک ہوئے کہ
[ا]نہوں نے حضرت علی کو اس قدر بڑھایا کہ انہیں خدا تک کہہ دیا (تحفۂ اثنا عشریہ) اور خارجیوں
[نے] ان سے اس قدر بغض و عداوت رکھی کہ انہیں کافر کہہ دیا۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

مذکورہ بالا دونوں فرقے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہو چکے
تھے۔ ہاں شیعان علی جن کی کثرت کوفہ کے اندر تھی۔ اولاً گمراہ و گمراہ گر نہ تھے مگر اس حقیقت سے
انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اگر ابن ملجم خارجی کے ہاتھوں ۴۰ھ میں حضرت علی کی شہادت ہوئی تو

شیعان علی کے ہاتھوں ۶۱ھ میں میدان کربلا میں شہزادۂ گلگوں قبا جگر گوشۂ مصطفیٰ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ ۷۲ نفوس قدسیہ کی شہادت ہوئی۔

دور حاضر میں خارجی وشیعہ اپنی اصلی حالت میں باقی نہ رہے مگر عداوت ومحبت میں غلو کرنے کی وجہ سے ضلالت وگمراہی سے تجاوز کر کے کفر وشرک اور الحاد زندقہ کی دہلیز تک پہنچ گئے شیعوں کی بنیادی عقائد اسلامی لباس پہننے والے ابن سبا یہودی کے ایجاد کردہ ہیں۔ رافضی مصنف نوبختی لکھتا ہے۔

ابن سبا وہ پہلا شخص تھا جس نے ابوبکر وعمر اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گالیاں دیں اور سب وشتم کا یہ عقیدہ شیعوں نے ابن سبا سے لیا ہے۔ ہر شیعہ خلفاء ثلثہ کے خلاف خصوصاً اور تمام صحابہ کرام کے خلاف عموماً نفرت وحقارت کے جذبات رکھتا ہے۔ (مظہر حق کا تاج الفحول نمبر ص: ۲۳۵)

شیعی عقائد رکھنے والے علماء وعوام دور قدیم سے ایران کے گرد ونواح میں کثرت سے پائے جاتے ہیں اور ہند وسندھ میں چونکہ اسلام کی نشر واشاعت صوفیوں سے ہوئی تھی لہذا ہند وسندھ میں مغلیہ دور تک شیعوں کا سراغ نہیں ملتا۔ سلاطین مغلیہ سنی صحیح العقیدہ ہونے کے باوجود ایران کے حکمراں اور علماء وشعراء سے اچھے تعلقات رکھتے تھے۔ لہذا ان علماء وشعراء کی آمد ورفت سے ہندوستان میں شیعی نظریات وخیالات کی تدریجاً اشاعت ہونے لگی اور ہمایوں کے دور میں ان کو فروغ حاصل ہوا اور پورے ہندوستان میں شیعہ علماء اپنے عقائد کی اشاعت کرنے لگے اور بڑے بڑے جاگیردار اور نوابین شیعی عقائد کو اختیار کر کے تعزیہ داری جیسے امور کو ہر جگہ رائج کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ چونکہ ریاستوں میں سب سے بڑی ریاست اودھ تھی جس کا طول گوالیر سے قنوج تک اور عرض کوہ ہمالہ سے الٰہ آباد تک تھا جس کے نوابوں نے اپنی حکمت عملی

سے ہزاروں خاندانوں کو سنی سے شیعہ بنالیا ان کی حکمت عملی یہ تھی کہ تعزیہ داری کیلئے بڑی بڑی جاگیریں وقف کردیتے اور وہ پرانے جاگیردار جو شیعی رسم ورواج کو اپنانے سے گریز کرتے ان کی جاگیریں ضبط کرلی جاتیں اور جو جاگیردار شیعی عقائد ونظریات کو اپنالیتا اس کی جاگیر میں توسیع کردی جاتی اس طرح پورے اودھ میں تعزیہ داری کا عام رواج ہوگیا اور سیکڑوں خاندانوں نے شیعی عقائد کو اپنالیا۔

پھپھوند شریف صوبۂ اتر پردیش کا ایک قدیم قصبہ ہے جو لکھنؤ سے تقریباً دوسو کلو میٹر دور جانب غرب واقع ہے اس قصبہ میں منصفی کی حیثیت سے صاحب علم الصیغہ حضرت علامہ عنایت احمد صاحب علیہ الرحمہ کچھ عرصہ قیام پذیر رہے اور جامع مسجد پھپھوند شریف کی امامت کے فرائض بھی ادا فرماتے رہے مگر اس کے باوجود قصبہ کے مسلم آبادی شیعیت زدہ رہی ذی علم اور باصلاحیت سنی پورے طور پر شیعیت سے متاثر تھے۔ سنی عوام بھی مسائل دینیہ میں شیعی علماء کی طرف رجوع کرتے اور عقائد واعمال کی حفاظت وصیانت کے لئے رب کی رحمتوں کے منتظر تھے اور اپنی حرماں نصیبی پر کبھی کبھی وہ سخت بے چین ومضطرب ہوجاتے اور رحمت پروردگار کو آواز دیتے تھے بالآخر ان کی دعائیں باب اجابت سے ٹکرا گئیں اور قعر ضلالت وگمراہی سے نکالنے کے لئے حضور ہادی اعظم معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک سے عظیم الشان رہبر ورہنما نے سہوان ضلع بدایوں شریف سے ہجرت فرما کر ۱۲۹۳ھ میں سرزمین پھپھوند کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا اور پھپھوند کو ''پھپھوند شریف'' بنادیا۔

نبی رحمت ہادی امت علیہ التحیۃ والثنا کا یہ وہی فرزند جلیل ہے جس کو دنیائے اسلام میں قبلۂ عالم، حافظ بخاری، صدر مجلس علماء اہل سنت، خواجہ بیکس نواز جیسے عظیم الشان القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وہی ہیں جن کے والد گرامی حضرت سید غالب حسین علیہ الرحمہ نے حق گوئی

بیباکی کی پاداش میں انگریزوں کے ہاتھوں ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۸ء میں جام شہادت نوش فرمایا تھا۔
یہ وہی ہیں جنہوں نے سات سال کی عمر میں قرآن مقدس حفظ فرمالیا تھا اور گیارہ سال کی عمر میں متوسطات تک عربی وفارسی کی تعلیم حاصل کر کے حضور سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول اور اعلیٰ حضرت تاج الفحول علامہ عبد القادر محب رسول بدایونی علیہما الرحمہ کی زیر تربیت چودہ سال کی عمر میں جملہ علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل کرلی تھی۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے مولوی امیر حسن سہسوانی کے فتنہ شش مثل سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رد میں "افادات صمدیہ" تصنیف فرما کر اور تقریر ومناظرہ کے ذریعہ اس فتنہ کو ہمیشہ ہمیش کے لئے نیست ونابود کردیا۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے منشی امداد علی غیر مقلد وہابی کے ایمان سوز فتنوں کا سد باب کرنے کے لئے "نمونہ"، "نصر السنیین"، "تکملہ" جیسی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے "حق الیقین" تصنیف فرما کر مولوی بشیر الدین قنوجی غیر مقلد اور مولوی صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد کو چھٹی کا دودھ یاد دلادیا۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے تحریک ندوہ کے بالمقابل قائم مجلس علماء اہل سنت کی صدارت فرما کر تحریک ندوہ کے باطل نظریات کا پردہ چاک کردیا۔ یہ وہی ہیں جو قطب زمانہ شیخ المشائخ حضرت حافظ سید محمد اسلم چشتی خیرآبادی کے مرید وخلیفہ اعظم اور اپنے دور کے مرشد اعظم تھے۔ جن کی علمی جلالت اور شان سیادت وعظمت کو دیکھتے ہوئے امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کاشانۂ اقدس پر مجتمع علماء اعلام نے باتفاق رائے حضرت تاج الفحول علامہ عبد القادر محب رسول بدایونی علیہ الرحمۃ الباری کے ایماء پر "مجلس علماء اہل سنت" کا صدر منتخب فرمایا جن کا اسم گرامی "سید عبد الصمد مودودی" ہے جو مذہباً سنی مسلکاً حنفی مشرباً چشتی تھے۔ جو حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پردادا پیر حضرت خواجہ مودود حق چشتی کی اولاد میں ہیں۔

یہی رہبر ورہنما پھپھوند شریف میں اہل سنت کے لئے رحمت پروردگار اور شیعوں کے

لئے قہر جبار بن کر جلوہ فرما ہوئے۔ جامع مسجد پھپھوند میں بعد نماز جمعہ اپنی تقریروں میں رافضیوں کی تردید ضرور کرتے آپ کی تقریر پر تاثیر سے ذہن ودماغ میں پروان چڑھنے والے رفض وتفضیلیت کے عفریت کا جنازہ نکلتا رہا اور نور ہدایت سے داخلی وخارجی تاریکیاں چھٹتی رہیں۔ مرتب ملفوظ مصابیح القلوب تحریر کرتے ہیں:

''یہاں ضرورت ہے کہ مجملاً پھپھوند کے مسلمانوں کی حالت جو اس وقت تھی وضاحت سے تحریر کی جائے پھپھوند کے سنیوں میں کوئی اہل علم یا علمی وضاحت رکھنے والے نہ تھے اور محلہ سید واڑہ میں اچھی خاصی آبادی شیعوں کی تھی اور علمی حیثیت میں بھی ان میں بہت لوگ نمایاں تھے یہاں تک کہ اگر سنی کوئی مسئلہ بھی دریافت کرتے تو کسی شیعہ سے لہذا تمام سنیان پھپھوند میں نصف شیعیت موجود تھی''

رد روافض کے زیر عنوان ملفوظ مصابیح القلوب کے مرتب محترم جناب حکیم ظہیر السحی صاحب رقم طراز ہیں:

''اسی سلسلہ میں شیخ الٰہی بخش صاحب شیداؔ مرحوم جو رسالدار رحیم بخش صاحب مرحوم کے لڑکے تھے اور فارسی کے قابل شاعر تھے شیعوں کی صحبت سے ان میں بھی کچھ شیعیت سرایت کر گئی تھی انہوں نے حاضر ہونا شروع کیا اور ان کے شبہات کا جو شیعوں کی صحبت سے ان میں پیدا ہو گئے تھے حضرت قبلۂ عالم نے بالکلیہ ازالہ فرمایا چونکہ قابل آدمی تھے انہوں نے سب باتیں سمجھنے کے بعد شیعوں پر اعتراضات شروع کئے یہاں تک نوبت پہنچی کہ جب شیعہ مذہبی جوابات میں عاجز رہے تو فرخند علی صاحب فرقتؔ شیعی پھپھوندوی نے کہا ان

ابن وائل کے ایک ہجویہ قصیدہ میں کچھ تغیر و تبدل کر کے حضرات صوفیہ پر ایک ہجویہ قصیدہ تیار کیا اور شیخ الٰہی بخش کو دیا۔ اس کا جواب شیخ صاحب نے بایں صورت لکھا کہ پہلا شعر سحبان ابن وائل کا اور دوسرا شعر فرقت کا اور تیسرا جوابی اپنا شعر لکھ کر پورا قصیدہ مکمل کیا افسوس ہے کہ اس کا کوئی مسودہ کتب خانہ استانہ عالیہ میں نہ ملا صرف دونوں مقطع میرے حضرت مرشدی و مولائی کو یاد ہیں۔

فرقت کا مقطع:

قرنہا گر بگذرو لیکن نباشد در پھپھوند
مثل فرقت شاعر شیریں زباں شیریں سخن

اس کے جواب میں شیدا صاحب نے لکھا:

صد قیامت بگذرو لیکن نباشد در جہاں
مثل فرقت دزد سحباں مثل شیدا سر شکن

بہرحال جب شیعوں کے سر سے پانی اونچا ہو گیا تو ایک روز چند شیعہ مجتمع ہو کر حضرت قبلۂ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کے پیش رو لطافت علی تھے یہ فارسی کے بہت قابل شخص تھے ''عرفی'' اور ''ابوالفضل'' پڑھایا کرتے تھے کہ جو فارسی کی نہایت دقیق کتابیں ہیں انہوں نے حضرت قبلۂ عالم سے عرض کیا کہ ''عرفی'' کا یہ شعر سمجھ میں نہیں آتا۔

سلمائے حدوث تو لیلائے قدم را   تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل

حضرت قبلۂ عالم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ میں نے ''عرفی'' پڑھی نہیں وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے اور چلے گئے۔ دو تین روز بعد پھر وہی اشخاص

آئے اور پھر عرفی ہی کا ایک شعر پوچھا حضرت قبلۂ عالم نے پھر وہی فرمایا کہ میں نے عرفی نہیں پڑھی یہ سننے کے بعد ان کے چہرے بشاش ہو گئے اور مکان سے باہر نکل کر اچھی طرح قہقہے بازی کی۔ دو تین روز بعد پھر وہی لوگ آئے اور حضرت سے سوال کیا کہ جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کا قصور تھا کہ فدک طلب فرمایا یا خلیفۂ اول کا کہ دینے سے انکار کیا۔ حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا کہ آپ لوگوں میں سے کون صاحب مجھ سے گفتگو کریں گے چونکہ ان سب میں اندھوں میں کانے راجا لطافت علی تھے کہ وہی سب سے زیادہ ذی علم تھے انہوں نے کہا کہ میں گفتگو کروں گا حضرت قبلۂ عالم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس سے واقف کہ آپ تو کیا یہاں سیدواڑہ کے شیعوں میں دو پشت اوپر بھی "صدرا" و "شمس بازغہ" پڑھے ہوئے نہیں تھے لیکن اگر آپ سے کوئی ناواقف پوچھے آپ نے "صدرا" اور "شمس بازغہ" پڑھا ہے تو چونکہ آپ پڑھے لکھے کہلاتے ہیں آپ کا نفس گوارہ نہ کرے گا کہ آپ اس کے پڑھے ہونے سے انکار کریں لیکن باوجود اس کے کہ میں یہاں پر عالم مشہور ہوں میں نے بے تکلف عرفی سی معمولی کتاب کے لئے کہہ دیا کہ میں نے نہیں پڑھی اور اس جواب پر آپ کے انبساط، مسرت کو بھی دیکھا آپ کے حوصلے بڑھے اور دوبارہ آپ نے عرفی کا ہی دوسرا شعر دریافت کیا میں نے پھر وہی جواب دیا میں نے آپ کی قہقہہ بازیاں بھی سنیں جو دروازہ سے باہر نکلنے پر ہوئیں چونکہ یہ میرا ذاتی معاملہ تھا لہذا میں نے برداشت کیا۔ آپ کی جرأت پوری ترقی کر گئی لہذا وہ سوال کیا کہ اب اگر میں جواب نہ دوں تو خدا کا گنہگار لہذا اپنے پہلے شعر سے چلئے اور عرفی کا شعر پڑھئے چنانچہ انہوں نے پڑھا حضرت قبلۂ عالم نے "حدوث" "قدم" "دسلم"

لیلیٰ، محمل وناقہ کے استعارات پر فلسفیانہ اور منطقی دلائل کے ساتھ تقریر فرمائی لطافت علی نے کہا کہ حضرت کی یہ تقریر ہماری ماورائے عقل ہے کہ یہ علوم ہم نے پڑھے ہی نہیں ہم تو وہ مطلب معلوم کرنا چاہتے ہیں جس سے ہم سمجھ سکیں حضرت قبلۂ عالم نے پھر ایک تقریر فرمادی اور انہوں نے بے کم وکاست بلا اعتراض اسے قبول کرلیا حضرت نے فرمایا کہ مجھے افسوس ہے آپ عربی پڑھاتے ہیں اور اتنے غلط معنی کو آپ نے صحیح مان لیا انہوں نے کہا کہ جو معنی آپ نے بیان کئے بالکل صحیح ہیں حضرت قبلۂ عالم نے اسی مفہوم پر گیارہ اعتراض فرمائے کہ یہ مفہوم بالکل غلط ہے انہوں نے سب کو تسلیم کیا حضرت نے فرمایا کہ اب غور کیجئے میں دوسرے معنی بیان کرتا ہوں غرض یہ کہ حضرت نے گیارہ بارہ طریقہ پر اس کے معنی بیان فرمائے ہر معنی انہوں نے تسلیم کئے اور حضرت نے انہیں رد فرمادیا وہ رد بھی تسلیم کرتے گئے حضرت قبلۂ عالم نے فرمایا کہ اب دوسرا شعر پڑھئے انہوں نے کہا کہ حضرت ہم اپنے آپ کو اب آپ سے گفتگو کے قابل نہیں جانتے لہٰذا اس کو ختم فرمادیجئے حضرت نے فرمایا اصل مسئلہ سیدہ اور خلیفۂ اول رضی اللہ عنہما کا جو آپ نے دریافت کیا ہے آپ اس کے سمجھنے کے قابل ہوں یا نہیں ہوں مگر میرا فرض ہے کہ میں اس کا جواب دوں تاکہ یہ حاضرین سنی سمجھ لیں کہ اصل صورت مسئلہ کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت نے اس پر بہت واضح تقریر فرمائی اور وہ لوگ ساکت بیٹھے سنتے رہے اور چلے گئے۔ (چند سطروں کے بعد)

شیعان کچھوچھہ نے لطافت علی کے مندرجہ بالا واقعات سے متاثر ہوکر

تا کہ آٹھ محرم کو مجتہد صاحب ان کے امام باڑہ میں تقریر کریں اور سینوں پر اعتراضات کریں سات محرم کو مجتہد صاحب آگئے میر فاروق علی صاحب کا مکان سیدواڑہ میں تھا جس کے چاروں طرف شیعہ آباد تھے اوران کا امام باڑہ میر فاروق علی صاحب کے زیر دیوار تھا درمیان میں صرف ایک دیوار پردہ کی تھی اور وہیں حضرت قبلۂ عالم کا قیام تھا اس طرف کی آواز ادھر اور اس طرف کی ادھر آسکتی تھی حضرت قبلۂ عالم نے بھی اپنی قیامگاہ پر آٹھ محرم کو صبح کے وقت مجلس شہادت کا اعلان فرمادیا علاوہ شیان پھپھوند کے قرب وجوار کے ہزاروں کی تعداد میں سنی جمع ہوگئے حضرت قبلۂ عالم نے چھ گھنٹے کامل تقریر فرمائی اور ضمن ذکرِ شہادت میں شیعوں کے امہات مسائل اور اصل اصول دین کی تردید واضح اور کامل فرمائی مجتہد صاحب اسی امام باڑہ میں ٹھہرے ہوئے تھے سنتے رہے اور شام کو بلا تقریر کئے ہوئے واپس چلے گئے اور شیعان پھپھوند سے یہ کہہ گئے کہ تم ان مولوی صاحب سے کسی طرح کوئی تحریر ہمارے مذہب کے کسی مسئلہ کے رد میں لکھا لو ہم اس کا جواب دیں گے پھپھوند والوں کو تو جرأت نہیں ہوئی لیکن فدا حسین شیعی ساکن اٹاوہ حضرت قبلۂ عالم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ متعہ کو حرام جانتے ہیں اس کے حرام ہونے میں ایک تحریر لکھ دیجئے حضرت قبلۂ عالم نے اپنے ایک شاگرد میر یعقوب علی مرحوم صاحب ساکن پھپھوند سے تحریر کرادی"۔

میر یعقوب علی صاحب کی تحریر کا جواب مولوی عمار علی صاحب نے "اثبات المتعہ" کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا اور اس میں براہ راست حضرت قبلہ عالم کو

اس کے جواب میں ارغام الشیاطین ۱۳۱۶ھ کی کتاب تصنیف فرما کر مطبع مفید عام پریس آگرہ سے طبع فرمادی۔ یہ کتاب بظاہر صرف متعہ کی بحث میں ہے مگر ضمنی طور پر تمام اصول مسائل شیعہ کی تردید فرمائی گئی ہے۔ اس وقت پھپھوند میں نہ حضرت قبلہ عالم کے پاس کتب خانہ و کتابیں تھیں اور نہ پھپھوند میں ہی کوئی کتب خانہ تھا کاتبین ارغام الشیاطین یعنی جنھیں حضرت املا فرمایا کرتے تھے اور وہ لکھا کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ دوران تصنیف ہفتہ میں دو روز کے لئے حضرت کانپور تشریف لے جاتے تھے اور وہاں کے مطالع اور کتب خانوں میں شیعوں کی کتب اربعہ وغیرہ کا مطالعہ فرماتے اور کوئی یادداشت قلمی لکھ کر نہ لاتے۔ واپس تشریف لاکر ایک ہفتہ تک چار چار پانچ پانچ صفحہ کی عبارات ان کتابوں کی لکھوایا کرتے۔ یہ کتاب کثرت کے ساتھ شیعہ مجتہدین کے پاس گئی حتی کہ مسموع ہوا ہے کہ مجتہدین عراق تک بھیجی گئی مگر کہیں سے صداء برنخواست کسی کو ہمت جواب نہ پڑی اور لاجواب رہی" ملفوظ مصابیح القلوب ص ۶۷، ۶۸، ۶۹

"ارغام الشیاطین" رد رافضیت میں وہ معرکۃ الآراء تصنیف ہے جس کا جواب پوری دنیا کے شیعی مجتہدین سے اب تک نہ ہوسکا اور انشاء اللہ تعالی صبح قیامت تک کسی رافضی عالم سے اس کا جواب نہ ہوسکے گا۔

اگرچہ اس کتاب میں اصل مبحث متعہ ہے مگر ضمنی طور پر شیعوں کے اصولی مسائل کا نہایت اچھوتے انداز میں رد کردیا گیا ہے۔ کتاب کی ترتیب کچھ اس طرح ہے کہ اولاً متعہ کی حرمت میں تین آیتیں اور حدیثیں پیش کی گئی ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ آیتوں کی تفسیروں میں شیعی مفسرین اور حدیثوں کو شیعوں کی مستند کتابوں سے پیش فرمایا ہے جنھیں ملاحظہ کرنے کے بعد کسی

رافضی کو انکار کی جرأت نہ ہوگی۔ ہاں احادیث وتفاسیر کے بیان کرنے کے درمیان شیعوں کے شبہات کے ازالہ نہایت سنجیدگی سے کردیئے گئے ہیں۔ چونکہ شیعی مجتہد نے اثبات المتعہ کو میر یعقوب علی صاحب کے جواب میں تحریر کیا تھا اسی لئے میر صاحب کے قول کو "قال السید" اور مولوی عمار علی صاحب کے قول کو "قال المجتہد" اور اپنے قول کو "اقول" سے بیان فرمایا ہے۔

یوں تو پوری کتاب بہت مزیدار ہے مگر کہیں کہیں شیعی مصنفین کی حماقت وجہالت کو دیکھ کر قہقہہ لگانے کو جی چاہتا ہے مثلاً شیعی مجتہد نے اسناد کے ساتھ یہ روایت پیش کی ہے "عن علی علیہ السلام حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم خیبر لحوم الحمر الاھلیۃ و نکاح المتعۃ" ترجمہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گدھے کے گوشت اور متعہ کو حرام قرار دیا۔ اس روایت سے بالکل متصل اپنی جانب سے یہ پیوندکاری کی ہے "ھذہ الروایۃ وردت مورد التقیۃ" یعنی یہ روایت بطور تقیہ وارد ہوئی ہے۔ اس پیوندکاری پر حضور قبلۂ عالم حافظ بخاری علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

"سبحان اللہ خوب حال ظاہر کیا یعنی اس کی اسناد میں کلام نہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت کرنے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے شک وشبہ نہیں مگر صحابہ کی خوف سے تقیہ فرمادیا۔ ہم جہاں تک خوض کرتے ہیں تقیہ کی بنیاد دو امر پر پائی جاتی ہے۔ ایک صحابہ کرام خصوصاً خلفائے عظام کا جابر اور ظالم اور منحرف عن دین اللہ ہونا۔ دوسرے جناب مرتضوی کا مغلوب و عاجز بے یار و یاور خلافت خلفاء کرام میں رہنا یہ دونوں امر ایسے ہیں کہ اگر ایک بھی ان میں غیر متحقق قرار پاوے گا تو تقیہ کلیۃً معدوم ہوجائے گا۔ اگر صحابۂ رسول

تھے اور اگر معاذ اللہ صحابۂ کرام اور خلفاء عظام برے تھے لیکن جناب مرتضوی کو غلبۂ تام حاصل تھا تو دین خدا کو کیوں چھپایا جاتا تھا بہر حال انہیں دو امروں پر مدار تقیہ ہے جس پر یہ سارا فساد و فتنہ برپا ہے ہمارا خیال اور ذہن جہاں تک پہنچتا ہے دونوں امروں کا نہ کہیں پتہ لگتا ہے نہ نشان ملتا ہے نہ صحابہ کا برا ہونا معلوم ہوتا ہے نہ حضرت علی کا مغلوب و عاجز ہونا پایا جاتا ہے"۔ (ارغام)

دونوں امروں کے ابطال میں چار آیتیں پیش کیں اور انہیں تفسیروں اور حدیثوں کو پیش فرمایا جو رافضیوں کے نزدیک مستند ہیں مثلاً حدیث کلینی و نص جعفری اور حدیث بساط کی پوری عبارتیں پیش فرما کر خلاصہ ترجمہ کر دیا ہے اور تقیہ کی بنیاد جن دو امروں پر رکھی جا سکتی تھی ان کو حضرات شیعہ کی مستند کتابوں سے باطل محض قرار دیا ہے اسی طرح پوری کتاب میں شیعی مصنفین، مستندین کی کتابوں کی عبارتوں کا انبار ہے جن سے متعہ کی حرمت کے ساتھ شیعی اصول ضوابط کی بنیاد ہی منہدم ہو جاتی ہے۔

یہ کتاب آج سے تقریباً ایک سو پچیس سال پہلے طبع ہوئی تھی ہندوستان کی چند لائبریریوں کو چھوڑ کر نایاب ہو چکی ہے مگر انجمن حافظ بخاری کے ارکان نے یہ کتنا اچھا فیصلہ کیا کہ جشن صد سالہ حافظ بخاری جو انشاء اللہ ۲۳، ۲۴، ۲۵ فروری ۲۰۰۳ کو منعقد ہوگا اس سے قبل حضور حافظ بخاری کی جملہ تصنیفات منظر عام پر لائی جائیں تا کہ موجودہ دور کے خواص و عوام حضور حافظ بخاری کی علمی جلالت و وجاہت سے آشنا ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کی دینی و علمی خدمات سے روشناس ہو سکیں۔

(مفتی) عبد الحکیم نوری مصباحی ایم۔اے

مہتمم علامہ فضل حق اکیڈمی

برہنا ول ضلع مہراج گنج (یوپی)

عرض ناشر

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم آج سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پیشتر ایک آفتاب رشد و ہدایت، ماہتاب علم و فن، منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا تھا، جس نے کفر و ضلالت کی تیرہ شبی میں حقانیت و صداقت کی ایک شمع روشن کی تھی، جسکی ایمانی اور روحانی شعائیں آج بھی عالم کو روشن و تابناک بنائے ہوئے ہیں اور جسکا فیضان کرم ساون بھادوں کے بادلوں کی طرح آج بھی برس رہا ہے جس سے مراد اعلم علمائے زمانہ صدر مجلس علمائے اہلسنت حافظ بخاری سید شاہ عبد الصمد چشتی مودودی قدس سرہ النورانی کی ذات والا صفات ہے۔

آپ کی علمی وجاہت، میدان تبلیغ و مناظرہ میں درک و کمال، تقوی و تقدس اور دینی و مذہبی خدمات کو دیکھ کر آپ کے دور کے معتبر و ممتاز علمائے کرام نے آپ کو علمائے اہلسنت کی مجلس کا صدر منتخب فرمایا تھا یہ اس وقت کی بات ہے جب ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اراکین میں گمراہیت و بدمذہبیت نے جنم لے لیا تھا اور پھر علمائے حق نے اس سے بیزاری اور علیحدگی کا اعلان فرمایا تھا۔

آپ نے اسلام و سنت اور مذہب حق کے خلاف تخریب کاری اور ریشہ دوانی کرنے والی گمراہ جماعتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا بالخصوص فرقۂ رافضیہ شیعہ، فرقۂ اسماعیلیہ وہابیہ، فرقۂ اہلحدیث (غیر مقلد) یہ فرقہائے باطلہ آپ کے دور میں بڑے عروج پر تھے اور سیدھے سادھے بھولے بھالے سنی مسلمانوں کے متاع دین و ایمان پر شب و روز ڈاکہ ڈالنے میں لگے رہتے تھے۔ آپ نے ان کے عقائد فاسدہ و افکار کاسدہ کو طشت از بام کر کے اہلسنت و جماعت کی حق و ہدایت کی جانب رہنمائی فرمائی۔ ان فرق باطلہ کے رد میں آپکا قلم حق رقم تو بڑا سیال و مؤثر واقع ہوا تھا قرآن و حدیث اور ائمہ اعلام کے اقوال و ارشادات سے ان کے غیر اسلامی افکار و خیالات کی بیخ کنی

ایسے اچھوتے اور نرالے انداز سے فرماتے ہیں کہ مخالفین و معاندین کو مجال دم زدن باقی نہیں رہتی اور اپنے مذہب و عقیدے کے احقاق و اثبات میں دلائل و براہین کے ذریعہ چن چن کر آبدار و تابدار موتی کچھ اس طرح سجاتے ہیں کہ آنکھیں خیرہ اور دل تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

آپ نے مذکورہ باطل فرقوں کے رد میں متعدد علمی، تحقیقی اور گرانقدر کتابیں تصنیف فرمائیں جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

'ارغام الشیاطین'، 'حق الیقین'، 'تبعید الشیاطین'، 'افادات صمدیہ'، 'نصر المسلمین'، 'طوارق صمدیہ'، 'جمعہ تلبیسات صواعق'، 'نصر المتقین'، 'نمونہ وہابیوں کی شعبدہ بازیوں کا'، 'تکملہ' یہ تمام تر کتابیں کسی نہ کسی گمراہ جماعت کے رد و ابطال میں معرض وجود میں آئیں یا پھر کسی رسالہ کے جواب میں لکھی گئیں ہیں۔

میری دیرینہ تمنا تھی کہ حضرت حافظ بخاری قدس سرہ کی جملہ تصنیفات منظر عام پر لائی جائیں تاکہ لوگ آپکی علمی وجاہت اور دینی و مذہبی خدمات سے روشناس ہوں آپ کے پاکیزہ کردار، عمدہ اطوار اور صالح افکار سے واقف ہوں۔ آپکی کتابوں کا مطالعہ کر کے منکرین و مخالفین کے گمراہ کن ہتھکنڈوں سے اپنے دین و ایمان کو بچا سکیں۔

لیکن بقول اعلیٰ حضرت ع: اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے۔

آخر کار آپکے جشن صد سالہ کا پروگرام انجمن حافظ بخاری کے زیر اہتمام مرتب ہوا، انجمن حافظ بخاری کے ذمہ دار و متحرک و فعال افراد نے آپکی کتابوں کو پہلی فرصت میں منظر عام پر لانے کا فیصلہ کیا گویا کہ آپکا جشن صد سالہ آپکے تحریری و تقریری کارناموں کے منظر عام پر آنے کا ذریعہ بن گیا اور برسوں سے دل میں کروٹیں بدلنے والی ایک آرزو کی تکمیل کا سبب بھی۔

وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل

سید محمد منظر چشتی مکتبہ صمدیہ، پھپھوند شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا و صلی اللہ علی سیدنا محمد الذی ارسل الی الناس نذیرا و بشیرا و سلم علیہ و علی آلہ و اصحابہ و احبابہ تسلیما کثیرا کثیرا ثم لننزعن من کل شیعۃ ایھم اشد علی الرحمن عتیا۔

بعد حمد و صلواۃ کے فقیر عبد الصمد سہسوانی حضرات اہل اسلام کی خدمت میں ملتمس ہے کہ سید یعقوب علی پسر سید غلام علی طالب علم مدرسہ پھپھوند نے ایک تحریر متعہ کی حرمت میں باستدعا شیخ فدا حسین شیعی ساکن اٹاوہ لکھ دی تھی حضرات اہل تشیع پھپھوند ضلع اٹاوہ نے اس کا جواب اپنے مجتہد مولوی عمار علی نزیل بھرت پور سے لکھوا کر نام اس کا اثبات "المتعہ" رکھا اور اظہر علی ساکن پھپھوند کی طرف سے منسوب کر کے چھپوایا چونکہ مجتہد صاحب نے اپنے جواب کی بنیاد کو محض مغالطہ دہی پر قائم کیا ہے اور نیز فقیر کی جانب خطاب فرمایا ہے اس وجہ سے اس کا جواب فقیر نے ضروری سمجھ کر تحریر کیا اور نام اس کا "ارغام الشیاطین فی تردید متعۃ المتشیعین" رکھا واضح رہے کہ فقیر نے سید یعقوب علی طالب علم کی تحریر سے ان کا قول بلفظ "قال السید" نقل کیا ہے اور مولوی عمار علی صاحب کے قول کو قال المجتہد سے شروع کیا ہے اور اپنے قول کو اقول سے لکھا ہے۔

اور یہ بھی معلوم رہے کہ کوئی کلمہ اپنی جانب سے خلاف تہذیب نہیں لکھا گیا ہے۔ البتہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس کا جواب دیا گیا ہے چونکہ اصل بحث متعہ کی حرمت و حلت میں ہے لہذا قبل جواب کے اس کے حرام ہونے کو آیات کلام اللہ اور احادیث

کتب مجتہدین شیعہ سے ثابت کرتا ہوں واللہ المستعان و علیہ التکلان۔

پہلی آیت حرمت متعہ میں

"و الذین هم لفروجهم حافظون الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم فانهم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک هم العادون" ترجمہ جو لوگ اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا اپنی لونڈیوں سے تو ان پر نہیں ملامت اور پھر جو کوئی ڈھونڈھے اس کے سوا وہی ہے حد سے بڑھنے والا۔ فائدہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اول شہوت کے روکنے کو مطلق کلمہ "والذین هم لفروجهم حافظون" سے بیان فرمایا بعدہ لفظ "الا علی ازواجهم" زوجہ اور "او ما ملکت ایمانهم" سے مملوکہ کو مستثنیٰ فرمایا اور انہیں دونوں سے مباشرت کرنے پر عدم ملامت کو لفظ غیر ملومین میں بیان فرمایا اور سوائے زوجہ اور لونڈی کے اور عورات کو خواہ ممتوعہ ہو یا محللہ لفظ "وراء ذلک" سے خارج فرمایا اور اس شخص کو کہ جو سوائے زوجہ اور مملوکہ کے کسی عورت کا مبتغی ہو "فاولئک هم العادون" میں داخل فرمایا ظاہر ہے کہ زن ممتوعہ داخل ازواج نہیں کیوں کہ ازواج اربعہ سے بحالت اجتماع زائد نہیں ہو سکتیں اور ممتوعہ مقید باربعہ نہیں بلکہ جس قدر مرد کی خواہش ہو اسی قدر عورت سے متعہ کر سکتا ہے۔

چنانچہ "استبصار فی باب تجویز الجمع من الاکثر من اربعة فی المتعة" میں زرارہ سے روایت ہے "فان قلت ما تحلی من المتعة قال کم شئت" ترجمہ یعنی اگر کہے تو کس قدر حلال ہو سکتی ہیں عورتیں متعہ سے فرمایا جس قدر چاہے تو اور

لوازمات زوجہ بھی موجود ہے معدوم مثلاً زوجہ میں توارث ضرور ہے اور ممنوعہ میں مفقود چنانچہ "تهذيب الاحكام في باب انه اذا شرط ثبوت الميراث في المتعة" میں مذکور ہے "من الاحكام الازمة في المتعة نفي التوارث" یعنی احکام لازمہ فی المتعہ سے ہے نفی توارث اور فقہائے شیعہ کو بھی اقرار اس امر کا ہے کہ مرد اور زن ممنوعہ اور محلل کے درمیان میں زوجیت متحقق نہیں چنانچہ ابن بابویہ نے کتاب الاعتقادات میں لکھا ہے "اسباب حل المرأة عندنا اربعة النكاح و ملك اليمين و المتعه و التحليل" ترجمہ یعنی نزدیک ہمارے عورت کے حلال ہونے کے چار سبب ہیں۔

اول نکاح دوسرے ملک یمین تیسرے متعہ چوتھے تحلیل اور ممنوعہ ملک یمین میں بھی داخل نہیں ورنہ بیع اور اعتاق یعنی آزاد کرنا جائز ہو پس جو عورت کہ ازواج اور ملک یمین سے خارج ہے صراحتاً اس آیت کے حکم سے حرام ہے اور یہی آیت بعینہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ۲۹ پارہ سورہ معارج میں نازل فرمائی۔

دوسری آیت حرمت متعہ میں

"و من لم يستطيع منكم طولا ان ينكح المحصنات المؤمنات فمن ما ملكت ايمانكم من فتياتكم المؤمنات و الله اعلم بايمانكم بعضكم من بعض فانكحوهن باذن اهلهن و اتوهن اجورهن بالمعروف محصنات غير مسافحات و لا متخذات اخدان فاذا احصن فان اتين بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنات من العذاب ذلك لمن خشي العنت منكم و ان

تصبروا خیر لکم و الله غفور رحیم"

ترجمہ اور جو کوئی نہ پائے تم میں مقدور اس کا کہ نکاح میں لائے بیبیاں مسلمان تو جو ہاتھ کا مال ہے آپس کی تمہاری لونڈیاں مسلمان اور اللہ کو بہتر معلوم ہے تمہاری مسلمانی تم آپس میں ایک ہو سو ان کو نکاح کرو ان کے لوگوں کے اذن سے دو ان کے مہر موافق دستور کے قید میں آنے والی نہ مستی نکالی گئیں نہ یاری کی گئیں چھپ کر پھر جب وہ قید میں آ چکیں تو اگر کریں بے حیائی کا کام بس ان پر ہے آدھی وہ مار جو بیبیوں پر مقرر ہے یہ اس کے واسطے ہے جو ڈری تکلیف میں پڑنے سے اور صبر کرو تو بہتر ہے تمہارے حق میں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

فائدہ اس آیت شریف میں حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنا حکم اس طرح فرما کر سمجھایا ہے کہ اے ایمان والوں اگر حرائر یعنی آزاد عورتوں کے نکاح پر قدرت نہیں رکھتے ہو تو اپنے مسلمان بھائیوں کی اجازت سے ان کی لونڈیون کے ساتھ نکاح کر کے مہر ان کا موافق دستور کے ادا کرو اور یہ حکم ہم نے تم کو اس واسطے سنایا کہ اگر تم اپنے آپ کو روک نہ سکو ورنہ اگر صبر کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اللہ غفور رحیم ہے۔

اے اہل اسلام بنظر غور دیکھو اور انصاف کرو کہ اگر متعہ یا تحلیل فروج جائز ہوتا تو کیا ضرورت تھی اس خوف و رنج کی اور حاجت صبر کی نکاح اماء یعنی لونڈیوں میں کیوں یہ نہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ مسلمان اگر مقدرت نکاح کی نہیں رکھتے ہو تو ایک مٹھی آٹا دیکر یا جس قدر پر عورت راضی ہو مباشرت کر لیا کرو یا کسی شخص مالک فرج کے ہاتھ پیر جوڑ کر فرج کو اپنے اوپر حلال کروالیا کرو نعوذ باللہ من غضب الله و غضب الرسول۔

تیسری آیت حرمت متعہ میں

"و لیستعفف الذین لا یجدون نکاحاً حتی یغنیھم اللہ من فضلہ" ترجمہ اور چاہئے کہ تھامے اپنے آپ کو وہ لوگ جو نہیں قادر ہیں نکاح پر جب تک کہ مقدور دے اللہ تعالی اپنے فضل سے

فائدہ اس آیت کریمہ میں اللہ جل جلالہ صاف صاف ارشاد فرماتا ہے کہ جو اہل اسلام میں سے مفلس اور غریب ہیں اور نہیں قدرت رکھتے اس پر کہ منکوحہ کے نان ونفقہ کو ادا کرسکیں پس چاہئے کہ روکیں وہ اپنے آپ کو اس وقت تک کہ اللہ تعالی ان کو مقدرت عطا فرمائے۔

اے اہل اسلام انصاف کرو اگر متعہ جائز ہو یا محللہ حلال تو کیوں نہ فرمایا کہ جس مقدار پر عورت رضامند ہو اس کو دے کر متعہ کر لیا کرو یا ہاتھ جوڑ کر مالک فرج سے اجازت لے لیا کرو کیوں امر استعفاف کے واسطے ارشاد فرمایا۔

چوتھی آیت حرمت متعہ میں

"فان خفتم ان لاتعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم" ترجمہ پس اگر ڈرو تم کہ عدل نہ کرسکو گے اپنی بیبیوں میں پس نکاح کرو تم ایک عورت کو یا رکھو تم لونڈی کو فائدہ اس آیت کریمہ میں حق سبحانہ تعالے نے زوجہ اور مملوکہ کو بیان فرمایا اور اس کی یوں تشریح فرمائی کہ اگر تم چا

بیبیوں میں عدل نہ کر سکو تو ایک عورت سے نکاح کرو یا لونڈی کو رکھو۔ اے مسلمانو خیال کرو کہ اگر ممتوعہ یا محللہ جائز ہوتیں تو ضرور اس مقام پر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا کہ اگر تم عدل نہ کر سکو اپنی بیبیوں میں تو ایک عورت سے نکاح کرو یا مملوکہ کو رکھ لو یا ممتوعہ سے متعہ کرو یا محللہ سے مباشرت کر لو کیوں کہ ممتوعہ اگرچہ صدہا ہوں کچھ عدل کی ضرورت نہیں سوائے خرچی مقررہ اور مباشرت معینہ کے اور محللہ تو حلوائے بے دودھ اور سودائے مفت ہے البتہ منت برداری مالک فرج کی ہوگی نعوذ باللہ من هذالفساد و العیاذ باللہ

تنبیہ اب ہم اس آیت کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جس سے اہل تشیع جواز متعہ ثابت کرتے ہیں اور بڑا شور و شغب مچاتے ہیں وہ یہ ہے "فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة" ترجمہ پس جب فائدہ اٹھاؤ تم ساتھ اس عورت کے انہیں عورات ماسبق سے پس دو تم ان کو مہر ان کا مقرر کیا ہوا ظاہر ہے کہ آیت "فما استمتعتم" آیات ماسبق پر متفرع ہے اس واسطے کہ اس آیت پر فاء تفریع داخل ہے پس ماقبل سے قطع کرنا اور علیحدہ اس سے ایک حکم مغائر ماقبل اور مابعد نکالنا خلاف عربیت اور مخالف ادبیت ہے۔ اے اہل اسلام واضح ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے "حرمت علیکم امهاتکم سے والمحصنات من النساء الا ماملکت ایمانکم" تک عورات محرمہ کو بیان فرمایا اور احل لکم ما وراء ذالکم میں ماسوائے محرمات کو حلال فرمایا یعنی ماسوائے ان محرمات کے تم پر حلال کی گئی ہیں عورتیں اور اس حلت کو دو قیدوں کے ساتھ مقید کیا ہے۔

قید اول ان تبتغوا باموالکم قید دوسری محصنین غیر مسافحین یعنی ماسوائے عورات محرمہ کے جو تم پر حلال کی گئیں اس میں دو قیدیں ہیں۔ اول یہ کہ اپنے مالوں کو ان کے نکاح میں صرف کرو یعنی مہر و نفقہ دینا قبول کرو قرآن مجید میں یہ قید ان الفاظ کے ساتھ

ہے ان تبتغوا بـاموالکم دوسری یہ کہ ان عورتوں کو قید میں از روئے زوجیت کے لاؤ نہ
صرف مستی نکالنے کے واسطے یہ قید ان الفاظ سے ہے "محصنین غیر مسافحین" قید اولی
سے تحلیل مطلقاً باطل ہے کیوں کہ اس میں سوائے ممنوعیت اور مشکوریت مالک فرج کے اور کچھ
نہیں اور قید اخری سے متعہ بالکل خارج ہے اس واسطے کہ اس میں احصان نہیں ممتوعہ کا یہی
معمول ہے ہر ماہ یا یار سے و ہر سال در کنار ہے بعد اس کے اسی آیت پر متفرع فرمایا "فـمـا
استمتعم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة" کو یعنی جب ہم تمہارے اوپر عورات
کو حلال کر چکے اور دو قیدوں کے ساتھ اول یہ کہ مہر و نفقہ ان کا مقرر کرو اور دوسرے یہ کہ قید
میں لانے کی طرح ہو نہ مستی نکالنے کے واسطے یہاں تک کہ وہ ہمیشہ عورت اس مرد کی ہو جائے
بغیر اس کے چھوڑے چھوٹ نہ سکے۔ پس اگر نفع پکڑو تم ساتھ اس کے انہیں عورتوں سے کہ جو
تمہارے اوپر حلال کی گئیں ہیں پس ادا کرو تم مہران کا در اں حالیکہ مقرر کیا گیا ہے دیکھئے اس
آیت سے کسی طرح پر متعہ ثابت نہیں ہوتا ہے محاورہ اردو میں بھی موافق محاورہ عرب کے لفظ
پس جو ترجمہ فـاء تـفـريـع کا ہے اپنے مابعد کو ماقبل پر متفرع کرتا ہے لطف یہ ہے کہ اسی
آیت کے سیاق میں آیت ومن لم يستطيع جس کو ہم آیات محرمہ متعہ میں نقل کر چکے
ہیں صریح حرمت متعہ پر دال ہے اگر معاذ اللہ آیت "فما استمتعتم" میں جواز متعہ بیان فرمایا
جاتا تو کیا ضرورت تھی آیت متصلہ میں اس تشدد اور تاکید کی کہ اگر تم نکاح حرائر پر قادر نہ ہو تو
لونڈیوں سے نکاح کرو کیوں کہ صورت عدم استطاعت نان و نفقہ حرہ میں قضاء حاجت کے واسطے
ممتوعہ کیا کم تھی بلکہ بحکم کل جدید لذیذ بہتر اور خوشتر۔

پس ماسبق سے آیت کو قطع کرنا باوجود داخل ہونے فاء تفریع کے جس کا ترجمہ اردو میں
لفظ پس ہے سخت وقاحت ہے اور مالحق سے متناقض ٹھہرا کر دونوں آیتوں کے حکم میں متناقضین

نکالنا محض جہالت ہے اہل تشیع کو اس آیت میں تین شبہ واقع ہوئے ہیں۔
شبہ اولی لفظ استمتاع سے معنی حقیقی چھوڑ کر اصطلاحی یعنی متعہ مراد لیتے ہیں حالانکہ متعدد مقام پر کلام الٰہی میں یہی لفظ واقع ہوا ہے اور معنی لغوی لئے گئے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ربنا استمتع بعضنا ببعض" ترجمہ یعنی اے رب ہمارے نفع پکڑا بعض ہمارے نے ساتھ بعض کے پس چاہیے کہ اس مقام پر بھی بوجہ لفظ استمتاع کے معنی اصطلاحی یعنی متعہ مراد لیا جاتا و ھل ھذا الا الخبط اور تفسیر منہج الصادقین میں ملا فتح اللہ شیعی نے بھی آیت "فما استمتعتم" کے تحت میں معنی لغوی لکھے ہیں نہ متعہ کے عبارت اس کی یہ ہے "فما استمتعتم" پس ہر گہ برخورداری یافتید بدو منھن از زنان لفظ استمتاع کلام الٰہی میں نہ ایک جگہ بلکہ متعدد مقام پر واقع ہوا ہے اور ہر جگہ معنی حقیقی لئے گئے ہیں پس اس آیت میں اپنی خواہش نفسانی پوری کرنے کے واسطے اصطلاحی لینا باوجودیکہ مفسرین شیعہ بھی لغوی معنی لیتے ہیں سخت دنائت ہے۔
شبہ ثانیہ لفظ اجور سے اجرت معینہ یعنی خرچی کہ جو متعہ کے واسطے بعوض مباشرت کے مقرر کی جاتی ہے مراد لیتے ہیں حالانکہ کلام الٰہی میں لفظ اجور مہور کے معنی میں مستعمل ہے یعنی مہر کے چنانچہ دوسرے مقام پر ارشاد ہے "فانکحوھن باذن اھلھن و اتوھن اجورھن" یعنی پس نکاح کرو تم ان کو ساتھ اذن اہل ان کے اور دو تم ان کو مہر ان کے اہل تشیع کو چاہیے کہ اس مقام پر بھی لفظ اجور سے اجرت معینہ مراد لیں نہ مہر حالانکہ یہ بدیہی البطلان ہے طرفہ یہ ہے ملا فتح اللہ شیعی نے تفسیر منہج الصادقین میں آیت "فما استمتعتم به منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ" کے تحت میں اجور کے معنی مہر کے لکھے ہیں عبارت اس کی یہ ہے "فاتوھن" پس بدہید ایشان را "اجورھن" مہر ہائے ایشان پس لفظ اجور سے آیت "فما استمتعتم" میں اجرت وخرچی کے معنی لینا باوصف معارض ہونے کلام الٰہی اور نیز

مخالف تفسیر مفسرین شیعہ کے محض غباوت ہے۔

شبہ ثالث اہل تشیع بیان کرتے ہیں کہ آیت "فما استمتعتم" میں لفظ الی اجل مسمی بھی موجود تھا جس کا ترجمہ مدت معینہ ہے یعنی یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی "فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی فاتوهن اجورهن فريضة"[1] جواب اس کا یہ ہے کہ کلینی میں نزول آیت بغیر لفظ الی اجل مسمی کے حدیث امام ابو جعفر سے پایا جاتا ہے چنانچہ روایت ہے ابو بصیر سے کہ سوال کیا میں نے حضرت ابو جعفر سے باب متعہ میں پس فرمایا آپ نے کہ نازل ہوئی بیچ قرآن کے آیت "فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة" عبارت اس کی یہ ہے "روی عن ابی بصير قال سالت ابا جعفر من المتعة فقال نزلت فی القران فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة"[2] اگر الی اجل مسمی کا لفظ امام کے نزدیک اس میں موجود ہوتا تو ضرور اس لفظ کے ساتھ اس آیت کے نازل ہونے کو فرماتے اور بالفرض اگر یہ روایت ثابت ہو تو قرأت منسوخہ اور شاذ قرار پائے گی کیوں کہ مخالف ظاہر کلام اللہ شریف کی ہے اور جو روایت کہ مخالف ظاہر کلام اللہ کے ہے وہ متروک ہے اور شاذ۔ چنانچہ امام اعظم شیعہ نے تہذیب میں باب "من احل الله نكاحه" بعد ذکر حدیث جمیل ابن ذراج اور حماد ابن عثمان اور منثور ابن حازم کی کہ جو ابی عبد اللہ سے مروی ہے لکھا ہے کہ یہ دونوں خبریں وارد ہوئے ہیں شاذ مخالف ظاہر کتاب

۱۔ ترجمہ۔ تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو معین مدت تک تو ان کے مقررہ مہر انہیں دو۔

۲۔ ترجمہ۔ ابو بصیر سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر سے متعہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کے بابت قرآن میں نازل ہوا۔ تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو ان کے مقررہ مہر انہیں دو۔

اللہ کی اور جو ایسی واقع ہو گی اس پر عمل جائز نہیں ہے عبارت اس کی یہ ہے "هذان الحزان قد وردا شاذين مخالفين بظاهر كتاب الله عزوجل و كل ماورد هذا المورد فانه لايجوز عمل عليه" ملا فتح اللہ شیعی نے بھی تفسیر منہج الصادقین میں تحت آیہ کریمہ "فمااستمتعتم" کے اس قرأت کے شاذ ہونے سے انکار نہیں کیا بلکہ یوں لفظوں سے نقل کیا ہے کہ "گفتہ است در قرأت شاذہ نقل از عبد اللہ ابن عباس و عبد اللہ ابن مسعود ابی ابن کعب و غیر ایشان چنین وارد است کہ" فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى۔

پس قرأت شاذہ کسی حکم میں کافی نہیں ہو سکتی اور اگر ہم اس کے شذوذ سے قطع نظر کریں تو دونوں قرأتیں یعنی ساتھ لفظ الى اجل مسمى اور بغیر لفظ الی اجل مسمی کے متعارض ٹھہریں گے اور قاعدہ ہے کہ جس وقت دو چیزیں مساوی درجہ کی متعارض ہوئیں گی تو اپنے مرتبہ سے دونوں ساقط ہو جائیں گی پس اس حالت میں اس آیت سے قطع نظر کر کے جہاں تک کلام الٰہی میں غور کیا جاتا ہے تو آیت متعددہ حرمت متعہ میں پائی جاتی ہیں اور اگر ہم اس روایت کے ثبوت میں کلام نہ کریں اور اس کے شذوذ کی طرف نہ دیکھیں اور تعارض کی طرف بھی توجہ نہ کریں بلکہ لفظ الی اجل مسمی کو آیت میں تسلیم بھی کر لیں تب بھی متعہ ثابت نہیں ہوتا ہے کیوں کہ الی اجل مسمی متعلق ہے استمتاع کے نہ عقد کے اور متعہ میں مدت معینہ متعلق نفس عقد کی ہوتی ہے نہ استمتاع کی پس معنی آیت کے یہ ہوئے پس اگر نفع پکڑو تم عورات منکوحہ اپنی سے مدت معینہ تک پس تمام مہر ادا کرو تم اور فائدہ اس قید کے بڑھانے کا یہ ہے کہ کوئی شخص یہ وہم نہ کرے کہ وجوب تمام مہر کا معین ہے گذرنے تمام مدت نکاح پر یعنی جس وقت کہ مدت وطی کی گذر جائے پس تمام مہر ادا کرنا تم پر واجب ہے

دیکھیے اس آیت سے کسی نہج پر متعہ ثابت نہیں ہو سکتا[1]

حدیث اولی حرمت متعہ میں

کتاب فقہ الرضا کی

اعلم یا اخی انی سئلت العالم علیہ السلام عن المتعة فقلت جعلت فداك یروی جدك امیر المؤمنین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حلل المتعة یوم فتح مکة و حرمها عام خیبر و نهی عنها فقال صدقوا فی الروایات انها والله منهیة حرام مامور بها الا انهم غلطوا فی وجوه الحدیث الی ان قال و انما حللها ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لشبان العرب کانوا معه فتشکوا

---

(۱)۔ اس مقام پر اکثر عوام اور نیز خواص شیعہ اس شبہ کو بھی پیش کرتے ہیں کہ اگر آیہ فما استمتعتم کو باب نکاح میں تسلیم کیا جائے نہ متعہ میں تو اس صورت یعنی سورۂ نساء میں نکاح کا ذکر مکرر ماننا پڑے گا کیوں کہ ایک جگہ ذکر قبل میں ہو چکا ہے چنانچہ مجیب مجیب نے بھی اپنی کتاب دفع المغالطہ میں اس شبہ کو ان الفاظ کے ساتھ پیش کیا ہے و مراد از لفظ "با ستمتاع درین آیہ نکاح نیز تواند شد زیرا کہ در اول سورہ ذکر نکاح گذشت و لا تکرار لازم می آید" یہ شبہ نہایت قابل مضحکہ ہے اور مجیب صاحب سے تحت بعید معلوم ہوتا ہے کیا حضرت نے اس سورہ کے آگے سورہ مائدہ کو نہیں دیکھا جس میں حرام ہونے شکار کو واسطے محرم کے نہ ایک جگہ بلکہ تین جگہ ذکر کیا ہے۔ "اول احلت لکم بهیمة الانعام الا ما یتلی علیکم غیر محلی الصید و انتم حرم" یعنی حلال ہوئے تم کو چوپائے مواشی سوائے اس کے جو تم کو سنائیں گے مگر حلال نہ جانو شکار کو اپنے احرام میں۔ ثانی "یا ایها الذین امنوا لا تقتلوا الصید و انتم حرم" اے ایمان والو تم شکار نہ کرو در انحالیکہ تم محرم ہو۔ ثالث "وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما" یعنی حرام ہوا تم پر شکار جنگل کا جب تک احرام میں تو یہ وہ سورۂ مائدہ کو کب نظر ڈالتے ہیں ان کے یہاں تو یہ بیاض حقانی ہے ان کے واسطے تحقیق کافی ہے۔ الی آخر شبہ۔

اليه غروبتهم فاطلق و لامثالهم فی تلك الحالة لكيلا يقيمون فی الحرام و
اما من تمتع و هو قادر علی التزويج او علی شری الامة وهو با لحضرت او
مقيما فی مصر من الامصار من غير ازعاج و لا اختلاف من بلد الی بلد
فقد تعدی علی حرم المسلمين و استباح لنفسه ما قد حرم الله عليه من
فروج الحرائر بغيرما قد امر الله فی كتابه والله يقول و من يتعد حدود الله
فاولئك هم الظالمون و قال فقد ظلم نفسه يا بنی بالمتعة الا عند
الاضطرار و الضرورة للمضطر فمن امكن له غيرها فليس له ان يتمتع و
مثلها مثل قول الله تبارك و تعالی حرمت عليكم الميتة و الدم و لحم
الخنزير الی قوله فمن اضطر غير باغ و لا عاد فلا اثم عليه ان الله غفور
رحيم" ترجمہ یعنی راوی کہتا ہے کہ اے برادر پوچھا میں نے امام رضا سے کہ اے حضرت روح
میری آپ پر قربان ہو یہ فرمایئے کہ متعہ کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں کہ روایت کیا ہے آپ
کے دادا امیر المومنین علی علیہ السلام نے کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال کیا متعہ کو فتح مکہ
کے روز اور حرام کیا خیبر میں اور منسوخ کر دیا اس کو امام نے کہا سچ فرمایا امیر المومنین نے خدا کی قسم
متعہ حرام ہے البتہ اجازت دی گئی تھی قبل میں پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے متعہ کو حلال نہیں فرمایا تھا مگر جوانان عرب کے واسطے کہ جو مسافرت میں رسول خدا کے
ساتھ موجود تھے اور شکایت اپنی تکلیف کی کرتے تھے پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
اجازت متعہ کی نہیں دی مگر ایسے لوگوں کے واسطے تا کہ حرام میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں لیکن
جس شخص نے متعہ کیا اس حالت میں کہ قادر ہے نکاح پر یا خرید نے لونڈی پر یا اپنے مکان پر
موجود ہے یا کسی شہر میں مقیم ہے پس بے شک اس نے مباح کیا اپنے نفس پر اس چیز کو جس کو

حرام کیا خدا تعالیٰ نے اس کے واسطے اور فرمایا خدا تعالیٰ نے جس شخص نے تجاوز کیا اللہ کی حدود سے داخل ہوا وہ ظالمین میں۔ اے بیٹے میرے نہیں تھا جواز متعہ کا مگر وقت اضطرار اور ضرورت کے جیسا کہ جائز ہے وقت ضرورت کے گوشت سور کا اور مردار اور خون۔

فائدہ اے حضرات شیعہ دیکھو کتاب فقہ الرضا کو واے صاحبان امامیہ سنو حدیث امام رضا علیہ السلام کو کہ کیا فرماتے ہیں آپ متعہ کے باب میں اور کیا ارشاد کرتے ہیں اس کے بیان میں اے صاحبو قہر ہے جس کو امام رضا علیہ السلام حرام کہتے ہیں جس کی حرمت پر قسمیں شدید کھاتے ہیں کہ واللہ منهية حرام اس کو آپ لوگ جائز بتاتے ہیں اور جائز کیا اس کی نسبت ہونے کو بتاکید تمام بیان کرتے ہیں اور سنت کیسے اس کے تارک پر وعید شدید ظاہر کرتے ہیں۔

اے حضرات غضب ہے جس کی نسبت امام رضا علیہ السلام صاف صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ نہیں ہے متعہ جائز مگر جیسا کہ سور کا گوشت اور مردار اور خون اس کی نسبت آپ لوگ اس طرح کہتے ہیں کہ جو شخص متعہ کرے گا قیامت کے روز بے حساب جنت میں داخل ہوگا اگر ممتوعہ کا بوسہ لے گا ایک حج اور عمرہ کا ثواب ملے گا اے اہل تشیع کچھ تو سوچو اور ذرا تو لحاظ کرو امام کی قسموں پر اور ان کے فرمان واجب الاذعان پر بڑا افسوس ہے کہ دعویٰ تبعیت امام کا کرتے ہو اور حدیث امام اور ان کی آباء کرام کو پس پشت ڈالتے ہو۔

حدیث ثانیہ حرمت متعہ میں

کتاب محاسن کی

قال لابن عباس انك رجل تائة ان رسول الله صلی علیه وسلم نهی عن المتعة۔ یعنی فرمایا امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تحقیق تو ایک مرد عیاش ہے پس تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا متعہ سے۔

فائدہ دیکھیے کہ جناب مرتضوی حضرت ابن عباس پر بوجہ متعہ کے حلال کہنے کی کس درجہ زجر و توبیخ فرماتے ہیں کہ تم عیاش ہو جو متعہ کو حلال کہتے ہو بیشک رسول خدا نے اس کو ممنوع کر دیا ہے اور بے شبہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حرام فرما دیا ہے۔

حدیث ثالثہ حرمت متعہ میں

کتاب تہذیب الاحکام کی

قال حرم رسول الله صلی الله علیه وسلم لحوم الحمر الا اهلیة و نکاح المتعة یعنی فرمایا جناب مرتضوی نے کہ حرام کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت خر اہلی کا اور نکاح متعہ کا۔

فائدہ دیکھیے کہ ابو جعفر طوسی امام اہل تشیع اپنی کتاب تہذیب الاحکام میں اس حدیث کو کہ جس میں صاف و صریح حضرت مرتضوی بہ توضیح متعہ کے حرام ہونے کو بیان فرماتے ہیں نقل کرتے ہیں اور اسی حدیث کو بعینہ اپنی کتاب استبصار میں بھی درج کرتے ہیں ہمارے حضرت

مجیب اپنے رسالہ اثبات المتعہ میں اس حدیث کی نسبت یہ توجیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے متعہ کے حرام ہونے کو ڈر کے مارے کہہ دیا تھا اس توجیہ کا جواب انہیں کے قول کے جواب میں دیکھنا چاہیے

قال المفتری الخفی نہ رہے۔

اقول یہ ابراز و اظہار مخالف و مبائن ہے اس روایت و حدیث کے جس کو کلینی نے امام ابوعبداللہ جعفر صادق سے روایت کیا ہے "انکم علی دین من کتمه اعزه الله و من اذاعه اذل الله" ترجمہ تحقیق کہ تم ایک دین پر ہو جو شخص کہ چھپائے گا اس کو عزیز کرے گا اس کو اللہ اور جو شخص کہ ظاہر اور شائع کرے گا ضائع کرے گا اس کو اللہ۔

قال المفتری مولوی عبدالصمد صاحب ساکن سہوان نے قصبہ اناوہ میں شیخ فدا حسین صاحب ساکن اناوہ سے وعدہ کیا تھا کہ میں حرام ہونا متعہ نساء کا قرآن وحدیث سے ثابت کر دوں گا۔

اقول قول مفتری خلاف واقع اور مخالف نفس الامر ہے۔

قال المفتری آٹھ مہینے تک شیخ صاحب موصوف نے انتظار کیا۔

اقول انتظار کرنا بغیر محقق منتظر لہ کی جنون عبث ہے۔

قال المفتری لیکن مولوی صاحب نے تحریر فرما کر کچھ نہ بھیجا۔

اقول عدم وجود وعدہ کو استلزام خلف وعدہ غیر ممکن ہے۔

---

(۱)۔ چونکہ مجیب نے اپنے رسالہ میں مولانا کو بہ لفظ اشعری کہ جس کے معنی کریہ ہیں مخاطب کیا ہے اور قال الاشعری لکھتا ہے اس واسطے ان کی نسبت صرف لفظ مفتری کہ جس کے ساتھ واقع میں وہ متصف ہیں اکتفا کیا گیا الٰہی بخش شید انجھوندوی ۱۲۔

قال المفتری اس عرصہ میں شیخ فدا حسین صاحب نے پھر مولوی صاحب سے بالمشافہ کہا۔

اقول فی الواقع خلاف موقع مشافہ پھر استدعاء کی جیسا کہ قبل میں کی تھی۔

قال المفتری اس وقت وہ برہم ہوئے۔

اقول صرف قال وقیل کو علت تکدر کی قائم کرنا مغائر عقل اور کذب بحث ہے۔

قال المفتری اور حرام ہونا متعہ کا تو وہ کیا ثابت کرتے لیکن سوائے اس کے اور خرافات ایک جاہل کے نام سے تحریر کر کے بھیجی۔

اقول مزخرف ہونا امور مخصوصہ مذہب اہل تشیع کا ہمارے نزدیک مسلم ہے چشم ما روشن دل ماشاد ادعاء جہالت سید یعقوب علی آپ کی زبان سے معلوم مگر بلادت اور غوایت آپ کی اس تحریر سے ظاہر ہے۔

قال المفتری کہ جو مولوی صاحب کی عدم تحقیق پر دلالت کرتی ہے۔

اقول ہفوات لسانیہ قابل التفات نہیں۔

قال المفتری اور مولوی صاحب کو تو کیا معلوم تھا غالب ہے طعن اللسان سے استنباط کر کے وہ خرافات لکھی ہیں۔

اقول دعوی عدم علم بلا ادلہ غیر مقبول اور طعن کرنا بامر ظنی عند العقلا خلاف معمول اطلاق خرافات اکاذیب شیعہ پر نفس الامر میں صحیح ہے اور اقرار کرنا آپ کا اس امر میں موجب توضیح وتلویح ہے۔

قال المفتری اور یہ نہ دریافت کیا کہ راست ہیں یا دروغ اور کسی نے اس کا جواب بھی لکھا ہوگا یا نہیں۔

اقول آپ کا جواب خود اجوبہ سابقہ کا نمونہ ہے۔

قال المفتری اور ہر چند ہم کو جواب اس کا تحریر کرنا ضروری نہ تھا۔
اقول نفی ضرورت سے جواز باقی ہے اور اس کے عدم جواز پر حدیث منقولہ کافی ہے۔
قال المفتری کہ سوال دیگر جواب دیگر۔
اقول یہ تمہاری سمجھ کا پھیر ہے۔
قال المفتری لیکن اس نظر سے کہ کوئی نادان گمان کرے کہ کسی کو اس کا جواب نہ آیا اس واسطے ان کی خرافات کے جواب میں کچھ مختصر سا تحریر کرتا ہوں۔
اقول اطلاق خرافات مزخرفات شیعہ پر مرۃ بعد اولی وکرۃ بعد اخری آپ کا حق ہے کیوں کہ اهل البیت ادری بما فی البیت قضیہ مسلمہ محقق ہے قال السید میر فدا حسین صاحب مهتمم الخمر عصمه الله من الرخس۔
قال المجتہد داب شرفا سے بہت بعید ہے کہ کسی شریف کو ایسے القاب قبیحہ سے یاد کرے۔
اقول پیشتر کتب شیعہ کو مطالعہ کیجئے بعدہ شرافت کی لیجئے ہشام ابن سالم مقتدائے شیعہ اور اسبق رواۃ حدیث اصول اربعہ اور مصاحب ائمہ ہدیٰ اللہ کو کھوکل ناف تک بتلایا ہے "تعالی الله عما يقول الظالمون" کلینی نے روایت کیا ہے کہ محمد بن فرح زخی سے کہ ہشام ابن الحکم کہتا ہے کہ اللہ جسم ہے اور ہشام ابن سالم کہتا ہے کہ اللہ صورت ہے کھوکل ہے ناف تک اور باقی ٹھوس ہے عبارت اس کی یہ ہے "عن محمد ابن الفرح زخحی ان هشام ابن الحكم يقول ان الله جسم و ان هشام ابن سالم يقول انه صورة اجوف الى السرة و الباقي صمد" شیخ صدوق صاحب عیون اخبار رضا مبداء سلسلہ انبیا ابوالبشر آدم کو ملقب بہ لقب حاسد کر چکا ہے اور اس روایت کو معاذ اللہ حضرت امام رضا کی طرف نسبت کرتا ہے "حاشا جنابهم عن ذلك" چنانچہ عیون اخبار رضا میں لکھا ہے کہ راوی نے

حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ جنت میں درخت گندم کا تھا یا انگور یا حسد کا فرمایا سب حق ہے اصل میں گندم اور خوشہ انگور کے سے تھے اور معنی حسد کے یہ ہیں کہ آدم علیہ السلام کو بہشت میں لے گئے اور ملائکہ نے سجدہ کیا وہ سمجھے کہ میری مثل اب کوئی نہیں ندا آئی کہ اے آدم سر اٹھا پس آدم نے سر اٹھایا تو ساق عرش پر لکھا دیکھا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ابن ابی طالب امیر المؤمنین و زوجتہ فاطمۃ لسیدۃ نساء العالمین و الحسن و الحسین سیدا شباب اھل الجنۃ"[1] حضرت آدم نے پوچھا یہ کون ہیں ارشاد ہوا یہ تیری اولاد سے ہیں مگر تجھ سے بہتر ہیں تو اور تمام خلق بغیر ان کی جنت اور دوزخ اور زمین و آسمان سے نشان نہ پاتا خبردار چشم حسد سے نہ دیکھنا نہیں تو جنت سے نکالدوں گا پس آدم نے چاہا کہ ائمہ کے مراتب ان سے سلب ہو کر مجھ کو مل جاتے اور حوا نے چاہا حضرت سیدہ کا مرتبہ ان سے سلب ہو کر مجھ کو مل جاتا پس اللہ نے شیطان کو مسلط کر دیا یہاں تک کہ درخت مذکور سے دانے کھائے اور جوار خدا سے خارج کی گئی۔

"حدثنا عبد الواحد بن محمدبن عبدوس النیشاپوری العطار قال حدثنا علی بن محمد بن قتیبۃ عن حمدان بن سلیمان عن عبد السلام بن صالح الھروی قال قلت للرضا علیہ السلام یا ابن رسول اللہ اخبرنی عن الشجرۃ التی اکل منھا ادم و حوا ما کانت فقد اختلف الناس فیھا فمنھم من یروی انھا الحنطۃ و منھم من یروی انھا العنب منھم من یروی انھا شجرۃ الحسد فقال کل ذلک حق قلت ما معنیی ھذہ الوجوہ علی اختلافھا فقال ما

---

[1] ترجمہ:- اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، علی بن ابی طالب مومنوں کے سردار ہیں، اور آپ کی بیوی فاطمہ سارے جہان کی عورتوں کی سردار ہیں، اور حسن و حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

ابا الصلت ان شجرة الجنة يحتمل انواعا فكانت شجرة الحنطة وفيها عنب وليست كشجرة الدنيا و ان ادم عليه السلام لما اكرمه الله تعالى ذكره باسجاد ملئكته له و بادخاله الجنة قال فی نفسه هل خلق الله بشرا افضل منی فعلم الله عزوجل ما وقع فی نفسه فناداه ارفع راسك يا ادم فانظر الی ساق عرشی فرفع ادم راسه الی ساق العرش فوجد عليه مكتوبا لا اله الاالله محمد رسول الله علی بن ابی طالب امير المؤمنين و زوجته فاطمة سيدة نساء العالمين و الحسن و الحسين سيدا شباب اهل الجنة فقال ادم يا رب من هولاء فقال عزوجل هؤلاء من ذريتك و هم خير منك و من جميع خلقی و لو لاهم ما خلقتك و ما خلقت الجنة و النار و لا السماء والارض و اياك ان تنظر اليهم بعين الحسد فاخرجك من حواری فنظر اليهم بعين الحسد و تمنی منزلتهم فسلط الله عليه الشيطن حتی اكل من الشجرة التی نهی عنها و تسلط علی حوا ينظرها الی فاطمة بعين الحسد حتی اكلت من الشجرة كما اكل ادم فاخرجهما الله عزوجل من جنة و اهبطهما عن جوائره الی الارض انتهی بلفظه معاذ الله"

حضرت آدم وحوا میں بھی کس درجہ رگ حسد جوش میں آئی ہے کہ اللہ تعالی پہ تشدد تمام منع فرمائے کہ ائمہ کی منزلت پر حسد نہ کرنا یہ خداداد بات ہے مگر حضرت آدم نے ایک نہ سنا اور فوراً حسد کرنے لگے پس اللہ نے بھی اسی وقت شیطان کو آدم وحوا علیہما السلام پر مسلط کر ہی دیا اور اپنی جنت سے خارج کر دیا بقول شخصے کسی کا کیا گیا اپنا کھویا اور عیاشی ملتجائے سلسلہ نبوت خاتم الانبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلمت کا اطلاق کرتا ہے بحار مجلسی کو دیکھئے کہ بواسطہ ابونصیر

قابوس کی اس امر سقیم کو معاذ اللہ امام صادق سے روایت کرتا ہے "قال السواد الذی فی القمر محمد رسول اللہ" یعنی جو سیاہی کہ چاند میں ہے یہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اسی طرح کلینی تفسیر اہلبیت میں جناب امام الائمہ کرم اللہ وجہ کو مچھر ٹھہراتا ہے اور رسول اللہ پر "ما فوق بعوضۃ" کا اطلاق کرتا ہے "عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان ھذہ المثل ان اللہ لایستحیی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ فما فوقھا ضربہ اللہ لامیر المؤمنین فالبعوضۃ امیر المؤمنین و ما فوقھا رسول اللہ" یعنی روایت ہے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے تحقیق یہ مثل یعنی آیت کریمہ میں بیان کی ہے اللہ نے واسطے امیر المومنین کے پس مچھر امیر المومنین ہیں اور ما سوا مچھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ملا باقر مجلسی حیات القلوب میں مع ابو جعفر طوسی عم رسول مکرم خیر الناس حضرت عباس پر ولد الزنا کا اطلاق کرتا ہے عبارت اس کی یہ ہے "ابو جعفر طوسی بسند معتبر روایت کردہ کہ از امام صادق علیہ السلام کہ فضیلہ مادر عباس کنیز مادر زبیر و ابو طالب و عبد اللہ ابناء عبد المطلب بود عبد المطلب با و مقاربت کردہ کہ عباس ازان بہم رسید زبیر بہ عبد المطلب دعوی کرد و بہ پرخاش برآمد کہ این کنیز از مادر ما بما میراث رسیدہ است تو بی رخصت ما با او مقاربت کردی و این فرزندی کہ بہم رسید یعنی عباس بندۂ ماست" اور یہی ملا باقر حیات القلوب میں رسول خدا کے چچا اور چچا زاد بھائی کو اندھا دنیا و آخرت میں بتاتا ہے "حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرمود کہ در حق عبد اللہ ابن عباس و پدرش این آیت نازل شد" من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی یعنی جو دنیا میں اندھا ہے آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور طبرسی احتجاج میں حضرت عقیل اور حضرت عباس کو ذلیل اور خوار کے لقب سے یاد کرتا ہے اور اس امر مذموم کو جناب مرتضوی کی طرف منسوب کرتا ہے "ذھب من کنت اعتضد بھم علی دین اللہ من اھل بیتی و بقیت منھا حقیرین

قریبا العهد بجاهلیة عقیل و عباس۔ یعنی وہ لوگ میرے اہل بیت کے جاتے رہے جن کی قوت کا مجھے خدا کی دین میں بھروسہ تھا اب صرف دو خوار و ذلیل قریب زمانہ جاہلیت کے رہ گئے ہیں یعنی عقیل اور عباس اب فرمایئے ہشام ابن الحکم مقتدائے شیعہ کی شرافت کو دیکھوں کہ جو خدا کو اجوف کے لقب سے ملقب کرتا ہے یا صاحب عیون اخبار رضا کی نجابت دیکھوں کہ جو ابو الانبیاء کو حاسد کے لقب سے یاد کرتا ہے یا عیاشی اور ابو نصر قابوس کے حسب ونسب کو دیکھوں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سیاہی کا اطلاق کرتا ہے یا استاد کلینی کی فطانت کو دیکھوں کہ جو جناب امام الائمہ کو مچھر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مافوق مچھر بتاتا ہے یا باقر مجلسی اور امام اعظم شیعہ طوسی کی سیادت کو دیکھوں کہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر الناس حضرت عباس کو ولد الزنا بتاتا ہے یا پھر ملا صاحب کی نجابت کو دیکھوں کہ رسول اللہ کے چچازاد بھائی کو دنیا و آخرت میں اندھا بتاتا ہے یا طبرسی کی دیانت کو دیکھوں کہ حضرت عقیل اور حضرت عباس پر ذلیل وخوار کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ سبحان اللہ آپ کے اکابر خدائے تعالیٰ کو کھوکل ابو الانبیاء کو حاسد خاتم الانبیاء کو اسود اور ابو الائمہ کو مچھر خیر الناس حضرت عباس کو ولد الزنا اور ذلیل وخوار اور اندھا اور حضرت ابن عباس کو اندھا اور حضرت عقیل کو ذلیل وخوار ٹھہرائیں اور آپ صرف اس شخص کے لقب مہتمم الخمر پر کہ جس کے اہتمام میں شراب کی بیٹیاں بھی تھیں اس قدر نوحہ فرمائیں ذلك تقدير العزيز العليم۔

قولہ اور اہتمام خمر کا تو ان پر کیا طعن کرتے ہو تمہارے مذہب میں تو نوش جان کرنا خمر کا جائز ہے۔

اقول لقب مرضیہ عند الملقب کو طعن سمجھنا محض وہم کاسد ہے اور اس پر بنا کرنا اپنے طعن کاذبہ کو بنائے فاسد علی الفاسد ہے نسبت کرنا جواز شرب خمر کا جانب مذہب اہل سنت کے

کذب وزور ہے غالباً آپ کو بیان شرب خمر سے نہایت سرور ہے یہ کیا آپ حالت سکر میں باتیں کررہے ہیں جو اس قدر جھک لگارہے ہیں کجا مذہب اہل سنت اور کجا جواز شرب خمر۔

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

قولہ اور پینا اس کا تمہارے امام اعظم کے نزدیک حلال ہے جبتک کہ کف نہ پیدا کرے اگرچہ نشہ کرے۔

اقول اشیاء منشیہ علی الاطلاق حرام ہیں پس نسبت کرنا حلت خمر کا عند الامام ناقص و ناتمام ہے شاید اس پردہ میں اپنے اکابر کا تستیر عیوب منظور ہے کہ ان کے نزدیک کپڑوں آلودہ شراب اور چربی سور کو عین نماز میں پہننا ائمہ علیہم السلام سے ماثور ہے اصول اربعہ کو ملاحظہ کیجئے کتب اربعہ سے من لا یحضرہ الفقیہ کو دیکھئے العیاذ باللہ اس میں دو اماموں سے روایت ہے اور راویوں کے کھلے ہوئے ائمہ ہدیٰ پر افترا و تہمت ہے کہ سوال کئے گئے ابو جعفر و عبد اللہ علیہما السلام کہ مول لیتے ہیں ہم کپڑوں کو درانحالیکہ وہ آلودہ ہوتے ہیں شراب و چربی خوک سے آیا مانع ہے آلودگی ان کی حالت نماز میں پہننے سے کہا کچھ قباحت نہیں ہے کھلے ہنہوں عبارت اس کی باب "ما یصلی فیہ و لا یصلی فیہ من الثیاب" میں یہ ہے "سئلا ابو جعفر و ابو عبد اللہ علیہما السلام فقیل انا نشتری ثیابا نصبہ الخمر و ودک الخنزیر عند حاکتہ انصلی فیھا قبل ان یغسلھا فقال نعم و لاباس بہ" اور ابن بابویہ نے علل الشرائع میں اسی حدیث کو باب علت الرخصۃ فی اثابۃ الخمر وودک الخنزیر میں لکھا ہے اور خلاصہ اس کا جامع عباسی والے نے باب اول بیان نجاسات میں یوں بیان کیا ہے کہ "شیخ ابو بابویہ تجویز نماز کردہ در جامہ کہ آلودہ بخمر باشد" مولوی صاحب آپ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت یہ کیا تہمت لگائی مفت اپنے مذہب

کی پردہ دری کروائی۔

کما قال المولوی المعنوی

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنۂ پاکان برد

اب کچھ سنئے اور ادھر متوجہ ہوئیے

اشعار

پر ہوں میں شکوہ سے یوں راگ سے جیسے باجا

اک ذرا چھیڑیئے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے

میں جو گستاخ ہوں آئیں غزل خوانی میں

یہ بھی تیرا ہی کرم ذوق فزا ہوتا ہے

دیکھئے آپ کے اکابر کے نزدیک گوبھری روٹی دھو کر بے تکلف تناول فرما لینے سے جنتی ہو جانا واجب ہے "ابن بابویہ قمی من لایحضرہ الفقیہ" میں اس کو معمول اکابر شیعہ لکھتا ہے اور معاذ اللہ اس حکم کو امام باقر علیہ السلام سے نقل کرتا ہے "دخل ابو جعفر الباقر فوجد لقمة الخبز فی القذر فاخذ ھا و غسلھا و دفعھا الی مملوك معه فقال تكون معك لاكلھا اذا خرجت فلما خرج فقال للمملوك این اللقمة قال اكلتھا یاابن رسول الله قال انھا ما استقرت فی جوف احد الا وجبت له الجنة فاذھب انت حر فاكره ان استخدم رجلا من اھل الجنة" یعنی داخل ہوئے

امام باقر جن کی کنیت ابو جعفر پاکخانہ میں وہاں آپ نے ایک لقمہ پایا روٹی کو گو میں لتھڑا ہوا لیں آپ نے اس لقمہ کو اٹھا لیا اور دھویا اور غلام کو جو ساتھ تھا حوالہ کیا اور کہا کہ یہ تیرے پاس رہے میں اسے کھاؤں گا جب پاکخانہ سے فراغت پاؤں گا پھر جب آپ پاخانہ سے فراغت پا کر نکلے غلام سے پوچھا کہاں ہے وہ لقمہ عرض کیا کہ میں نے کھا لیا اے فرزند رسول خدا کے فرمایا وہ لقمہ جس کے پیٹ میں ٹھہرے گا اس پر جنت واجب ہے سو تو جا کہ میں نے تجھ کو آزاد کیا اس واسطے کہ مجھ کو برا لگتا ہے میں جنتی آدمی سے کام لوں سبحان اللہ ائمہ طاہرین شیعہ کے زعم میں یہاں تک مذھوب الرجس اور مسلوب الدنس ہیں کہ باقر مجلسی نے حق الیقین میں احوال نرجس خاتون میں لکھا ہے ائمہ علیہم السلام کا پہلو میں حمل رہتا ہے اور رانوں سے پیدا ہوتے ہیں بوجہ اس کے کہ چرک و کثافت سے پاک ہیں عبارت اس کی یہ ہے کہ "حمل ما اوصیائے پیغمبران در شکم نمی باشد در پہلوی باشد واز رحم بیرون نمی آیند بلکہ از ران فرود می آیند زیرا کہ ما نور ہای الٰہی ایم چرک و کسافت نجاست از ما دور گردانیدہ است" اگر ایسی گو بھری روٹی کھائیں یا کھلائیں اور کھانے والے کو اوپر سے جنتی بتلائیں تو ایسی طہارت کے قربان!

معاذ اللہ کجا آن افراط و کجا این تفریط کہ بت شکنی گاہ بہ مسجد زنی آتش از مذہب تو گبرو مسلمان گلہ دارد ملاحظہ کیجئے آپ کے امام اعظم کے یہاں موت اور گو کا ملا ہوا پانی سور کی کھال کے ڈول سے غٹ غٹ نوش جان کرنا جائز ہے ارشاد الاذہان امام اعظم شیخ چلی کو دیکھئے کہ پانی مستعمل رفع حدث میں طاہر اور مطہر ہے اور جنابت میں نجس اور استنجاء میں طاہر اور اگر بوجہ ملنے گو کے وزن زائد ہو جائے تو عمدہ وجہ طہارت ہے عبارت اس کی یہ ہے "والماء المستعمل فی رفع حدث طاہر و مطہر و فی رفع جنب نجس الاماء الاستنجاء و لو زاد الوزن فی وجہ ان او جہہما عدم النجاسۃ من لا یحضرہ الفقیہ" کتاب

الطہارت میں دیکھیے کہ جس پانی میں چوپائے موتیں اور کتے منہ ڈالیں اور ناپاک نہائیں اگر بقدر کر کے ہے نجس نہیں ہے عبارت اس کی یہ ہے "فی الماء الذی تبول فیه الدواب و تلغ فیه الکلاب و تغسل فیه الجنب انه اذا کان قدرکه لم ینجس شئ" اور اسی کتاب کی کتاب الطہارت میں خیال کیجئے کہ سور کی کھال کا ڈول بنانا جائز ہے "سئل الصادق علیه السلام من جلد الخنزیر یجعل دلواً فقال لاباس به" یعنی کسی شخص نے پوچھا امام صادق علیہ السلام سے کہ سور کی کھال کا ڈول بنالیا جائے فرمایا کچھ قباحت نہیں ملاحظہ فرمایئے کہ آپ کے مذہب میں وہ پانی کہ ایک موری سے جاری ہوئے اور دوسری سے پیشاب اور دونوں لٹ پٹ ہو گئے ہوں طاہر ہے یہاں تک کہ اگر کپڑے اس میں آلودہ ہو جائیں تو کچھ خوف نہیں من لایحضره الفقیه کتاب الطہارت باب المیاہ میں مطالعہ کیجئے "و لو ان میزابین سالا میزاب بول و میزاب ماء فخلطت ثم اصابك ثوبا فیه لم یکن فیه باس"[1] خیال فرمایئے آپ کے مذہب میں ٹوپی آلودہ منی و پیشاب و خون و گو کو سر پر رکھ کر اور عمامہ آلودہ منی اور خون و پیشاب و گو کو سر پر باندھ کر اور موزہ آلودہ منی اور خون و پیشاب اور گو کو پیر میں پہن کر بفراغت تمام بہ تسکین خاطر نماز کو ادا فرمالینا جائز ہے من لایحضره الفقیه فی باب ما ینجس الثوب میں لکھا ہے "و من اصاب قلنسوة او عمامه او جوربة منی او بول او دم او غائط فلاباس بصلوٰة فیه" غور فرمایئے کہ آپ کے مذہب میں اگر ایک شخص نے وضو کر لیا ہے بعد اس کے پیشاب اور پاخانہ کے مقام سے خون اور پیپ اور مذی اور ودی جاری ہوئے نہ اس کو اعادہ وضو کی ضرورت ہے اور

---

[1] ترجمہ: اگر دو پرنالے بہتے ہوں ایک پیشاب کا ایک پانی کا پس وہ دونوں مل جائیں پھر اگر کپڑا اس میں بھیگ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

نا ستنجی کی حاجت من لا یحضرالفقیہ باب ما ینقض الوضوء میں دیکھئے "کل ماخرج من طرفین من دم و قیح و مذی و ودی و غیر ذلک فلا وضوء فیہ ولا استنجا" معلوم نہیں کہ غیر ذلک سے کون کون چیزیں مراد رکھی گئیں لحاظ فرمایئے کہ آپ کے یہاں مصلی کے مذی اور ودی بہنے سے رانوں تک نماز فاسد نہیں ہوتی چنانچہ "علل الشرائع باب العلۃ التی من اجلھا صار المذی والودی لاینقض الوضوء" میں لکھا ہے "عن جریر سالت اباجعفر علیہ السلام عن المذی یسیل حتی یبلغ الفخذ قال لاتقطع صلاتہ و لاتغسلہ من الفخذ لانہ لم یخرج من مخرج المنی انما ھو بمنزلۃ النخامۃ" روایت ہے جریر سے سوال کیا اس نے امام ابوجعفر علیہ السلام کو مذی سے کہ بہی نماز میں رانوں تک فرمایا نہیں فاسد ہوگی نماز اور نہ دھو اس کو اس واسطے کہ وہ نہیں نکلے مخرج منی سے بلکہ وہ بمنزلہ ناک کے ہے اور کلینی باب المذی میں امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا امام نے اگر بہی ذکر تیرے سے مذی اور ودی اگرچہ تو نماز میں ہو بس نہ دھو اس کو اور نہیں فاسد ہوگی نماز عبارت اس کی یہ ہے "عن علی ابن ابراھیم عن حماد عن جریر عن زرارہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان سال من ذکرک شئ من مذی او ودی و انت فی الصلوۃ فلاتغسلہ لاتقطع صلوتہ" ادھر توجہ کیجئے کہ آپ کے امام اعظم کے نزدیک اگر مصلی اپنے ذکر سے کھیلتا جائے اندر نماز فرض کے تو کچھ قباحت نہیں استبصار کو دیکھئے "قال سالت اباعبد اللہ علیہ السلام عن الرجل یعبث بذکرہ فی الصلوۃ المکتوبہ فقال لاباس بہ" واہ کیا وقت کھیلنے کا ذکر کے ساتھ ہے غالباً یہاں بھی یہ ارشاد ہوگا کہ ہم نے یہ تھوڑی ہی کہہ دیا ہے کہ

لے لیا کرے تو مضائقہ نہیں اب ارشاد ہو کہ آپ کے مذہب میں گو بھری روئی کے تناول فرمانے کو دیکھوں یا گو اور موت کے ملے ہوئے پانی کو سور کی کھال کے ڈول سے نوش جان فرمانے کو خیال کروں یا کپڑوں آلودہ شراب اور چربی سور اور موت کے پانی کو حالت نماز میں پہننے کو دیکھوں یا خون اور پیپ اور مذی اور ودی سے وضو نہ ٹوٹنے کو لحاظ کروں یا حالت نماز میں مذی اور ودی رانوں تک بہنے سے وضو نہ ٹوٹنے اور نماز نہ فاسد ہونے کو غور کروں یا ٹوپی آلودہ منی اور خون اور پیشاب اور گو کو سر پر اور موزہ آلودہ منی اور خون و پیشاب اور گو کو پیر میں بحالت نماز پہننے کو دیکھوں کس کس چیز کو اور کس کس کی طرف نگاہ کروں جہاں تک دیکھتا ہوں ایک کو ایک سے زیادہ اور ایک کو ایک سے ازید دیکھتا ہوں۔

شعر

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

ہم تمامی مجتہدین اہل تشیع سے اس امر میں فتویٰ چاہتے ہیں کہ بحالت جنابت اس پانی میں جو بقدر کر کے ہے اور کتوں نے اس میں پیا ہے اور چوپاؤں مثل سور وغیرہ نے موتا ہے اور ناپاک آدمی اس میں نہائے ہیں نہانا جیسا کہ کتب اربعہ سے نقل کیا گیا ہے اور کپڑے آلودہ شراب اور چربی سور اور موت کے پانی کے پہننا جیسا کہ کتب اربعہ سے نقل کیا گیا ہے اور ٹوپی اور عمامہ آلودہ منی اور پیشاب اور خون اور گو کو سر پر رکھنا بحالت نماز جیسا کہ کتب اربعہ سے نقل کیا گیا ہے اور خون اور پیپ مذی اور ودی کے مقام پیشاب اور پاخانہ سے نکلنے میں وضو کا نہ ٹوٹنا اور استنجا نہ کرنا جیسا کہ کتب اربعہ سے نقل کیا گیا ہے اور مذی اور ودی کی حالت نماز میں

رانوں تک بہنے سے نماز کا نہ فاسد ہونا جیسا کہ کتب اربعہ سے نقل کیا گیا ہے اور نماز فرض میں ذکر سے کھیلنا جیسا کہ کتب اربعہ سے نقل کیا گیا ہے اور گوبھری روٹی کو دھو کر تناول فرما نا اور اس سے جنتی ہو جانا جیسا کہ کتب اربعہ سے نقل کیا گیا ہے اور پانی کو موت کا ملا ہوا سور کی کھال کے ڈول سے نوشجان فرمانا جیسا کہ کتب اربعہ سے نقل کیا گیا ہے آپ کے نزدیک صحیح ہے یا نہیں اور اب ہم مولوی عمار علی صاحب آپ ہی سے بالتخصیص آپ کو آپ کے اجتہاد کی قسم دے کر پوچھتے ہیں کہ اب حالت جنابت میں اس پانی میں جو بقدر کر کے ہو اور کتوں نے اس میں پیا ہو اور چوپاؤں مثل سور وغیرہ نے موتا ہو اور ناپاک آدمی اس میں نہائے ہوں غسل فرما سکتے ہیں یا نہیں اور آپ اس پانی سے کہ جس سے استنجا کیا گیا ہے اور گو وغیرہ مل گیا ہے یہاں تک کہ وزن زائد ہو گیا ہے وضو فرما سکتے ہیں یا نہیں اور آپ ان کپڑوں کو جو شراب اور چربی سور سے آلودہ ہیں پہن کر اور اس پگڑی کو کہ جو موت و خون اور پاخانہ سے آلودہ ہو سر پر باندھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں اور آپ حالت نماز میں مذی اور ودی کے بہنے سے رانوں تک نماز تمام کر سکتے ہیں یا نہیں اور آپ عین حالت نماز فرض میں ذکر سے کھیل سکتے ہیں یا نہیں اور گوبھری روٹی کو دھو کر تناول فرما سکتے ہیں یا نہیں اس کا جواب صاف صاف بغیر پھیر پھار کے تحریر فرمایئے العیاذ اللہ۔

گر مسلمانی ہمین است کہ شیعہ دارند

آہ گر از پی امروز بود فردای

قولہ "فخمر العنب المسکر لیس بحرام مالم تقذف بالزبد عند ابی حنیفة و ان اسکر" حاصل یہ کہ شراب انگور نشہ لانے والے کے حرام نہیں جب تک کف

اقول لعنت الله علی الکاذبین اسی لیاقت پر جواب لکھنے کا قصد فرمایا اور جو حوالہ کتاب کا دیا وہ بھی جھوٹا عبارت بنام نہاد ہدایہ بنائی وہ بھی لغو و بیہودہ اہل سنت کی کتابیں ایسی نہیں ہیں کہ جو بلاد و قصبات میں موجود نہ ہوں بخلاف کتب شیعہ کہ ہر وقت صنادیق تقیہ میں بند رہتی ہیں خصوصاً ہدایہ مطبوع اور غیر مطبوع جا بجا موجود ہے اس میں اس عبارت کا نشان بھی نہیں ہے خیر یہ تو آپ کے عمل قدمائے بلکہ ہتھ کنڈے آبائی ہیں چنانچہ آپ کے امام اعظم شیخ حلی نے منہج الحق میں لکھا ہے کہ شافعی کے نزدیک نماز سفر میں قصر کرنا معصیت ہے حالانکہ یہ قول نہ امام شافعی کا ہے نہ کتب شافعیہ میں موجود اور یہ عبارت جو آپ نے بنام نہاد ہدایہ کی گڑھی ہے اس میں المسکر اگر صفت خمر کی واقع ہے تو کلمۂ وان اسکر لغو ہے اور اگر صفت عنب کی ہے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے تو خلاف واقع ہے لیکن آپ کے مذہب میں البتہ شیرۂ انگور قبل غلیان کی حلال ہے اور بعد اس کے ایک جماعت شیعہ کے نزدیک طاہر ہے شیخ الطائفہ نے کنز العرفان میں لکھا ہے کہ عرق انگور کا قبل غلیان کی حلال ہے اور بعد اس کے حرام ہے لیکن بعد غلیان کے بھی ایک جماعت شیعہ کے نزدیک طاہر ہے عبارت اس کی یہ ہے۔ "عصر العنب قبل غلیانه حلال طاهر الی ان قال اما بعد غلیانه و قبل اشتداده حرام اجماعا منا و اما النجاسة فعند بعضنا انه نجس ایضاً و عند آخرین انه طاهر"[۱] پس حلت شراب کی نسبت امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کے طرف کرنا اور اس کی استشہاد میں حوالہ ہدایہ کا کرنا محض افترا و بہتان ہے سبحانك هذا بهتان عظیم

اذا کان الغراب دلیل قوم

سیهدیهم طریق الهالکین

---

[۱] ترجمہ:- شیرۂ انگور قبل جوش حلال ہے۔ اور ایک دوسری جماعت کے نزدیک بعد جوش بھی پاک ہے۔ اور شدت سے پہلے ہمارے یہاں بالاتفاق حرام ہے۔ رہ گیا اس کا نجس ہونا تو ہمارے نزدیک نجس ہے۔ اور دوسروں کے نزدیک طاہر ہے۔

قولہ اور بوزہ بھی امام اعظم کے نزدیک حلال ہے چنانچہ کتاب اختلاف الائمہ رحمہ للامہ میں لکھا ہے "والفقاع[1] حلال یجوز شربہ" یعنی اور بوزہ حلال ہے جائز ہے پینا اس کا۔

اقول بلائے جان ہے غالب ان کی ہر بات عبارت کیا اشارت کیا ادا کیا اے جناب آپ کو تو کتاب کا نام بھی نہیں معلوم ہے بھلا کتاب کے حوالہ دینے کی کیوں تکلیف کرتے ہیں سنئے اس کتاب کا نام رحمہ للامہ فی اختلاف الائمہ ہے آپ نے اپنی لیاقت وقابلیت سے جزو ثانی کو جزو اول قرار دیا اور جزو اول کو ثانی بنایا اور درمیان سے فی کو کھا گئے عجب زمانہ ہے کہ نہ لیاقت تصنیف اور نہ قابلیت تالیف مگر مصنف بن جانے کو مستعد ہو جاتے ہیں۔

زمان قد تفرغ للفضول بسود کل ذی حمق جهول

فان اجبتم فيه ارتفاعاً فكونوا جاهلين بلا عقول

سنئے جس حالت میں کہ آپ کے مذہب میں افترا و بہتان سے احتراز نہیں اور کذب وزور سے اجتناب نہیں جیسا کہ آپ کے امام اعظم کی بیباکی ظاہر ہوئی کہ اس نے امام شافعی پر یہ تہمت لگائی کہ ان کے نزدیک سفر میں نماز قصر کرنا ناجائز ہے حالانکہ نہ امام شافعی کا یہ قول اور نہ کتب شافعیہ میں موجود ہے اور آپ کی یہ چالاکی معلوم ہوئی کہ حلت شراب میں جھوٹا حوالہ ہدایہ کا کر دیا باوصف اس بات کے کہ ہدایہ جابجا دیار و امصار و قصبات میں مطبوع اور غیر مطبوع موجود ہے حوالہ پھر ایسی کتاب غیر متداول و متعارف کی نسبت کہ جس کا وجود اس قصبہ میں معدوم بلکہ اکثر مواقع پر کمیاب ہے حتی کہ آپ اس کے نام تک سے ناواقف کیوں کر تسلیم کیا

(۱)۔الفقاع۔جو کی شراب

جائے اور یہ بھی سنا گیا بروایات ثقات کہ یہ کتاب کسی زمانہ میں کتب خانہ مجتہد لکھنوی میں موجود تھی عجب نہیں کہ حضرات کی تحریف نے بوجہ غیر متداول ہونے کے دخل پایا ہو کیوں کہ آپ کے اکابر کی قدیم سے یہی چال رہی کہ کہیں حنفی بن کر دھوکا دیا اور کہیں شافعی بن کر فریب میں ڈالا اور کہیں حنبلی بن کر جال مکر کا پھیلایا اور کہیں مالکی بن کر اپنے دام میں پھنسایا اور کہیں تحریف معنوی میں مثل دوڑائی اور کہیں تحریف لفظی میں دست درازی فرمائی جمیع امور مذکورہ اپنے مقام پر ثابت ہیں اس جگہ صرف دو روایتوں پر اکتفا کرتا ہوں "کشف الغمة" میں دیکھئے لکھا ہے کہ شیخ ابوعبداللہ محمد کنجی ہمیشہ فریب دیتا تھا اہل سنت کو شافعی بن کر از راہ تقیہ اور مکر کے عبارت اس کی یہ ہے "الشیخ ابو عبد الله محمد الكنجي كان يتلبس لاهل السنة بصورة الشافعية بالتقية و التزوير" اور منهج الكرامة في تحت الامامة"۔

فصل دوسری اخیر چوتھی وجہ میں ملاحظہ فرمائیے لکھا ہے کہ دیکھا میں نے بعض ائمہ حنابلہ کو کہتے تھے کہ ہم مذہب امامیہ رکھتے ہیں کہا میں نے کیوں درس دیتے ہو مذہب حنابلہ پر کہا نہیں ہے مذہب ہمارے میں غلو اور مشاہرہ عبارت اس کی یہ ہے "وقد رائيت بعض الائمة الحنابلة يقولون انا على مذهب الامامية فقلت لم تدرس على مذهب الحنابلة فقال ليس في مذهبكم الغلات و المشاهرات" طرفہ یہ ہے کہ جو عبارت آپ نے بنام نہاد رحمۃ الامۃ نقل کی ہے اس سے تو بفرض وتسلیم مطلق جواز شرب پایا گیا نہ نزد امام ابوحنیفہ بس حوالہ آپ کا نسبت امام کے محض کذب وافترا ہے۔

قولہ اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس کا پینے والا حد نہیں مارا جاتا نزدیک ابوحنیفہ کے۔

اقول حوالہ ہدایہ بے پتہ ونشان عبارت کے غیر مسلمہ ہے اور وراء اس کے عدم ضرب حد جواز اور عدم تعزیر کو غیر مستلزم ہے۔

قال السید بعد ما یلیق کے واضح ہو کہ بندہ کا یہ اسلوب نہیں ہے کہ کسی کے مذہب مذہب کے معایب اور مثالت[1] کو بلا کسی چھیڑ چھاڑ کے فاش کرے چونکہ آپ نے خواہ مخواہ ہم کو اس امر پر مجبور کیا لہذا ہم بھی بحکم المجبور معذور کے کچھ لکھتے ہیں۔

قال المجتہد ہمارے مذہب کے معایب کو آپ کیا فاش کریں گے۔

اقول اب بھی کہاں تک کہا جائے اباحت بوسۂ فرج کو آپ اپنے رسالہ میں تسلیم کر چکے ہیں اور تحلیل فروج کو بھی اسی رسالہ میں اقبال کر چکے ہیں حالت نماز میں عورت سے مساس کرنے کو شرح کلینی میں جان چکے ہیں وقف فروج کو رقاع میں معلوم کر چکے ہیں اور جامہ آلودہ شراب اور چربی سور کی پہننے کو اور گوبھری روٹی دھو کر تناول فرمانے کو اور سور کی کھال کے ڈول سے گوموت کا پانی پینے کو اور عمامہ گو اور موت سے بھرے ہوئے کے سر پر باندھنے اور موزے گوموت کے بھرے ہوئے کو پیر میں پہننے کو حالت نماز میں خون اور پیپ اور مذی اور ودی کے نکلنے سے وضوء کے نہ ٹوٹنے کو اور مذی اور ودی کے رانوں تک بہنے سے نماز نہ فاسد ہونے کو اور نماز فرض میں ذکر سے کھیلنے کو کتب اربعہ سے دیکھ و بجھ چکے اب بھول وچوک کو جانے دیجئے اور ذہول کو دفع کیجئے۔

گر یہی بھول بھٹک ہے تو اندھیرا ہوگا

چار جانب سے بہت آپ کو گھیرا ہوگا

قولہ ہمارے مذہب میں کوئی عیب ہی نہیں ہے۔

اقول اذا لم تستحیی فقل ماشئت.

۱- مثالت۔ جمع مثلبۃ بمعنی عیب، گالی

قولہ اپنے مذہب کی خبر لو کہ اس میں کیسے کیسے عیوب داخل ہیں۔

اقول:-

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است

گل ست سعدی و در چشم دشمنان خار ست

محمودیت مذہب اہل سنت والجماعت ہم اپنے منھ سے کیا بیان کریں آپ صرف جامع الاخبار امام اعظم طوسی شیعی کو ملاحظہ کریں کہ وہ اہل سنت والجماعت کی تعریف کیسے صاف صاف باوجود عناد مذہبی اور عشاوہ بصری کے رسول اللہ کی زبان مبارک سے روایت کرتا ہے لکھا ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے انتقال کیا اوپر حب آل محمدؐ کے انتقال کیا اوپر سنت والجماعت کے عبارت اس کی یہ ہے "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من مات علی حب ال محمد مات علی السنت والجماعت تصدق اللہ العلی الاعلی جعل کلمۃ الذین کفروا السفلی و کلمۃ اللہ ھی العلیا"

قولہ چنانچہ معلوم ہوگا۔

اقول اس خیال خام اور وہم فاسد کو دل سے نکالئے آپ کے اکابر بہت کچھ خاک اڑا چکے ہیں باوصف اس کے منہ کی کھا چکے ہیں دامن اہل سنت ہمیشہ گرد وغبار سے صاف رہا اور فرقہ حقہ قدیم سے مؤید من اللہ رہا اب اگر دعویٰ ہو تو تحریر و تقریر سے سامنے آئے۔ ہمیں میدان ہمیں چوگان ہمیں گو ورنہ اپنے ہم مذہبوں کو جھوٹی باتیں سنا کر نہ بہلایئے۔

قولہ ہم نے چھیڑ چھاڑ کچھ اب سے نہیں کی۔

اقول یہ غلط ہے خود ہی کی۔

قولہ پہلے آپ ہی نے خود وعدہ کیا تھا شیخ فدا حسین صاحب سے متعہ کے اثبات حرمت کا۔

اقول یہ آپ نے خود بخود جو لفظ خود حمایت میں بیخو دہو کر لکھا ہے سراسر جھوٹ ہے۔

قولہ اور وہ آپ سے ظہور میں نہ آیا۔

اقول اول وجود وعدہ کو ثابت کیجئے بعدہ ظہور اور عدم ظہور کا نام لیجئے۔

قولہ اور شیخ فدا حسین صاحب تو بموجب وعدہ آپ کے طالب ہوئے تھے انہوں نے ابتداء چھیڑ چھاڑ کی نہیں کی۔

اقول ہم ایسی لچر بات کی طرف التفات نہیں کرتے۔

قولہ اور جو کچھ آپ نے لکھا ہے اس کا جواب آپ کے لئے موجود ہے۔

اقول باوجود اطناب واطالت کلام کی ایک طالب علم کی کسی بات کا جواب نہ دے سکے بلکہ بعض کو بعینہ تسلیم اور بعض کا بالمعنی اقرار کر چکے سید نے لکھا تھا کہ آپ کے یہاں بوسہ فروج کا لینا درست ہے آپ اس کے جواب میں فرماتے ہیں ہم نے بوسہ لینے کی تاکید نہیں کی اگر حالت لذت میں لیا تو کیا قباحت ہے سید نے لکھا تھا کہ کلینی نے نقل کیا ہے امام معصوم سے کہ عورت کو ننگا کر کے اس کے پیشاب کے مقام کو دیکھنا اس سے بہتر کوئی لذت نہیں ہے آپ جواب میں فرماتے ہیں اس کے ستر کے دیکھنے میں کیا قباحت ہے سید نے لکھا تھا کہ مذہب شیعہ میں تحلیل فروج جائز ہے اب بعد تسلیم کر لینے کے ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ مثل نکاح کے ہے حالانکہ متقابل ومتغائر ہونا باہم دگر تحلیل اور نکاح کا اعتقاد ابن بابویہ و جامع عباسی سے ظاہر ہے۔

سید نے لکھا تھا کہ عاریت دینا فرج کا مذہب شیعہ میں جائز ہے چنانچہ استبصار میں لکھا ہے آپ جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر استبصار میں یہ روایت تھی تو آپ نے لکھا ہوتا اے

جناب اس وقت بوجہ اختصار کے روایت قلم انداز کی گئی اور صرف نام پر اکتفا کیا گیا جیسا کہ آپ نے اکثر مقام پر صرف کتاب کا نام لے دیا ہے اب لیجیے نہ فقط استبصار بلکہ متعدد کتابوں میں کتب اربعہ سے ملاحظہ کیجیے استبصار میں "باب حکم ولد الجارية المنحللة" میں مذکور ہے "سالت اباعبدالله عليه السلام عن عارية الفرج قال لاباس به" یعنی سوال کیا میں ابوعبداللہ علیہ السلام سے نسبت عاریت فرج کے فرمایا کہ کچھ قباحت نہیں اور تہذیب الاحکام ذیل ضروب النکاح میں ملاحظہ فرمایئے "روى الحسن بن سعد عن فضاله بن ايوب عن ابان بن عثمان عن الحسين قال سالت اباعبد الله عليه السلام عن عارية الفرج قال لاباس به قلت فان كان فيه ولد قال لصاحب الجارية الاان يشترط عليه" یعنی روایت کیا حسن ابن سعید نے فضالہ بن ایوب سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے حسین سے کہا انہوں نے کہ سوال کیا میں نے امام ابو عبداللہ علیہ السلام سے نسبت عاریہ فرج کے فرمایا کچھ قباحت نہیں میں نے کہا پس اگر لڑکا ہو فرمایا واسطے صاحب جاریہ کے مگر یہ کہ شرط کر لی جائے سید نے لکھا تھا کہ آپ کے یہاں مباح کر دینا ام ولد کا کسی پر منع نہیں آپ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ مباح کر دینے سے کیا مراد ہے اے جناب یہ جواب نہایت نفیس ہے سبحان اللہ فرمائیں تو آپ کے امام اعظم شیخ چلی ارشادالاذہان میں اور مراد آپ اہل سنت سے پوچھتے ہیں چنانچہ عبارت اس کی یہ ہے "يجوز ان يبيح الامة و ام ولده و مدبره و مملوكه لغيره" یعنی جائز ہے کہ اپنی لونڈی یا ام ولد یا مدبر یا مملوکہ کسی پر مباح کر دے سید نے لکھا تھا کہ متعہ دوری آپ کے مذہب میں جائز ہے جیسا کہ مصائب النواصب میں لکھا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ متعہ دوری ہمارے نزدیک باطل ہے اور پھر آگے چل کر فرماتے

ہیں کہ بوڑھی عورت میں از روئے شرع کیا قباحت ہے اے جناب سید نے بوڑھی اور جوان عورت کا ذکر نہیں کیا خیر آپ نے متعہ دوریہ کو اول مطلقاً باطل فرمایا پھر اس کو بوڑھی عورت میں مستثنیٰ فرمایا قطع نظر متناقض ہونے دونوں قولوں کے آپ نے بھی اسکے جواز کو بوڑھی عورت میں تسلیم کیا اور یہی سید کا مدعا تھا کہ آپ کے مذہب میں متعہ دوریہ جائز ہے سید نے لکھا تھا کہ متعہ کی حرمت میں کتب اربعہ میں حدیث حضرت علی سے موجود ہے "حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم لحوم الحمر الاهلية و نكاح المتعة" یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ حرام کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت گدھوں کا اور نکاح متعہ کا آپ فرماتے ہیں کہ تقیہ سے کہہ دیا تھا اس سے اس جگہ کچھ تعلق نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقیہ سے فرمایا یا حضرت علی نے خوف سے کہہ دیا سید کا مقصود کہ آپ کی کتب اربعہ میں حدیث حرمت متعہ کی موجود ہے آپکے جواب سے بھی ثابت ہو گیا سید کے آپ نے یہ جواب لکھے ہیں کہ جن پر آپ کو یہ جوش و خروش ہے۔

قال السید آپ جو ہم سے عدم جواز متعہ کا ثبوت طلب کرتے ہیں یہ عجب بات ہے کیوں کہ مانع سے دلیل نہیں طلب کی جاتی ہے بلکہ اس کو احتمال کافی ہے المانع يكفيه الاحتمال.

قال المجتہد آپ سے عدم جواز متعہ کا طلب کرنا عجب نہیں ہے اس واسطے کہ آپ نے اس کے اثبات عدم جواز کا دعویٰ کیا تھا۔

اقول جھوٹ ہے۔

قولہ اور آپ مانع ہرگز نہیں ہیں۔

اقول ... شیعہ ... جواز متعہ ... کے ...

قولہ بلکہ آپ مدعی عدم جواز کے ہیں۔

اقول یہ محض ادعا ہے۔

قولہ اور مانع تو آپ اس وقت ہو سکتے تھے کہ جب شیخ فدا حسین صاحب دعوی کرتے اس کے اثبات جواز کا۔

اقول فدا حسین بیچارے میں دعوی کرنے کی کیا لیاقت ہے مقتدائے فدا حسین مدعی جواز متعہ بلکہ قریب بوجوب کے ہیں۔

قولہ اور دعوی تو آپ نے کیا ہے عدم جواز کا۔

اقول لاریب جواز متعہ اہل تسنن کے نزدیک مسلم نہیں۔

قولہ اور وہ آپ سے ثابت نہ ہو سکا۔

اقول باوصف اس کے کہ اہل سنت کا منصب اثبات حرمت کا نہیں ہے کیونکہ وہ مانع ہیں اور مانع کو ثبوت پیش کرنا ضرور نہیں تاہم کتب اربعہ شیعہ سے کہ جن پر مذہب تشیع کا مدار ہے حرمت متعہ کو ثابت کر دیا گیا۔

قولہ تو اس سے گریز کر کے یہ عذر بیجا نکالا کہ ہم مانع ہیں اور مانع کو احتمال کفایت کرتا ہے۔

اقول عذر اور معذرت کو اس میں کیا دخل ہے اہل سنت ہمیشہ سے مانع جواز ہیں۔

قال السید ثبوت آپ کے ذمہ ہے کیوں کہ آپ مدعی جواز ہیں۔

قال المجیب ہر چند ہم مدعی جواز ہیں لیکن شیخ فدا حسین صاحب نے وعدہ اس کے اثبات جواز کا نہیں ہے۔

اقول اس کی نسبت تعرض ہو چکا کما مر مرارا۔

قولہ اور آپ نے اثبات عدم جواز کا دعوہ کیا تھا۔

اقول ہم مرۃ بعد اولی اور کرۃ بعد اخریٰ اس کا جھوٹ ہونا لکھ چکے ہیں۔

قولہ اسی واسطے اس کا اثبات آپ کے ذمہ تھا۔

اقول ثبت الجدار ثم انقش۔

قولہ اور ہر چند ہم نے وعدہ اثبات جواز کا نہیں کیا ہے لیکن تبرکاً و تیمناً کتب اہل سنت سے علی سبیل الاختصار ثابت بھی کر دیتے ہیں۔

اقول ہم بھی آپ کے اس ثبوت کو دیکھتے ہیں۔

قولہ قال اللہ فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ یعنی پس جو عورت کہ متعہ کیا ہے تم نے ساتھ اس کے ان عورتوں میں سے پس دو تم اجور ان کا مقرر کیا ہے۔

اقول ہم اس آیت کریمہ کی تفسیر اور اس کے متعلق شبہات اہل تشیع کی بہ تصریح کلام اور بہ تشریح تمام بحث متعہ میں لکھ چکے ہیں اور خدشات اہل تشیع کو کلام رب العالمین اور تفاسیر مخالفین سے باطل کر چکے ہیں انصاف تو فرمایئے کہ آیت "فما استمتعتم" کے ترجمہ میں آپ جو لفظ استمتاع کے معنی باوصف مخالف ہونے سیاق و سباق اور باوجود ترک کرنے معنی حقیقی کے بلا ضرورت اور مراد لینے معنی مجازی کے بغیر قرینہ متعہ متنازعہ فیہا کے لکھتے ہیں کیوں کر تسلیم کئے جائیں نہ قرآن اس کے موافق نہ اقوال مفسرین متقدمین اس کے مطابق آپ کو کیا تکلیف دی جائے۔

جناب والا صرف قرآن مجید کو کھول کر پارہ "و لو اننا" میں آیت "ربنا استمتع

بعضنا ببعض و بلغنا اجلنا الذی اجلت لنا قال النار مثوکم خالدین فیہا
کو ملاحظہ فرمائیں (یعنی اے رب ہمارے نفع پکڑا بعض ہمارے نے ساتھ بعض کے اور پہونچی
ہم کو ہماری موت وہ موت جو ہمارے واسطے ٹھہرائی تھی فرمائے گا آگ ہے گھر تمہارا رہا کرو اس
میں ہمیشہ) اب آپ اس آیت کو ملاحظہ کیجئے اور استمتاع کے معنی حقیقی چھوڑ کر معنی مجازی متعہ
کے لیجئے پھر آپ دیکھیں کیا لطف آئیگا اور کیا گل کھلے گا یعنی اگر آپ اپنی خوش فہمی سے اس آیت
میں لفظ استمتاع کے معنی متعہ متنازعہ فیہا کے لیں گے تو ہم بھی اس حکم "النار مثوکم خالدین
فیہا" کو جو متمتعین کے واسطے فرمایا گیا ہے بطیب خاطر آپ کو سنا دیں گے اور اگر اب بوجہ
عذاب دائمی متمتعین کے اس آیت میں عقیدہ میں تبدیل وتحریف کا موافق اپنے قانون مذہب
کے کہ جو آیت مخالف تشیع ہے محرف ہے اور جو حدیث مغائر ہے تقیہ ہے پیش کریں گے تو ہم اس
آیت کے ماسبق میں جو آیت "لا مبدل لکلماتہ" واقع ہے یعنی نہیں ہے کوئی بدلنے والا اللہ
کے کلام کا فوراً آپ کو سنا دیں گے اور اگر آپ اس آیت سے اعراض فرما کر فرار اختیار فرمائیں
گے تو پھر ہم اسی آیت "فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة" پر
آپ کو دامن کشاں کشاں لائیں گے اور عرض کریں گے کہ حضرت فرار کو قرار پر اور عار کو نار پر
اختیار نہ فرمائیے اور صاف ارشاد کیجئے کہ آپ نے اس آیت کے ترجمہ میں لفظ استمتاع کے معنی
متعہ کے اور لفظ اجور کے معنی اجورہ کے لئے ہیں یہ صحیح ہیں
یا آپ کے مفسر معتمد ملا فتح اللہ شیعی نے تفسیر منہج الصادقین میں معنی استمتاع کے نفع کے اور اجور
کے مہور کے لکھے ہیں وہ صحیح ہیں کیوں کہ ایک کی تصدیق وتکذیب دوسری کے صدق وکذب کو
مستلزم ہے ہم عبارت اس کی قبل میں نقل کر چکے ہیں اور پھر آپ کے واسطے تنبیہاً ذکر کرتے

(1)- [illegible]

ہیں "فما استمتعتم" پس ہر کہ برخورداری یافتید بہ بدو ملبهن از زنان فاتوهن پس بدہید ایشان را اجورهن مہرہائے ایشان اور اگر آپ اس میں بھی کچھ چوں وچرا کریں گے اور اپنی لیاقت مجتہدانہ سے معنی استمتاع کے متعہ متنازعہ فیہا کے ہی لیں گے تو اسی آپ کے رسالہ اثبات المتعہ کے سترہویں صفحہ کو کھول کر رکھ دیں گے اور کہیں گے کہ دیکھئے آپ نے شرائع الاسلام سے جو عبارت عربی نقل کی ہے اور اس میں جو لفظ استمتاع کا واقع ہے اس کے معنی آپ نے اٹھارہویں سطر میں فائدہ اٹھانے کے لیے ہیں پھر اب فرمایئے کہ آیت میں جو لفظ استمتاع کا واقع ہے اس میں خلاف ماسبق اور مخالف مالحق اور مغائر استعمال کلام رب العالمین اور مبائن تفسیر منہج الصادقین اور مناقض قول نفس خود رئیس المجتہدین متعہ متنازعہ فیہا کو کیوں داخل فرماتے ہیں۔

قولہ اس آیت سے متعہ کی وجہ سے ثابت ہے ایک تو یہ کہ اکثر مفسرین اہل سنت نے اتفاق کیا ہے کہ یہی آیت جو بالفعل قرآن میں موجود ہے قطع نظر دوسری قرأت کے متعہ کے مباح ہونے میں نازل ہوئی ہے۔

اقول جناب والا نے اس قول میں آیت "فما استمتعتم" کو واسطے ثبوت متعہ کے نقل کیا اور اس کے ثبوت کو اوپر دو وجہ کے قائم کیا وجہ اولی میں یہ دعوی فرمایا کہ اکثر مفسرین اہل سنت نے اتفاق کیا ہے کہ یہی آیت جو بالفعل قرآن میں موجود ہے قطع نظر دوسری قرأت کے متعہ کے مباح ہونے میں نازل ہوئی ہے اور اس دعوی کی استشہاد میں پانچ تفسیروں کے نام کو لکھ دیا حالانکہ کسی تفسیر اہل سنت میں اس دعوی کا نشان نہیں بہر حال ہم کو ابھی اس میں کلام نہیں فقط لفظ بالفعل پر بالفعل کلام ہے۔

جناب والا کا یہ ارشاد کہ یہی آیت جو بالفعل قرآن میں موجود ہے سراپا ضلال اور

موجب وبال ہے دیکھیے کہ لفظ بالفعل کس درجہ قرآن مجید کے تحریف و تبدیل پر دال ہے اور قائل اس کا اہل سنت "ایدیهم الله تعالی" کے نزدیک مضل وضال ہے نسبت کرنا اس مقولہ کا کہ یہی آیت جو بالفعل قرآن میں موجود ہے طرف مفسرین اہل سنت کے محض افترا و بہتان ہے حاشا کہ اہل سنت تحریف کلام مجید کے قائل ہوں یا تبدیل آیات فرقان حمید کی طرف مائل ان کو تو وعدہ واثق "انا[1] نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون" پر اذعان ہے اور حکم ناطق "لا[2] مبدل لکلماته" پر ایقان ہے آپ کے اکابر نے تحریف قرآن کی تصریح کی ہے اور نہایت طمطراق سے تشریح کی ہے آپ کو زیبا نہیں کہ ایسے مقولہ دالہ علی التحریف کو اہل سنت کی طرف منسوب کریں اور اپنے عقیدہ مضمرہ کی اس پہلو میں تشریح کریں کتب اربعہ کو لیجیے اور ان میں سے کلینی کو دیکھ لیجیے یہ وہ کتاب ہے کہ حضرت صاحب العصر علیہ السلام کی نظر سے گذر چکی ہے اور اقدم اصول اربعہ قرار پا چکی ہے۔

ملاحظہ کیجیے ہشام ابن سالم سے اس روایت کو لیجیے کہ حضرت امام ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو قرآن بتوسط حضرت جبرئیل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس میں سترہ ہزار آیتیں تھیں عبارت اس کی یہ ہے "عن هشام ابن سالم عن ابی عبد الله علیه السلام ان القران الذی جاء جبریل الی محمد صلی الله علیه وسلم سبعة عشر الف آیة"۔

خیال فرمایئے کہ اس حدیث معصوم مرویہ کلینی کے موافق جو قرآن کہ بقول آپ کے بالفعل موجود ہے چوتھائی سے کس قدر زیادہ قرار پاتا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ وہی ہشام ابن سالم ہے کہ جو اللہ کو کھوکل بتاتا ہے اب اس چوتھائی قرآن کی کیفیت سنئے اور اسی کلینی میں

---

(۱)۔ پارہ ۱۴ رکوع ۱ (۲)۔ پارہ ۱۵ رکوع ۱۵

حدیث محمد ابن الجہم الہلالی کو مطالعہ کیجئے کہ وہ روایت کرتا ہے امام ابو عبد اللہ علیہ السلام سے کہ "امة هی اربی من امه" نہیں ہے آیت کلام اللہ کی بلکہ تحریف کی گئی ہے اصل میں "ایمة هی ازکی من ایمتکم" ہے عبارت اس کی یہ ہے "عن محمد ابن الجهم الهلالی عن ابی عبد الله علیه السلام ان امة اربی من امه لیس کلام الله بل محرف عن موضعه و المنزل ایمة هی ازکی من ایمتکم" حضرت مخاطب خیال فرمائیں کہ چوتھائی قرآن جو بالفعل بچا بچایا رہ گیا ہے اس میں حدیث معصوم مرویہ محمد ابن الجہم الہلالی کیسے صاف صاف تبدیل وتحریف کو بیان کر رہی ہے کیا لفظ لیس کلام الله مندرجہ حدیث امام ابو عبد اللہ نہیں تبدیل وتغیر قرآن پر دلالت کرتا ہے اور کیا لفظ بل محرف نسبت امة هی اربی من امة نہیں تحریف کلام الٰہی کو ظاہر کر رہا ہے اور پھر اسے چوتھائی قرآن میں تنقیص کی نسبت اسی کلینی میں حدیث حکم ابن عتبہ کو ملاحظہ فرمایئے وہ کہتا ہے پڑھا علی ابن الحسین نے آیت "و ما ارسلنا من قبلك من رسول و لا نبی الا اذا تمنی" میں و لا محدث کو بعد و لا نبی کے اور فرمایا کہ تھے علی ابن ابی طالب محدث یعنی اس آیت میں امام نے لفظ و لا محدث کا بڑھایا جو آیت مندرجہ چوتھائی قرآن میں نہیں ہے عبارت اس کی یہ ہے "عن الحکم ابن عتبة انه قال قرأ علی ابن الحسین و ما[1] ارسلنا من قبلك من رسول و لا نبی و لا محدث و قال کان علی ابن ابی طالب محدثا" اور پھر اسی قرآن کی تنقیص میں حدیث سالم ابن سلمہ کو اسی کلینی میں معائنہ فرمایئے کہا اس نے کہ پڑھا ایک شخص نے امام عبد اللہ کے سامنے کچھ کلموں کو قرآن سے کہ نہیں پڑھتے ہیں اس کو آدمی فرمایا امام نے

(۱) پارہ ۱۷ رکوع ۱۳ آیت ۵۲

سکوت کران قرائتون سے اور پڑھ تو جیسا کہ پڑھتے ہیں اس کو آدمی یہاں تک کہ قائم ہو قائم یعنی حضرت امام آخرالزماں بس جس وقت کہ قائم ہوں گے قائم پڑھے جائیں گے۔

کتاب اللہ کی اپنی حد تک عبارت اس کی یہ ہے "عن هشام ابن سالم قال قرأ رجل علی ابی عبد الله و انا اسمعه حروفا من القران ليس ما يقرأه الناس فقال ابو عبد الله مه اكفف عن هذه القرأة و اقرء كما يقرأه الناس حتى يقوم القائم فاذا اقام القائم قرأ كتاب الله على حده" یہ بھی لحاظ رہے کہ لفظ قرأت سے قرأت سبعہ پر کہ جو اہل اسلام میں مروج و متداول ہیں نہ ٹالئے گا کیونکہ اس میں تقیہ کی ضرورت اور چھپانے کی حاجت نہ تھی انتظار آخرالزمان امام مہدی اور ان کے وقت میں پڑھنا کلام الٰہی کا علیحدہ صاف تبدیل و تنقیص کلام الٰہی کو کہ جو بقول آپ کے بالفعل موجود ہے بیان کر رہا ہے بالجملہ قریب چوتھائی کلینی کے چوتھائی کلام اللہ میں تبدیل و تنقیص تحریف و تغیر کو خبر دے رہی ہے۔

اب جناب سامی ملاحظہ فرمائیں کہ جس قرآن کی نسبت ائمہ فرماتے ہیں کہ اس سے بارہ ہزار آیات سے زائد نکال ڈالی گئی ہیں اور جو بچی بچائی ہیں ان میں بھی بعض پر فرمان واجب الایقان یہ صادر ہوتا ہے کہ "ليس من كلام الله بل هو محرف عن موضعه" اس سے آپ ایک آیت نقل کر کے متعہ کے ثبوت کے واسطے اس قدر کیوں کاوش اور جانفشانی فرماتے ہیں آیت محرمہ متعہ پر تو اس قدر فرما دینا کہ "ليس من كلام الله بل هو محرف الخ" کافی ہے اور آیات مجوزہ متعہ کو اثنا عشر الف آیہ میں شمار کر دینا وافی ہے۔

ایک کہانی ابن شہر آشوب مازندرانی کی بھی مختصراً اور سن لیجیے وہ لکھتے ہیں کتاب المثالب میں کہ بعضے سورتیں بتمامہا نکالڈالی گئیں مثل سورۃ الولایت اور بعضی سورتیں با کثرہا

ساقط کردی گئیں مثل سورۃ الاحزاب اور لفظ ویلك قبل و لا تحزن ان الله معنا اور لفظ
عن ولایت علی بعد آیت "وقفوهم انهم مسئولون[1]" سے اور لفظ یملکه بنوامیه
بعد آیت "خیر من الف شهر[2]" سے اور لفظ علی ابن ابی طالب بعد آیت کفی الله
المؤمنین القتال[3] سے اور لفظ آل محمد آیت و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب
ینقلبون[4] سے اور لفظ علی بعدو لکل قوم هاد[5] سے نکالڈالے گئے مگر حضرت شہر
آشوب نے جو اس قدر کمی کے ساتھ سور اور آیات مخرجہ کو بیان کیا شاید حدیث امام معصوم مندرجہ
کلینی کے کہ جس میں بارہ ہزار سے زیادہ آیات مخرجہ کا تخمینہ ہوتا ہے نظر نہ پڑی ہوگی یا کسی
مصلحت سے تنزل فرمایا ہوگا ملازمان والا ایک ترانہ اپنے قبلہ وکعبہ مجتہد لکھنوی کا اور سن لیجئے گا
غالباً اس کو سن کر محظوظ و مسرور ہوئے گا حضرت مجتہد صاحب عماد الاسلام میں یوں فرماتے ہیں
کہ تحریف قرآن میں بہ تسلیم احادیث واخبار یقینی ہے کسی طرح سے شک نہیں ہے لیکن تحریف
کیوں کر واقع ہوئی اس کے جانے پر تیقن قطعی نہیں ہے اس میں احتمالات ہیں ایک احتمال تحریف
واقع ہونے کا قرآن میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم ہے کہ آپ کس قدر
اپنی قوم سے تقیہ کرتے تھے باوصف اس امر کے کہ حضرت علی کے خلیفہ کرنے کی بدرجہ اتم رغبت
رکھتے تھے پس احتمال ہے کہ حضرت نے صحابہ کے اسلام ظاہری کے حفظ کے واسطے بحکم خدا یہ
طریقہ نکالا ہو کہ اصل قرآن کو کہ جس میں ائمہ کی مدح میں نام بنام آیتیں اور منافقین کی مذمت
میں نام بنام سورتیں مندرج تھیں بحکم خدا حضرت علی کو دے دیا ہو کہ صحابہ ائمہ کی تعریف اور اپنا
نفاق قرآن میں دیکھ کر ظاہراً اسلام سے مرتد نہ ہو جائیں اور بقدر مصلحت کے ان کو بھی دیدیا ہو

---

(۱)۔پارہ ۲۳ رکوع ۳ (۲)۔پارہ ۳۰ سورۃ قدر (۳)۔پارہ ۲۱ رکوع ۱۸ (۴)۔پارہ ۱۹ رکوع ۱۵ (۵) پارہ ۱۳ رکوع ۷

اور چونکہ یہ لوگ باعث ہوئے تحریف قرآن کے اس واسطے تحریف کی نسبت انہیں کی طرف کی جاتی ہے عبارت اس کی یہ ہے "بعد التيا و التى مقتضية تلك الاخبار ان التحريف فى الجملة فى هذا القران بين ايدينا بحسب زيادة بعض الحروف و نقصانه بل بحسب بعض الالفاظ و بحسب الترتيب فى بعض المواضع قد وقع بحيث مما لا يشك فيه مع تسليم تلك الاخبار نعم لامجال لعقولنا فى هذا الزمان يحصل الجزم باحد الوجوه المحتملة عند العقل لكيفية وقوع تلك التحريفات بعينه فان الاحتمالات فيها كثيرة الى ان قال و منها انه معلوم من حال النبى كما لايخفى على المتفحص الزكى ذى الحدث الصائب مع انه كمال رغبته على تخليفه على كان فى غاية التقية عن قومه و لهذا عندى دليل و امارات لاتسع المقام ذكرها فيحتمل عند العقل ان النبى حفظا لبيضة الاسلام الظاهرى اودع القران النازل المشتمل على نصوص اسماء الائمة و اسماء المنافقين مثلا عند محارم اسراره كعلى بامر الله لئلا يرتد القوم باسرهم لما علم من حالهم عدم احتمال ذلك اظهر هم بقدر ما علم المصلحة فى اظهاره و لما كانوا هم الباعثون للنبى على ذلك كان الاسناد اليهم فى مجله".

جناب سامی ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت مجتہد صاحب لکھنوی نے سب جھگڑا چکا دیا اور کل قصہ کا فیصلہ کر دیا بے تکلف خدا اور رسول اور صحابہ کو محرف کتاب اللہ ٹھہرا دیا خدا کو امر تحریف اور رسول کو مرتکب تحریف اور صحابہ کو باعث تحریف قرار دے دیا بہر حال ارتکاب تحریف قرآنی

ٹھہرائے گئے کہ انہوں نے رسول اللہ کو تحریف کلام اللہ کا بے کھٹکے حکم دے دیا جیسا کہ لفظ بامر اللہ سے مستنبط ہے اور رسول یوں محرف قرار دیئے گئے کہ انہوں نے صحابہ کے اسلام ظاہری بچانے اور مرتد نہ ہو جانے کے واسطے پورا قرآن حضرت علی کے سپرد کر دیا جیسا کہ لفظ "لبیضة الاسلام الظاهری اور لفظ لئلا یرتد القوم باسرهم" سے ظاہر ہے اور بقدر مصلحت تھوڑا سا موافق صحابہ کے صحابہ پر بھی ظاہر فرما دیا اور صحابہ اس وجہ سے محرف کتاب خدا بنائے گئے کہ یہ باعث تحریف ہوئے یعنی نہ باطن میں منافق ہوتے نہ ان کی مذمت میں آیتیں اترتیں نہ رسول اللہ تقیہ فرما کر اصل قرآن کو چھپاتے۔

واہ سبحان اللہ حضرت مجتہد المتشعین نے اپنی فہم عالی سے خوب احتمال کیفیت وقوع تحریف قرآن میں ایجاد فرمایا کہ جس میں خدا اور رسول و صحابہ کو محرفین میں داخل فرما کر آخر کو صحابہ کو باعث تحریف قرآن ہونا ثابت فرمایا یعنی معاذ اللہ خدا کو بھی صحابہ کا اسلام ظاہری قائم رکھنے کے واسطے اپنے رسول کو حکم تحریف قرآن کا دینا پڑا اور انجام کو اسی قدر قرآن جتنا کہ مطابق مصلحت و موافق صحابہ کے تھا ظاہر کرنا پڑا کاش اول ہی اس امر کا بندوبست کرتے اور ان آیتوں کو نہ نازل کرتے تو کیوں یہ پشیمانی اور جانفشانی اٹھاتے اور کیوں حکم تحریف قرآن شریف کا فرماتے غالباً پہلے خدا کو نفاق صحابہ کا ظاہر نہ تھا اور انجام کو ان کے غلبہ ہونے پر وہ ماہر نہ تھا کیوں کہ گاہے گاہے ایسا ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ بعض امور کے انجام سے جاہل ہوتا ہے گو بعد کو واقف ہو جاتا ہے چنانچہ ابن بابویہ نے کتاب الاعتقادات میں فرمایا ہے کہ ظاہر ہو جاتا ہے خدا کو ایک امر کہ پہلے وہ معلوم نہیں ہوتا ہے اس کی عبارت یہ ہے "بدأ له فی الامر ای ظهر له مالم یظهر اولا" یعنی ظاہر ہوا اس کو ایک امر کہ آگے اس سے ظاہر نہ تھا اسی کو اہل تشیع بدء

کتاب التوحید میں فرماتے ہیں کہ بدء مخصوص اہل تشیع سے ہے مخالفین اس کو قبول نہیں کرتے ہیں بلکہ امام رازی اور امثال ان کے اس امر میں تشنیع کرتے ہیں عبارت اس کی یہ ہے "و القول بالبدأ مختص بالشیعة واستبعد مخالفوھم فیه بل شنع امام رازی و امثاله فی ھذا القول"۔

جناب سامی یہ بھی لحاظ رکھئے گا کہ بدء کو نسخ میں نہ ملا دیجئے گا جیسا کہ آپ کے مجتہد بدء اور نسخ کو ایک ہی کہہ دیا کرتے ہیں کیوں کہ نسخ میں رجوع ہوتا ہے حق سے طرف حق کے بوجہ حکمت اور مصلحت کے اور بدء میں رجوع ہوتا ہے ایک امر سے کہ وہ کبھی حق نہیں ہوتا ہے چنانچہ صاحب شافی شارح کلینی نے لکھا ہے "بان النسخ رجوع عن امر الحق الی الاخر منه لمصالح و حکم عند الله تعالی و البدأ رجوع عن امر قد یکون لیس بحق" سچ ہے اگر ان آیتوں کا نازل کرنا جو مخالف صحابہ کے تحسین حق ہوتا تو کیوں اپنے رسول کو قرآن کے تحریف کرنے کے واسطے حکم فرماتا جناب مجتہد المتشعین کے قول کے مطابق خدائے تعالیٰ تو مرتکب فعل عبث کا ہو چکا اور صحابہ کا اسلام ظاہری بچانے کے واسطے حکم بالتحریف دے چکا اور آمر تحریف القرآن قرار پا چکا اور اگلی کی گئی پریشانی اٹھا چکا کیا خوب قدر اللہ تعالیٰ کی حضرات نے فرمائی۔

سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "وما قدروا الله حق قدره" مگر جناب والا میرے خیال میں نہیں آیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس واسطے پورے قرآن کو چھپایا اور کیوں صحابہ سے مخفی فرمایا جیسا کہ کلمات جناب امام المتشیعین کے "اودع القران النازل عند محارم اسراره کعلی" ظاہر کر رہے ہیں اگر سمجھا جائے کہ یہ فعل رسول سے صرف بحکم من اللہ صادر ہوا جیسا کہ کلمۂ بامر اللہ جناب رئیس المجتہدین کی عبارت میں وارد ہے تو چاہئے تھا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ خدا کے سامنے دست بستہ عرض کرتے کہ حضرت آپ ہی ایسے قرآن کو نازل نہ فرماتے کہ جس کا آج چھپانا ضرور ہوا بھلا مجھ کو کیوں کاتمین بینات میں داخل فرماتے ہو اور معاذ اللہ کیوں وعید شدید "ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات و الھدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون"[1] کا مستحق بتاتے ہو آپ ہی تو کاتمین کے حق میں یوں فرماتے ہیں اور آپ ہی مجھ سے حکم فرما کر پورے قرآن کو چھپواتے ہیں بہر حال اگر حضور کا مخفی کروانے کا قصد تھا تو کاتمین کے حق میں اس وعید شدید اولئک یلعنھم اللہ و یلعنھم لاعنون" فرمانے کی کیا ضرورت تھی اور اگر کاتمین کے واسطے وعید شدید فرمائی گئی تو مجھ سے فرمان کتمان قرآن کی کیا حاجت تھی معلوم نہیں خدائے تعالیٰ اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دیتا یا اپنے اس فرمان واجب الاذعان پر بھی پشیمان ہو جاتا سب سے زیادہ سہل تو یہ بات تھی کہ وقت امر بالتحریف کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کو اٹھا لیتے اور خدا کے حوالہ کر دیتے اور فرما دیتے کہ میں کیوں "یحرفون الکلم" میں داخل ہوں اور معاذ اللہ خواہ مخواہ اپنی ذات کو متصف بصفت کفرہ کر لوں آپ کو اختیار ہے آپ کی کتاب ہے چاہئے بنایئے چاہئے بگاڑیئے مفت میں میرا پیچھا نہ لیجئے اس امر میں نہ زیادہ گفتگو کی ضرورت تھی نہ اعتراض کی حاجت مگر شاید یہ بھی عذر مقبول نہ ہوتا کیوں کہ مقام غدیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے خلیفہ کرنے سے مکرر سہ کرر استغفار کیا لیکن وہ مقبول نہیں ہوا بلکہ الٹا عتاب ہوا جیسا کہ روایت کتاب روضہ شیخ مفید سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد حجۃ الوداع کے جب توجہ

---

[1] ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو ہماری اتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ ہم نے واضح کر دیا لوگوں کے لیے کتاب میں ان ہی لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرتے والوں کی لعنت

مدینہ منورہ کی طرف فرمائی راہ میں حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور عرض کیا کہ اے رسول خدا کے اللہ تعالیٰ بعد سلام کے فرماتا ہے کہ علی کو تم امام کر دو اور اپنی امت کو ان کی خلافت کی خبر دیدو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بھائی جبرئیل اللہ جانتا ہے میرے اصحاب کے بغض کو علی کے ساتھ میں میں خوف کرتا ہوں کہ میں علی کو خلیفہ کروں اور وہ سب جمع ہو کر میری ایذا دہی پر مستعد ہو جائیں پس معافی چاہو تو اس حکم میں رب میرے سے پس چڑھ گئے حضرت جبرئیل اوپر اور حضرت کے جواب کو اللہ کے سامنے عرض کیا اللہ نے پھر انکے پیروں اتارا اور وہی حکم فرمایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی معافی چاہی جو پہلے چاہی تھی پھر حضرت جبرئیل چڑھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کو عرض کیا پھر اللہ نے حضرت جبرئیل کو ساتھ عتاب شدید کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا آخر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب صحابہ کو جمع کر کے حضرت علی کو خلیفہ کر دیا عبارت اس کی یہ ہے "ان اللہ تعالی انزل جبریل علیه السلام علی النبی صلی الله علیه وآله وسلم بعد الفراغ من حجة الوداع و التوجه الی المدینة فی الطریق فقال یا محمد ان الله یقرئك السلام ویقول لك انصب علیا للامامة و نبه امتك علی خلافته فقال النبی صلی الله علیه وسلم یا اخی جبریل ان الله یعلم بغض اصحابی لعلی انی اخاف منهم ان یجتمعوا علی اضراری فاستعف بی ربی فصعد جبریل و عرض جوابه علی الله فانزله الله مرة اخری و قال النبی صلی الله علیه واله وسلم مثل ماقال او لا فاستعفی النبی صلی الله علیه وسلم کما فی المرة الاولی ثم صعد جبریل فکرر جواب النبی صلی الله علیه واله وسلم فامره الله بتکریر نزوله معاتباً مشددا علیه لقوله یا ایها الرسول بلغ ما

انزل اليك من ربك و ان لم تفعل فما بلغت رسالته والله يعصمك من الناس الاية فجمع اصحابه و قال يا ايها الناس ان عليا امير المؤمنين و خليفة رسول رب العالمين ليس لاحد ان يكون خليفة بعدي سواه من كنت مولاه فعلى مولاه اللهم و ال من و الاه و عاد من عاداه انتهى بحروفه[1] اور اگر یہ گمان کیا جائے کہ اللہ نے رسول اللہ کو اخفاء قرآن کا اس وجہ سے حکم فرمایا کہ صحابہ اس کو دیکھ کر مرتد نہ ہو جائیں جیسا کہ جناب مجتہد المتشیعین عماد الاسلام میں "لئلا یرتد القوم باسرهم" ارشاد فرماتے ہیں تو معاذ اللہ اخفاء قرآن میں ہدایت اور وہ بھی ناقص اور اظہار قرآن میں ضلالت اور وہ بھی کامل قرار پاتی ہے اور صفت قرآن کی "هدى للناس كلية" معطل اور بیکار ہوئی جاتی ہے معاذ اللہ خدا سے بھی کچھ بن نہ پڑا قرآن کو نازل تو کر بیٹھے لیکن آخر کو یہی کہنا پڑا کہ اب تم اس قرآن کو جھٹ پٹ چھپاؤ ورنہ اسلام ظاہری سے بھی صحابہ کے ہاتھ اٹھاؤ والعیاذ باللہ۔

حضرت جبرئیل بھی کہتے ہوں گے کہ یہ عجیب خدا ہے کہ کبھی تو ہمارے ہاتھ آیت "بلغ ما انزل اليك من ربك" کو نازل فرماتا ہے اور کبھی "لاتبلغ ما انزل اليك بل استره فى محارم اسراره كعلى" کا حکم فرماتا ہے اے اہل اسلام جناب رئیس المجتہدین نے تو اس ترانہ میں نہ خدا کی خدائی کو قائم رکھا اور نہ رسول کی رسالت کو باقی رکھا سب کو مغلوب

---

[1] ترجمہ:۔ اے رسول اسے پہنچا دو جو آپ کی طرف اتارا گیا اپنے رب کی طرف سے اور اگر ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا پیغام نہ پہنچایا اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔ (الآیۃ)

ترجمہ حدیث:۔ پھر اپنے اصحاب کو جمع کیا اور فرمایا اے لوگو بیشک علی مومنوں کے امیر اور رسول رب العالمین کے خلیفہ ہیں اور میرے بعد ان کے سوا کوئی اور خلیفہ نہ ہوگا۔ جس کا میں آقا ہوں اس کے علی آقا ہیں۔ اے اللہ تو اس سے محبت فرما جو علی سے محبت کرے۔ (حدیث)

اور عاجز اور محرف قرآن اور مغیر فرقان ٹھہرا دیا بہر حال ہم کو ایک قسم سے ممنون بنالیا کہ صحابہ کو تبدیل و تحریف قرآن سے بری کر دیا گو باعث تحریف قرار دے گئے مگر اصل تحریف سے بچائے گئے الغرض ناظرین اس ترانہ کو کہاں تک سنیں گے اور عاقلین اس فسانہ سے کہاں تک نہیں گے۔

فغاں میں آہ میں فریاد میں شیون میں نالہ میں

سناؤں درد دل طاقت اگر ہو سنے والے میں

آمدم بر سر مطلب جناب سامی نے کس قدر ہٹ دھرمی سے اتنا بڑا دعوی کہ اکثر مفسرین اہل سنت نے اتفاق کیا ہے کہ یہی آیت کہ جو بالفعل قرآن میں موجود ہے قطع نظر دوسری قرأت کے متعہ کے مباح ہونے میں نازل ہوئی ہے کر دیا اور اس کی تصدیق میں کس درجہ بے شرمی سے کبیر و مدارک اور زاہدی اور زمخشری اور در منثور کا نام لکھ دیا اور کیسی بیباکی سے سب تفسیروں میں کبیر کو مقدم کر دیا اور کتنی بڑی چالاکی سے زمخشری کو اہل سنت میں داخل کر دیا اب آپ اپنے اس دعوی کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور اس کے جھوٹے ہونے کو انہیں تفسیروں میں مطالعہ فرمائیں۔

قولہ چنانچہ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں عمران بن حصین سے روایت کی ہے کہ "نزلت آية المتعة فى كتاب الله و لم ينزل بعدها آية تنسخها" یعنی نازل ہوئی ہے آیت متعہ کی کتاب خدا میں اور نہ نازل ہوئی بعد اس کے ایسی کوئی آیت کہ منسوخ کردے اس کو۔

اقول حضرت مخاطب تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد تیسری میں تحت آیہ کریمہ "فما استمتعتم

به منهن فاتوهن اجورهن فريضة" کی ملاحظہ کریں اور اپنے دعویٰ کی تردید کو نہ ایک طرح بلکہ سو طرح سے مطالعہ کریں اگر کچھ حیا ہو تو شرم کو کام فرمائیں ورنہ اپنی دعویٰ سے مکدر اور پشیماں ہو جائیں اور آئندہ کو ایسے دعووں سے باز آئیں اور تقلید مجمع البحرین اردو کتاب سے ہاتھ اٹھائیں خلاصہ آپ کے دعویٰ کا یہ ہے کہ اکثر مفسرین اہل سنت کا اتفاق ہے کہ یہ آیت متعہ میں نازل ہے اور اس کی تصدیق میں صرف پانچ تفسیروں کا نام لیا ہے اور سب میں تفسیر کبیر کو مقدم کیا ہے اور ایک روایت عمران ابن حصین کو جہالۃً یا تجاہلاً اس سے نقل کیا ہے کاش اگر آپ تقلید مجمع البحرین اردو کتاب سے دست کش ہوتے اور کسی ذی علم سے اس مقام کو خود بھی سمجھ لیتے تو اس قدر ذلت و رسوائی نہ اٹھاتے سنئے امام المتکلمین امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر تحت آیت کریمہ میں فرماتے ہیں "في هذه الاية قولان احدهما وهو قول اكثر العلماء ان قوله ان تبتغوا باموالكم المراد منه ابتغاء النساء بالاموال على طريق النكاح فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن اى مهورهن فان استمتع بالدخول بها اتها مهرها بالتمام و ان استمتع بعقد النكاح امتها نصف مهر" یعنی اس آیت میں دو قول امت کے ہیں اکثر علماء امت کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تبتغوا باموالكم میں یہ فرمایا ہے کہ چاہو تم عورتوں کو ساتھ مالوں کے اوپر طریقہ نکاح کے پس جبکہ نفع پاؤ تم ساتھ اسی عورت کے ان میں سے پس دو تم مہر ان کے پس اگر نفع پکڑے ساتھ وطی کے ادا کرے تمام مہر کو اور اگر نفع پکڑے صرف ساتھ عقد نکاح کے ادا کرے نصف مہر دیکھئے امام المتکلمین اس آیت کریمہ کی نسبت یوں فرماتے ہیں کہ امت رسول اللہ کی اس آیت میں دو قول ہیں اکثر علماء امت کا تو یہ قول ہے کہ یہ آیت متعلق ہے قول اللہ جل جلالہ "و ان تبتغوا باموالكم" کے اور مراد اس سے چاہنا عورتوں کا بعوض مال کے اوپر طریقہ

نکاح کے نہ اوپر طریقہ متعہ کے اور اسی واسطے امام نے اجور کی تفسیر مہور کے ساتھ کی اور اس کے بعد اسی مسئلہ شرعی کو بھی متعلق مہر کے لکھ دیا کہ اگر مباشرت بعد نکاح کے کرلی تو کل مہر ادا کرنا واجب ہے اور قبل مباشرت بعد نکاح نصف مہر ادا کرنا لازم ہے کہاں آپ کا وہ دعوی مکذبہ کہ اکثر مفسرین اہل سنت کا اتفاق ہے کہ یہ آیت اباحت متعہ میں نازل ہوئی ہے اور کہاں امام المتکلمین کا یہ قول مصدقہ کہ اکثر علماء امت کا اتفاق ہے کہ یہ آیت نکاح میں فرمائی گئی ہے آپ صرف اہل سنت سے اکثر مفسرین کو لکھتے ہیں کہ انہوں نے نزول آیت کو باب متعہ میں اقرار کیا ہے اور امام المتکلمین امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر علماء کو تحریر فرماتے ہیں کہ انہوں نے نزول آیت کو باب متعہ سے انکار کیا ہے بلکہ نکاح میں تسلیم کیا ہے اور ماسبق سے متعلق کرکے اسی پر متفرع کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ امام فرماتے ہیں کہ صرف اہل سنت ہی منکر نزول آیت کے باب متعہ میں نہیں ہیں بلکہ اس امت کے اکثر علماء اس امر کے قائل ہیں کہ یہ آیت باب متعہ میں نازل نہیں ہوئی ہے امام نے اکثر کا لفظ اسی واسطے وارد فرمایا ہے کہ اس میں بہتر فرقوں کو اس امت سے داخل فرمایا ہے یعنی ان کے نزدیک متعہ حرام ہے اور یہ آیت متعہ سے تعلق نہیں رکھتی البتہ ایک فرق اہل تشیع کا متعہ کے اباحت کو روایت کرتا ہے اور اس آیت کو متعہ میں مانتا ہے اور اسی وجہ سے بہ نسبت کثرت فرق کے بمقابلہ اکثر بعض میں اہل تشیع کو داخل فرمایا ہے چنانچہ اسی تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد تیسری صفحہ ۲۸۶ میں فرماتے ہیں "فالشیعة یروون عنه اباحت المتعة" یعنی پس شیعہ روایت کرتے ہیں حضرت علیؓ سے متعہ کے مباح ہونے کو باوصف اس کے کہ اس کی بھی تردید اسی صفحہ میں یوں فرمائی "وروی محمد بن علی المشھور بمحمد ابن الحنفیة ان علیًا مر بابن عباس وھو یفتی بجواز المتعة فقال امیر

المؤمنین انہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عنہا و عن لحوم الحمر الاہلیۃ"
ترجمہ روایت کیا ہے حضرت محمد ابن الحنفیہ لڑکے جناب مرتضوی نے کہ تحقیق
جناب مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہ گذرے ابن عباس کے پاس ہو کر اس وقت وہ جواز متعہ کا فتویٰ
دیتے تھے حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ اے ابن عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع
کر دیا ہے متعہ اور گوشت گدھے اہلی سے اور پھر امام نے اسی صفحہ میں روایت ثالثہ میں ممنوع
ہونے متعہ پر حضرت ابن عباس کے اقرار کو نقل کر کے یوں فرمایا ہے "انہ اقر صارت
منسوختہ" ترجمہ یعنی حضرت ابن عباس نے اقرار کیا کہ متعہ ممنوع ہو گیا اور پھر اسی صفحہ میں
حضرت ابن عباس کی توبہ کو اس طرح نقل فرمایا ہے "انہ قال عند موتہ اللھم انّی اتوب
الیک من قولی فی المتعۃ" ترجمہ ابن عباس نے حالت نزع میں کہ یا اللہ تحقیق میں توبہ کرتا
ہوں طرف تیرے قول اپنے سے بیچ متعہ کے الغرض جناب سامی ایسی جرأت نہ کیا کریں کہ کسی
کتاب کا بے دیکھے دکھائے صرف تقلیداً حوالہ دے دیا کریں اور اپنے اکابر کی لکیر کے فقیر بن
جائیں اور ذرا بھی دنیا و آخرت کی رسوائی کا خیال نہ لائیں اگر آج قلم لے کر کاغذ پر جھوٹا حوالہ
دیتے ہو تو روز جزا کے لئے اس حرکت کا کیا جواب رکھتے ہو۔

رباعی

ہنگامۂ حشر جب کہ برپا ہوگا
یوں روئے سوال سوئے اعدا ہوگا
خاصان خدا پہ کیوں یہ کی تھی تہمت
سمجھے نہ یہ تم کہ ہم پہ کیا کیا ہوگا

اور یہ بھی لحاظ رہے کہ امام کی عبارت منقولہ میں اکثر العلماء سے اکثر علمائے اہل سنت نہ سمجھ لیجئے گا کیوں کہ الف لام العلماء میں دلالت علماء امت پر کرتا ہے نہ علماء اہل سنت پر جیسا کہ صاحب تفسیر نیشاپوری نے ساتھ لفظ امت کے صراحۃً یوں تشریح فرمائی ہے کہ "قال اکثر علماء الامة" یعنی کہا اکثر علماء الامت نے اور خود امام المتکلمین نے اسی صفحہ مذکورہ ۱۹ سطر میں اس مفہوم کی یوں توضیح فرمائی ہے "فذهب السواد الاعظم من الامة الى انها صارت منسوخة" یعنی گیا گروہ اعظم امت سے طرف اس بات کے کہ ہو گیا وہی متعہ ممنوع اور حرام دیکھئے کہ مدلول اکثر علماء اور مفہوم سواد اعظم متحد ہے اور مقصود الف لام العلماء کا اور مضمون لفظ من الامت کا واحد ہے اور اگر بالفرض والتسلیم آپ اکثر العلماء سے علماء امت نہ سمجھیں تو جانے دیجئے اسی عبارت "فذهب السواد الاعظم من الامة" منقولہ تفسیر کبیر پر فیصلہ کیجئے دیکھئے کہ امام نے سواد اعظم کو امت رسول اللہ کا قسم ٹھہرایا ہے یا اہل سنت کا مجھ کو اس وقت ایک حدیث نہج البلاغت کی یاد آئی اس کا عرض کر دینا بھی آپ کے سامنے ضروری ہے مجتہد المتشیعین صاحب نہج البلاغت جناب مرتضی علی کرم اللہ وجہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضرت نے "الزموا السواد الاعظم فان يدالله على الجماعة و اياكم و الفرقة فان الشاذ من الناس للشيطان" ترجمہ یعنی لازم پکڑو تم گروہ بڑے کو اس واسطے کہ تحقیق ہاتھ اللہ کا اوپر جماعت کے ہے اور بچو تم اختلاف سے اس واسطے کہ تحقیق ہو چکا آدمیوں سے واسطے شیطان کے ہے اب آپ قول امام فخر الدین رازی کو جس میں لفظ سواد اعظم کا موجود ہے اور حدیث مرتضوی مرویہ نہج البلاغت کو کہ جس میں لفظ سواد اعظم اور جماعت کا مذکور ہے ملائیے اور دیکھئے کہ متعہ شذوذ شیطانی قرار پایا ہے یا نہیں یعنی متعہ حرام ہے نزدیک گروہ اعظم کے اور گروہ اعظم کو تم لازم پکڑو اس واسطے کہ جو چھٹک گیا گروہ اعظم سے وہ پہونچ گیا اطاعت شیطان میں

جناب سامی برای خدا اب بھی حلت متعہ سے باز آیئے ورنہ بقول اپنے مستشہد امام رازی اور حدیث مرتضوی کے اپنا گھر تحت شیطان میں بنایئے اور اگر جناب والا اکثر العلماء سے علماء امت نہ لیجیے گا اور عبارت "فذهب السواد الاعظم من الامة" کی طرف متوجہ نہ ہویئے گا اور عبارت تفسیر نیشاپوری کی طرف التفات نہ کیجیے گا اور اکثر العلماء سے علماء اہل سنت بے معہود کیجیے گا تب بھی اپنے حق میں سم بنا لیجیے گا کیوں کہ اس حالت میں اجتماع نقیضین متحقق ہو جائے گا اور اس کا محال ہونا ثابت ہو جائے گا اس واسطے کہ آپ کا دعوی ہے کہ اکثر مفسرین اہل سنت مقر ہیں حلت متعہ کی اور اس تقدیر پر امام فرماتے ہیں کہ اکثر اہل سنت منکر ہیں حلت متعہ کی باقی رہی روایت عمران ابن حصین کی جو تفسیر کبیر سے نقل کی گئی ہے کیفیت اس کی یہ ہے نہ آپ نے تفسیر کبیر کو دیکھا نہ لیاقت اس کے دیکھنے کی دیکھیے کہ اس روایت کو امام نے انہیں بعض امت کے ماخذ میں نقل کیا ہے کہ جن کو مرجوح اور متروک اور مہجور اور خلاف سواد اعظم امت میں قرار دیا ہے جیسا کہ مقولہ "فذهب السواد الاعظم من الامة الى انها صارت منسوخة" منقولہ تفسیر کبیر دلالت کرتا ہے پس اس روایت کا نقل کرنا تفسیر کبیر سے کہ جس کو امام نے واسطے تنبیہ موافقین اور تردید مخالفین کے نقل کیا ہے محض غباوت ہے اور اس روایت پر امام کو مجوزین متعہ میں قرار دینا سخت حماقت ہے تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد تیسری صفحہ ۲۸۶ میں ملاحظہ کیجیے "اما عمران ابن الحصين فانه قال نزلت آية المتعة فى كتاب الله و لم ينزل بعدها آية تنسخها الى ان قال فهذا ما يتعلق بالروايات و احتج الجمهور على حرمة المتعة بوجوه الى آخره" ترجمہ لیکن عمران ابن حصین پس تحقیق اس نے کہا کہ اتری آیت متعہ کہ بیچ کتاب اللہ کے اور نازل ہوئی بعد اس کے کوئی آیت کہ

لائے ہیں سواد اعظم اور پر حرام ہونے متعہ کے بہت ساری وجہوں کے ساتھ دیکھئے امام نے معنی آیت کریمہ کے سواد اعظم امت سے وہ نقل کئے جو مطابق مذہب اہل سنت کے ہیں اور پھر سواد اعظم امت سے بالتصریح حرمت متعہ کو نقل کیا اور پھر روایت شیعہ کو حدیث محمد ابن الحنفیہ سے رد کیا اور پھر حضرت ابن عباس کے اقرار کو نسبت حرمت متعہ کے بیان کیا اور پھر ان کی توبہ کو قول حلت متعہ سے ظاہر کیا اور پھر ان کے نہ فتوی دینے کو حلال ہونے متعہ میں ثابت کیا اور پھر روایت عمران ابن حصین کو نقل کر کے لکھا کہ یہ ایسی چیز ہے کہ روایت اور حکایت سے تعلق رکھتی ہے اور پھر سواد اعظم امت کے براہین ساطعہ اور حجج قاطعہ متعہ کے حرام ہونے پر بیان کئے کہ یہ سب کچھ ہم مختصراً لکھ چکے ہیں اور بالتشریح تفسیر کبیر کے دیکھنے پر موقوف ہے پس ایسی روایت ہے کہ جس کی نہ امام نے تصحیح کی بلکہ بالمعنی روایات کثیرہ سے تردید کی نہ اباحت متعہ کی تشریح بلکہ مخالف اس کے مذہب سواد اعظم امت کی حرمت متعہ پر تصریح فرمائی نہ اہل سنت پر الزام عائد ہو سکتا ہے نہ فتوی امام کا اباحت متعہ پر ٹھہر سکتا ہے نہ کوئی شخص امام کو مجوزین متعہ میں داخل کر سکتا ہے علاوہ بریں نقل کرنا امام کا اس روایت کو متعہ النساء میں باوجود تردید اور عدم تصحیح کی اور باوصف مذہب آخذین روایت عمران ابن حصین خلاف سواد اعظم امت ٹھہرانے کی مبنی سہو امام پر ہے کیوں کہ یہ روایت عمران ابن حصین کے متعہ الحج میں نقل کی گئی ہے نہ متعہ النساء میں جیسا کہ صحاح ستہ سے ظاہر ہے صحیح مسلم شریف میں ہے "قال عمران ابن الحصین نزلت اية المتعة فی کتاب الله یعنی متعة الحج فامر بانها رسول الله صلى الله علیه وسلم الی آخره" ترجمہ یعنی کہا عمران ابن حصین نے کہ نازل ہوئی آیت متعہ بیچ کتاب اللہ کے یعنی متعہ حج کی پس حکم کیا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور وہ آیت دوسرے پارہ میں یہ ہے "فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الهدی" یعنی جو کوئی فائدہ لے

عمرہ ملا کر حج کے ساتھ تو جو میسر ہو قربانی پہونچادے اور ایسا سہوا کابر سے مقتضائے بشریت نقل مذہب غیر میں واقع ہو جاتا ہے جیسا کہ امام اعظم شیعہ شیخ ابو جعفر طوسی کا تخطبہ بحث عدم جواز مسح پاتاب جدید میں شیخ بہاؤالدین عاملی نے شرح اربعین میں بڑے زور شور سے کیا ہے اور بعد اس تخطبہ کے لکھا ہے "وغفلت مثل ذلك الشيخ الجليل عن هذا عجيب ولاكن الجواد قد يكبو والصارم قد ينبو" ترجمہ غفلت ایسے شخص عظیم الشان کی تعجب کی بات ہے لیکن سوار کبھی گر پڑتا ہے اور تلوار کبھی مڑ جاتی ہے اب جناب مخاطب ارشاد فرمائیں کہ دعویٰ آپ کا صحیح ہے یا غلط اور حوالہ دینا تفسیر کبیر کا جھوٹا یا سچا اور امام کو مجوزین متعہ میں داخل کرنا واقعی ہے یا لغو و بیہودہ اب آئندہ کو توبہ فرمایئے اور ایسے حرکات بیہودہ سے باز آیئے۔

قول اور صاحب مدارک نے تفسیر مدارک میں اور زمخشری نے تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ یہ آیت متعہ میں نازل ہوئی ہے۔

اقول معاذ اللہ کسی مقام پر صاحب مدارک نے تفسیر مدارک میں نہیں لکھا کہ یہ آیت متعہ میں نازل ہوئی بلکہ وہ اس آیت کے معنی اپنی تفسیر میں مطابق مذہب سواد اعظم امت کے اس طرح لکھتے ہیں "فما استمتعتم به منهن فمانكحتموهن فاتوهن اجورهن فريضة مهورهن" ترجمہ یعنی پس وہ عورت کہ نکاح کیا ہے تم نے ساتھ اس کے انہیں عورتوں سے پس دو تم مہران کا دیکھئے کہ صاحب تفسیر مدارک "استمتعتم" کی تفسیر نکحتموا کے ساتھ اور اجور کی تفسیر مهور کے ساتھ فرماتے ہیں بلکہ اسی تفسیر میں ایت کریمہ "والذين هم لفروجهم حافظون" کے تحت میں یوں تحریر فرماتے ہیں "وفيه دليل على تحريم المتعة" ترجمہ یعنی بیچ اس کے دلیل ہے اوپر تحریم متعہ کے جناب سامی بڑے افسوس کی بات

کے کرتے ہیں اور حرمت متعہ کی دوسری آیت کے تحت میں تشریح فرماتے ہیں مجوزین متعہ میں داخل کرتے ہیں البتہ اس میں ایک روایت مجہولہ کہ وہ بھی آپ کے مذہب کو برباد کئے دیتی ہے بعینہٖ مجہول نقل کی ہے جو نہ صاحب تفسیر مدارک کا قول ٹھہر سکتا ہے اور نہ ہمارے نزدیک یہ مقولہٗ مجہولہ مستند اور معتمد ہوسکتا ہے عبارت اس کی یہ ہے "قیل ان قوله فمااستمتعتم نزلت فی المتعة التی کانت ثلثة ایام حین فتح الله مکة علی رسوله صلی الله علیه وسلم ثم نسخت" ترجمہ یعنی کہی گئی ہے یہ بات کہ آیت "فمااستمتعتم" نازل ہوئی ہے بیچ متعہ کے کہ جو تھا تین دن فتح مکہ میں پھر منسوخ ہوگیا دیکھئے اس مقولہ مجہولہ میں بھی لفظ "ثم نسخت" کا موجود ہے جس سے مذہب جواز متعہ بالکل معدوم ومفقود ہے شاید اسی پردہ پوشی کے واسطے اس روایت مجہولہ کو کہ جو نہ صاحب تفسیر مدارک کا قول ہے اور نہ جناب مخاطب کے مذہب کا موید اور نہ دعوائے مذکورہ کا مصدق ہے نقل نہیں کیا عقلاء کے نزدیک تو یہ حرکت نازیبا ہے مگر ہمارے مخاطب کو ہر طرح سے بجا ہے اور زمخشری کو معدود کرنا مفسرین اہل سنت میں اور اس کی کتاب کو کتب اہل سنت میں شمار کرکے بمقابلہ اہل سنت الزاماً پیش کرنا نہایت درجہ کی بلادت اور غایت مرتبہ کی غباوت ہے اگر اس نے لکھا بھی ہو تو اہل سنت پر حجت نہیں زمخشری معتزلی ہے اور فرقہ معتزلہ مثل فرقہ شیعہ کے فرق باطلہ میں داخل ہے مقتدائے شیعہ قاضی نوراللہ شوستری نے بھی مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ اہل سنت "شیعہ ومعتزلہ را واحدمی دانند۔

قولہ اور زاہدی نے تفسیر زاہدی میں لکھا ہے کہ "بذکر اجر گفتہ ومہر وصداق نگفت دلیل آنست کہ مراد متعہ است۔

اقول آپ تو نہ دیکھتے ہیں نہ سمجھتے ہیں صرف سنے سنائے قول لکھ دیا کرتے ہیں جناب مجتہد صاحب ان کی تفسیر کی ترتیب اس طریقہ پر ہے کہ وہ اولاً آیت کے معنی فارسی میں لکھتے ہیں

اور پھر اس کے متعلق اقوال اہل باطل بھی فارسی میں نقل کرتے ہیں بعدہ عربی میں تشریح کرتے ہیں اور جواب اس کے عربی میں دیتے ہیں یہ دلیل منقولہ انہوں نے جانب اہل تشیع سے بمقتضائے مقام عبارت فارسی میں موافق دستور قدیم کے لکھی ہے اور اس کا جواب عبارت عربی میں اس طرح سے دیا ہے "فما استمتعتم به منهن ای المجامعة کنّی عن الجماع بالاستمتاع قیل اراد نکاح المتعة الی ان قال و قال بعضهم المراد منه النکاح لآیة عطف علی اباحة النکاح وهو قوله واحل لکم ماوراء ذلکم والاجر بمعنی مهر قال الله عزوجل فانکحوهن باذن اهلهن واتوهن اجورهن و اراد المهر"

یعنی تفسیر زاہدی والے کہتے ہیں کہ مراد استمتاع سے وطی ہے اور کہی گئی ہے یہ بات کہ نکاح متعہ مراد ہے اور کہا بعض نے مراد اس سے نکاح ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ آیت کا عطف اوپر اباحت نکاح کے ہے اور وہ قول اللہ تعالیٰ کا "احل لکم ماوراء ذلکم" ہے اور اجر اس آیت میں بیچ معنی مہر کے ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت "فانکحوهن باذن اهلهن واتوهن اجورهن" میں لفظ اجور کا فرمایا ہے اور مراد اس سے مہر کو لیا ہے جناب والا دیکھیں کہ تفسیر زاہدی والے مقولہ مجہولہ نکاح متعہ کو بصیغہ مجہول نقل کر کے کس دھوم سے باطل کرتے ہیں اور اجور کے معنی آیت مذکورہ میں مہر کے لیتے ہیں نہ اجرت ممتوعہ کے اور اس پر دوسرے مقام کی آیت کو دلیل لاتے ہیں اب بھی اگر آپ نہ سمجھیں تو خدا آپ کو سمجھے۔

قولہ اور جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں روایت کی ہے "فما استمتعتم به منهن یعنی نکاح المتعة"۔

اقول جلال الدین سیوطی نے بھی ایک منقول مجہول کو کہ جس کو زاہدی والے نے بصیغہ

مجہول لکھ کر مجروح اور مردود کیا ہے نقل کیا پس آپ کا حوالہ دینا محض بے فائدہ ہے اور جیسا کہ صاحب درمنثور نے اس مقولہ مجہولہ کو لکھا ہے ویسا ہی اس کے واسطے روایات رادہ اور معارضہ کو حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے عبارت اس کی یہ ہے "من طریق عطاء عن ابن عباس من قوله فمااستمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة قال نسخها یاایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن" یعنی ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہوگئی آیت "یاایها النبی" سے پس جن لوگوں کے حق میں مفسرین اہل سنت نے صیغہ تمریض یعنی قیل کو استعمال کیا ہے وہی لوگ اس آیت کے منسوخ ہونے کے بھی قائل ہیں آیت "یاایها النبی" سے اور سواد اعظم امت کے مذہب پر تو نہ یہ آیت متعہ میں نازل ہوئی اور نہ بنفسہ منسوخ ہوئی اب جناب سامی ملاحظہ فرمائیں کہ اولاً آپ نے آیت "فمااستمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فريضة" کو نقل فرمایا اور اس کا ترجمہ اس طرح تحریر فرمایا یعنی پس وہ عورت کہ متعہ کیا ہے تم نے ساتھ اس کے ان عورتوں میں سے پس دو تم اجورہ ان کا کہ مقرر کیا ہے اس ترجمہ میں جناب نے متعدد غلطی فرمائیں۔

اول یہ کہ اتو کے مفعول کے معنی یعنی ھن کے صاف اوڑا دیے یہ آپ کی قابلیت ہے۔

دوسری یہ کہ فریضة کے معنی غتر بود کر کے یہ لکھے کہ مقرر کیا ہے حالانکہ فریضہ بمعنی مفروضہ کے ہوکر اجور سے حال واقع ہوا ہے معنی اس کے یہ ہوئے درانحالیکہ مقرر کیے گئے ہیں یہ آپ کی علمیت ہے۔

تیسری یہ کہ اجور جمع ہے معنی اس کے اجورہ کے لے کر مفرداً استعمال کیا حالانکہ حقیقی معنی اس کے حقوق کے ہیں یہ آپ کی لیاقت ہے۔

چوتھی یہ کہ استمتاع کے معنی حقیقی نفع کے ہیں معنی اس کے متعہ متنازع فیہا خلاف

استعمال کلام اللہ اور تفاسیر شیعہ کے لئے یہ آپ کی دیانت ہے۔

پانچویں یہ کہ اجور کے معنی مہور کے نہ لئے حالانکہ تفاسیر شیعہ میں بھی مہور کے لکھے ہیں یہ آپ کی متانت ہے بعد اس کے ثبوت متعہ کو اس آیت سے دو وجہوں پر موقوف فرمایا وجہ اولی میں یہ دعوی فرمایا اکثر مفسرین اہل سنت نے اتفاق کیا ہے کہ یہی آیت جو بالفعل قرآن میں موجود ہے قطع نظر دوسری قرأت کے متعہ کے مباح ہونے میں نازل ہوئی ہے اور اس دعوی کی تصدیق کے واسطے پانچ تفسیروں کے نام لکھے اول تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی کو حالانکہ تفسیر کبیر میں اس دعوی کے جزو کا بھی نشان نہیں نہ کل دعوی نہ کسی مقام پر امام نے یہ فرمایا کہ اکثرین مفسرین اہل سنت نے اتفاق کیا ہے کہ یہی آیت کہ جو بالفعل قرآن میں موجود ہے قطع نظر دوسری قرأت کے متعہ کے مباح ہونے میں نازل ہوئی ہے نہ کسی جگہ لفظ بالفعل کا اس آیت کی نسبت لکھا ہے نہ لفظ قطع نظر کا تحریر فرمایا ہے نہ نزول آیت کا اباحت متعہ میں دعوی فرمایا ہے دوسری تفسیر مدارک اس میں بھی کسی مقام پر اس دعوی کو یا جزو دعوی کو صاحب مدارک نے نہیں تحریر فرمایا نہ کہیں لفظ بالفعل کا تذکرہ کیا اور نہ لفظ قطع نظر کا ذکر کیا نہ نزول آیت کو باب متعہ میں اپنا قول یا اپنا مذہب بیان کیا اور علی ہذا القیاس نہ زاہدی میں اور نہ در منثور میں اور تفسیر زمخشری میں بھی نہیں ہے اور اگر تفسیر زمخشری میں ہو بھی تو وہ معتزلی ہے ہم پر حجت نہیں دیکھئے کہ آپ نے آیت کا ترجمہ بھی جھوٹا لکھا اور بعد اس کے دعوی بھی جھوٹا کیا اور حوالہ بھی تفسیروں کا جھوٹا دیا پس ان اکاذیب اور اغالیط سے ثبوت متعہ بھی آیت سے باطل ہوا نہ وہ ثبوت رہا نہ وہ دعوی رہا نہ وہ حوالہ رہا اب ہم دوسری وجہ کو دیکھتے ہیں کہ اس میں آپ کیا لعل اگلتے ہیں اور کیا رنگ بدلتے ہیں۔

قولہ اور ایک وجہ یہ ہے کہ یہ آیت موافق قرأت اکثر اصحاب کے اسطور سے تھی کہ

فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی فاتوهن اجورهن فریضة"۔
اقول دعوی کرنا قرأت اکثر اصحاب کا اور دلیل میں پیش کرنا تفسیر امام رازی اور تفسیر ثعلبی اور تفسیر زمخشری اور مستدرک حاکم اور معالم بغوی کا محض بیہودگی ہے کہ ان میں صرف ابی ابن کعب اور ابن عباس کی روایت باوصف تکلم اور شذوذ کے لکھی ہے جناب مخاطب کا یہی قاعدہ ہے کہ ہر مقام پر دعوی فرماتے ہیں اور دلیل کو بیگانہ وار تحریر میں لاتے ہیں نہ دعوی کو دلیل سے مناسبت نہ دلیل کو دعوی سے مطابقت جیسا وجہ اولی میں طریقہ اختیار فرمایا یعنی وہاں بھی اپنے دعوی کی تصدیق میں پانچ تفسیروں کا نام فرائی کے ساتھ لے دیا بغیر لحاظ اور خیال اس کے کہ ان میں دعوی کا ذکر بھی ہے یا نہیں ویسا ہی اس وجہ میں ارشاد ہوا دیکھئے کہ حضرت دعوی فرماتے ہیں کہ یہ آیت موافق قرأت اکثر اصحاب کے اس طور سے تھی کہ "فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی فاتوهن اجورهن فریضة" اور دلیل میں تفسیر امام رازی اور تفسیر ثعلبی شیعی اور تفسیر زمخشری معتزلی اور مستدرک حاکم اور معالم بغوی سے وہ روایت پیش کرتے ہیں کہ جس میں صرف ابی ابن کعب اور ابن عباس کی نسبت اس قرأت کو منسوب کیا ہے دو صحابی پر ہزارہا صحابہ بلکہ لاکھ میں سے اکثر اصحاب کا اطلاق کرنا حضرت ہی کا کام ہے۔

قولہ چنانچہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ابی ابن کعب نے اور ابن عباس نے اس آیت کو اسی طرح پڑھا ہے۔

اقول آپ نے کبھی تفسیر کبیر کو بھی دیکھا ہے یا نام ہی یاد کرلیا ہے جناب والا امام نے اس روایت کے ثبوت میں بڑے زور شور سے کلام کیا ہے اور پھر اس کے ثبوت کو فرض کر کے اس کا بھی جواب دیا ہے برائے خدا آپ تکلیف فرما کر کسی ذی علم سے اس عبارت کو سمجھ لیجئے گا۔

"وهذه القرأت علی تقدیر ثبوتها لاتدل الا علی ان المتعة کانت

مشروعة و نحن لاتنازع فیه انما الذی لقوله ان نسخ طرع علیه" ترجمہ یعنی یہ قرأت الی اجل مسمی کی اولاً کسی طرح سے ثابت نہیں اور بر تقدیر ثبوت دلالت نہیں کرتی مگر اس پر کہ پہلے متعہ مشروع تھا اور اس میں ہم کو نزاع نہیں ہم جو کہتے ہیں وہ بات یہ ہے کہ بعد اس کے نسخ آ گیا آپ نہ دیکھتے ہیں نہ سمجھتے ہیں مفت میں حوالہ دے بیٹھتے ہیں دیکھیے کہ امام نے حضرت ابن عباس کی قرأت پر کلام کیا اور اس کے ثبوت کو ہر طرح سے مجروح کیا اور پھر بعد فرض کر لینے ثبوت کے بطریق تنزل اس طرح سے جواب دیا کہ اگر یہ قرأت حضرت ابن عباس کی ثابت بھی ہو تو اس پر دلالت کرتی ہے کہ متعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی وقت جائز تھا اور ہم اس امر میں کلام نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ بعد جواز کے منسوخ اور ممنوع ہو گیا چنانچہ امام نے انہیں حضرت ابن عباس بواسطہ عطاء خراسانی کے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ یہ آیت یعنی "فماستمتعتم" منسوخ ہو گئی اللہ تعالی کے قول "یاایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن"[1] سے عبارت اس کی یہ ہے "روی عطاء الخراسانی عن ابن عباس فی قولہ تعالی فمااستمتعتم بہ منھن قال صارت ھذہ الآیۃ منسوخۃ بقولہ تعالی یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن"[2] جناب والاخیال فرمائیے کہ امام نے حضرت ابن عباس کی توبہ کو بھی قول حلت متعہ سے نقل کیا اور ان کے اقرار کو بھی ممنوعیت متعہ کی نسبت روایت کیا اور اس کی قرأت منسوب ہونے میں بھی ان کی نسبت ہر طرح سے کلام کیا اور پھر بفرض وتسلیم اسی آیت

۱۔ ترجمہ:- اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو۔

۲۔ ترجمہ:- عطا خراسانی نے روایت کیا کہ مروی ہے حضرت ابن عباس سے اللہ تعالی کے قول فما استمتعتم بہ منھن کے

کے منسوخ ہونے کو انہیں حضرت ابن عباس سے روایت عطاء خراسانی کو پیش کیا۔

اب جناب والا اپنے دعوی کو خیال فرمایئے کہ اکثر اصحاب کی یہ قرأت تھی اور تفسیر امام رازی کو ملاحظہ فرمایئے کہ جس میں صرف حضرت ابن عباس و ابی ابن کعب کی قرأت کو لکھا ہے اور اس پر ہزار طرح سے کلام کیا ہے معلوم نہیں جناب مخاطب نے چنانچہ کے کیا معنی پڑھتے ہیں جو ایسی بیبا کی سے تفسیر کبیر کے نام لینے پر اڑے ہیں۔

قولہ اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حبیب ابن مظاہر سے روایت کی ہے۔

اقول ثعلبی کے تشیع کے مجلسی نے جلد اول بحارالانوار میں تصریح کی ہے۔

قولہ اور زمخشری نے کشاف میں لکھا ہے کہ ابن عباس نے اس آیت کو اسی طرح پڑھا ہے۔

اقول زمخشری معتزلی ہے اقوال معتزلہ سے اہل سنت کو الزام دینا سخت بیوقوفی ہے قطع نظر اس کے تفسیر ثعلبی اور تفسیر کشاف میں حضرت ابن عباس کا رجوع اور توبہ کرنا قول متعہ سے موافق امام فخر الدین رازی کے لکھا ہے عبارت اس کی ہے "اللهم انی اتوب الیك من قولی بالمتعة و قولی فی الصرف" ترجمہ یعنی اے اللہ میں توبہ کرتا ہوں اپنے قول سے متعہ اور صرف کے مقدمہ میں علاوہ بریں ان دونوں تفسیروں میں اکثر اصحاب کا نہ پتا ہے نہ نشان ہے بس آپ کا حوالہ دینا محض افترا و بہتان ہے۔

قولہ اور حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ ابو سلمان کہتا تھا کہ سنا میں نے ابو بصرہ کو کہ کہتا تھا کہ ابن عباس نے اس آیت کو اسی طرح پڑھا ہے اور کہتے تھے ابن عباس کہ اللہ خدائے تعالی نے اس آیت کو اسی طرح نازل کیا ہے۔

اقول ہمارے حضرت مخاطب قسم کھا کر جواب لکھنے کو بیٹھے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہوگا کتب غیر مستندہ اہل سنت سے حوالہ دیں گے اور ان میں اہل تشیع اور معتزلہ کو بھی ملا دیں گے اور

جہاں تک ہو سکے گا روایات شاذہ غیر صحیحہ مفقودہ غیر ثابتہ نقل کر کے اہل سنت کو الزام لگائیں گے واقعی بیچارہ مجبور ہیں اگر یہ نہ کریں تو کیا کریں تائید امر باطل کی بے امور باطلہ کے نہیں ہو سکتی جناب والا نہ کتب اہل سنت سے واقف ہیں نہ محدثین اہل حق سے ماہر۔

ارے صاحب احادیث مستدرک عموماً ہمارے یہاں معتبر و معتمد نہیں تاوقتیکہ تعقیبات و تلخیصات ذہبی سے قوت نہ پکڑیں رسالہ اصول حدیث بستان المحدثین کو ملاحظہ کیجئے "در بسیاری از احادیث مستدرک کہ او حکم بصحت آن نمودہ مثل صحیحین انگاشتہ اجلہ علماء او را تخطئہ کردہ اند و بروی انکار نمودہ ولہذا ذہبی گفتہ است کہ حلال نیست کسی را کہ بر تصحیح حاکم غرہ شود تاوقتیکہ تعقیبات و تلخیصات مرا نہ بیند" علاوہ اس کے یہ تو فرمایئے کہ حاکم نے مستدرک میں کہاں کہا ہے کہ اکثر اصحاب نے اس آیت کو اس طرح پڑھا ہے اور بغیر ثبوت اس دعوی کے حوالہ دینا مستدرک کا محض بے فائدہ ہے۔

قولہ اور بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں اسی روایت کو بیان کیا ہے۔

اقول جس حالت میں کہ آپ کے مستشہدین مثل امام رازی نے اس روایت کو بطرق متعددہ مسترد کر دیا پھر بغوی کا اس روایت کو بغیر تصحیح کے بیان کرنا آپ کے کیا کام آتا ہے آپ کیوں دور جاتے ہیں اور کیوں بے محل بغوی کا حوالہ دیتے ہیں اسی اصل مسئلہ متعہ کو جس کے واسطے یہ روایتیں اور قرائتیں بناتے ہیں تفسیر معالم التنزیل بغوی میں کیوں نہیں دیکھتے انہوں نے تو سارا قصہ متعہ کا رفع کر دیا ہے بلکہ جناب فاروق اعظم سے طعن شیعہ کو من جمیع الوجوہ دفع کر دیا ہے "روی سالم عن عبد الله ابن عمران عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه صعد المنبر فحمد الله و اثنی علیه و قال ما حال رجال

کیا ہے سالم نے عبداللہ ابن عمر سے کہ تحقیق عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ تشریف لے گئے منبر پر پس حمد فرمائی اللہ تعالیٰ کی اور ثنا فرمائی اور فرمایا کیا حال ہے مردوں کا کہ متعہ کرتے ہیں اور تحقیق منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اور اسی معالم التنزیل میں یہ حدیث شریف بھی موجود ہے "ان اباہ حدثہ انہ کان مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یایها الناس انی کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء و ان اللہ قد حرم ذلك الی یوم القیامۃ" یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق اذن دیا تھا میں نے واسطے تمہارے متعہ کا اور تحقیق اللہ نے حرام کر دیا متعہ کو دن قیامت تک جناب مجتہد المتحصین خیال تو فرمایئے کہ معالم بغوی سے ایک روایت غیر صحیحہ بلکہ مردودۂ متشددین جناب کو نقل کر دینا اور اس کے ماسبق و مالحق سے احادیث صحیحہ صریحہ حرمت متعہ کو چھوڑ دینا نہایت چالاکی اور غایت درجہ کی بیباکی ہے جناب سامی کی اس وجہ ثانیہ کو بھی ہم نے دیکھا۔

اے جناب کہاں آپ کا وہ دعوائے معلیٰ اور کہاں یہ دلیل دعوی سے معرا کہاں قرأت اکثر اصحاب اور کہاں روایت ابی ابن کعب اور ابن عباس خیال کیجئے کس درجہ آپ نے اس وجہ میں خلط مبحث کیا ہے کہ شیعہ اور معتزلہ کو بھی سنیوں میں ملا دیا ہے اب سنئے کہ جناب نے اس وجہ میں یہ دعویٰ فرمایا ہے کہ آیت موافق قرأت اکثر اصحاب کے اس طور سے تھے "فما استمتعتم بہ منهن الی اجل مسمی فاتوهن اجورهن فریضۃ" اور اس کا ترجمہ یوں تحریر فرمایا ہے یعنی جس کسی سے کہ متعہ کیا ہے تم نے ساتھ اس کے ان عورتوں سے ایک مدت معین تک بس دو تم ان کو اجور ان کا کہ فرض ہے جناب مخاطب مجتہد لاثانی نے اس ترجمہ میں تو قہر ڈھا دیا تمامی لغات عرب اور محاورہ ادب کو برباد کر دیا۔

اول یہ کہ فـمـا کا ترجمہ جس کسی سے کیا جناب والا اس ترجمہ کو قاموس سے استخراج

فرمایا یا صراح میں ملاحظہ فرمایا یا کسی اور لغت عرب سے مستنبط فرمایا غالباً اصل ترجمہ سے یعنی پس وہ عورت جو عدول فرمایا اور فاء تفریع کے ترجمہ پس کو اڑایا اس کی وجہ یہ ہے کہ آیت ماقبل کی آیات پر متفرع نہ ٹھہرے اور آیات ماسبق سے تعلق نہ پکڑے تاکہ متعہ بخوبی ثابت ہوا اور اپنی خواہش نفسانی کما ینبغی حاصل ہو یہ نہ سمجھے کہ عموماً ہماری جہالت ثابت ہوگی اور ادنیٰ طلب کے سامنے ذلت ہوگی ہم کیسا ہی رنگ بدلیں گے مگر اہل حق ہمارا پیچھا نہ چھوڑیں گے اگر آپ فاء تفریع کا ترجمہ بھی اڑائیں گے مگر منھن کی ضمیر کو کدھر لے جائیں گے۔

دوسرے یہ کہ استمتعتم کا ترجمہ متعہ کیا ہے تم نے فرمایا اس میں لفظ ہے اپنی طرف سے گڑھ کر لگایا زیادہ تکلیف نہ فرمایئے میزان خوان سے صیغہ جمع مذکر حاضر کے معنی پوچھ لیجئے۔

تیسرے یہ کہ الی اجل مسمی کے معنی (ایک مدت معینہ تک) کے فرمایئے معلوم نہیں کہ ایک کس لفظ کے معنی بنائے اجل کے معنی مدت مسمی کے معنی معینہ الی کے معنی تک یہ ایک بھی جناب کا ایک ہی ہوا۔

چوتھی یہ کہ فریضۃ بمعنی مفروض ارشاد ہوئے (کہ فرض ہے) وجہ اولی میں فریضۃ کا معنی فرمایا کہ (مقرر کیا ہے) اور یہاں یہ ٹھہرا ہے کہ (فرض ہے) حالانکہ ہم لکھ چکے ہیں کہ فریضۃ بمعنی مفروض کے حال واقع ہوا ہے لفظ اجور سے جیسا کہ مدارک میں بھی لکھا ہے "فریضۃ حال من الاجور ای مفروضۃ" معنی اس کے اس آیت میں یہ ہوئے درانحالیکہ مقرر کئے گئے ہیں جناب سامی نے نہ وہاں صحیح فرمائے نہ یہاں صحیح ٹھہرائے یہ تو کیفیت جناب کے ترجمہ کی ہے اب خیال فرمایئے اپنے دعوے کو کہ یہ آیت موافق قرأت اکثر اصحاب کے اس طور سے تھی اور لحاظ فرمایئے اپنی دلیل کو چنانچہ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ابی ابن کعب اور ابن عباس نے اس آیت کو اسی طرح پڑھا ہے اے

حضرت کجا قرأت اکثر اصحاب اور کجا روایت ابی ابن کعب اور ابن عباس ہزار ہا صحابہ میں سے ہزار پر نہیں پانچ سو پر نہیں سو پر نہیں پچاس پر نہیں پچیس پر نہیں دس پر نہیں صرف دو کی قرأت پر اکثر اصحاب کا اطلاق اور وہ بھی متکلم فیہ اور شاذ باتفاق جناب والا برائے خدا ارشاد تو فرمائیے کہ کہاں امام نے فرمایا ہے کہ یہ آیت موافق قرأت اکثر اصحاب کے اس طرح پر تھی اور کس جگہ امام نے لکھا ہے کہ ابی ابن کعب اور ابن عباس نے اس آیت کو اس طرح پڑھا ہے امام تو اس روایت ابن عباس کے ثبوت میں بوجوہ متکثرہ کلام کرتے ہیں اور اس کے ثبوت کو مثل محال کے فرض کر کے بطرق متنوعہ جواب دیتے ہیں جیسا کہ امام کی عبارت "وهذه القرأت على تقدير ثبوتها لاتدل" منقولہ تفسیر کبیر ظاہر کر رہی ہے آپ کیوں ناحق امام کو میٹتے ہیں اور کیوں جھوٹا حوالہ دے بیٹھتے ہیں پھر ارشاد ہوا کہ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حبیب ابن مظاہر سے روایت کی ہے اب تو ہمارے جناب مخاطب شیعوں کو سنی بنا بنا کر اہل سنت کے سامنے پیش کرنے لگے ہم اس پر بھی ان کے ممنون ہیں مگر یہ تو ارشاد ہو کہ وہ کون روایت ہے اور کیا اس کا مضمون ہے ہم کو تو نہ علم ماکان اور نہ مایکون ہے اور اگر روایت مخدوشہ امام فخر الدین رازی نے لکھی ہے وہ آپ کے مفید مدعا نہیں بلکہ رجوع ابن عباس کو قول حلت متعہ سے ثعلبی بھی اپنی تفسیر میں روایت کرتے ہیں پھر آپ مفت میں ثعلبی کو کیوں سنی بنا کر پیش کرتے ہیں ثعلبی نے کس مقام پر اس آیت میں "الى اجل مسمى" کی نسبت قرأت اکثر اصحاب کو لکھا ہی جو آپ نے ثعلبی کو سنی بنا کر اس کا حوالہ دیا ہے پھر یہ ارشاد ہوا کہ زمخشری نے کشاف میں لکھا ہے کہ ابن عباس نے اس آیت کو اسی طرح پڑھا ہے مجتہد المتمتعین نے اس مقام پر تو معتزلہ کے قدموں کو پکڑ لیا اور بمقابلہ اہل سنت اس کو ڈھال بنا کر سامنے کیا۔

سچ ہے "الغريق يتعلق لكل حشيش" ڈوبنے والا آدمی گھاس کو پکڑتا ہے آپ

نہیں جانتے کہ اہل حق فرقہ معتزلہ کو فرق باطلہ میں شمار کرتے ہیں بلکہ شیعہ اور معتزلہ کو کنفس واحدۃ جانتے ہیں پھر آپ بے فائدہ کشاف زمخشری کا کیوں حوالہ دیتے ہیں علاوہ بریں کہاں زمخشری نے لکھا ہے کہ اکثر اصحاب نے اس آیت کو اسی طرح پڑھا ہے اگر روایت ابن عباس کو لکھا بھی ہو تو آپ کے کیا موید دعوی ہے وہ تو صاف صاف نسبت حلت متعہ کے تو بہ ابن عباس کو نقل کرتا ہے اب دیکھئے کہاں قرأت اکثر اصحاب کا دعوی اور کہاں بر تقدیر تسلیم روایت ابن عباس کا حوالہ پھر ارشاد ہوا کہ حاکم نے مستدرک میں روایت ابن عباس کو لکھا ہے یہاں تو جناب والا نے کتب غیر مستندہ کی پناہ لی مگر اس سے بھی وہی روایت ابن عباس مجروحہ امام رازی نقل کی جناب عالی ہمارے یہاں یہ کتاب عموماً مسلم نہیں اور کتب مستندہ معتمدہ پر من جمیع الوجوہ مقدم نہیں بالفرض اگر روایت ابن عباس اس میں لکھی بھی ہو اور حاکم نے اس کی تصحیح بھی کی ہو اور ذہبی نے اس پر جرح بھی نہ واقع کے ہو تب بھی کہاں آپ کا یہ دعوی کہ اکثر اصحاب نے اس آیت کو اسی طرح پڑھا ہے اور کہاں یہ حاکم کا لکھنا کہ صرف ابن عباس نے اس آیت کو اسی طرح سے کہا ہے۔

اب فرمائیے کہ حاکم نے مستدرک میں کس مقام پر لکھا ہے کہ اکثر اصحاب نے اس آیت کو اسی طرح پڑھا ہے جو آپ نے روایت ابن عباس کو بغیر لحاظ قدح اور جرح کے نقل کر دیا اور آپ نے دعوی کے موافق سمجھ لیا جب کہ توبہ ابن عباس کی تفاسیر معتمدہ میں باسناد صحیح منقول ہوتی چلی آتی ہے پھر یہ روایت متکلم فیہا نقل کر دینا کس کام آتی ہے پھر ارشاد ہوا کہ بغوی نے معالم التنزیل میں اسی روایت کو بیان کیا ہے۔

اے حضرت بقول آپ کے اسی کو تو امام رازی نے بھی بیان کیا ہے اسی کو ثعلبی نے بھی بیان کیا ہے اسی کو تو زمخشری نے بھی بیان کیا ہے اسی کو تو حاکم نے بیان کیا ہے اسی کو بغوی نے

بیان کیا ہے مگر جس حالت میں وہ روایت انہیں کتابوں سے مقدوح و مردود ہو چکی اور ابن عباس کی تو یہ حالت متعہ سے منقول ہو چکی پھر اس کا بیان آپ کو کیا فائدہ بخشتا ہے آپ معالم التنزیل بغوی کو تو دیکھیے اور اصل مسئلہ کو جس کے واسطے یہ روایتیں اور قرائتیں بنائی جاتی ہیں ملاحظہ کیجیے بغوی نے تو سارے قصہ ہی کو رفع کر دیا ہے اور بروایت فاروق اعظم صراحۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث حرمت متعہ کو روایت کر دیا ہے اور اہل تشیع کے طعن کو حضرت فاروق اعظم سے بجمیع الوجوہ دفع کر دیا ہے جانے دیجیے یہ تو فرمایئے کہ بغوی نے کہاں لکھا ہے کہ موافق قرأت اکثر اصحاب کے یہ روایت اس طرح سے تھی اور کہاں روایت ابن عباس کو ترجیح اور تسلیم کیا ہے آپ نے جو بغوی کا حوالہ دیا ہے جس حالت میں کہ آپ کے دعوی کا تفسیر بغوی میں نشان نہیں پھر حوالہ دینا اس کا خالی از بہتان نہیں اب جناب والا خیال فرمایئے کہ اس وجہ میں بھی نہ دعوی جناب کا صحیح ہے نہ حوالہ کتب مذکورہ کا صحیح نہ روایت ابن عباس صحیح پس ثبوت متعہ کا آیت کریمہ سے جو موقوف اس وجہ پر تھا صحیح نہیں ہے چونکہ ہر وجہ آپ کے مع اپنے دعوی اور دلیل کے بتمامہا باطل ہے پس ثابت کرنا متعہ کا آیت کریمہ سے جو موقوف انہیں وجہوں پر تھا حلیۂ انصاف سے عاطل ہے۔

للہ الحمد عجب ہاتھ مطالب آئے

اہل حق دشمن اسلام پہ غالب آئے

قولہ جب اس قدر علماء اہل سنت نے بیان کیا ہو کہ اس آیت میں الی اجل مسمی بھی تھا تو اب سوائے متعہ کے کچھ نہیں ہو سکتا۔

اقول جناب مخاطب نے یہاں پر پھر علماء اہل سنت کا ذکر کیا اور انہیں علماء کی طرف

جن کو لکھ چکے ہیں اشارہ کر کے فرمایا جب اس قدر علماء اہل سنت نے بیان کیا ہو کہ اس آیت میں الی اجل مسمی بھی تھا تو اب سوائے متعہ کے کچھ نہیں ہو سکتا حضرت نہ سمجھتے ہیں نہ سمجھاتے ہیں ناحق الکل پچو اڑاتے ہیں اے حضرت آپ نے اس دعوی کی تصدیق میں کہ یہ آیت موافق قرأت اکثر اصحاب کے اس طرح سے تھی پانچ عالموں کے نام لکھدئے پہلے امام رازی دوسرے ثعلبی تیسرے زمخشری چوتھے حاکم پانچویں بغوی ایک ان میں سے شیعی دوسرا معتزلی پھر کیوں کر ان سب پر اطلاق علماء اہل سنت کا ہو سکتا ہے مع ہذا کس مقام پر انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ آیت موافق قرأت اکثر اصحاب کے اس طور سے تھی آپ نے تو ان سے ایک روایت ابن عباس کو نقل کیا ہے جس کو امام رازی نے ہر طرح سے باطل کیا ہے اور بفرض ثبوت اس کا جواب شافی اور کافی دیا اور ثعلبی نے انہیں حضرت ابن عباس کو قول حلت متعہ سے ثابت کیا ہے اور حاکم نے روایت ابن عباس کو بغیر تصحیح کے نقل کیا ہے اور بغوی نے صراحۃً حدیث حرمت متعہ کو بتوسط فاروق اعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے جانے دیجئے یہی فرمایئے کہ ان علماء مذکورین نے کہاں لکھا ہے کہ اس آیت میں الی اجل مسمی بھی تھا آپ تو ان سے صرف روایت ابن عباس کو نقل کرتے ہیں کہ جس کو ان میں سے کوئی مردود و مجروح ٹھہراتا ہے اور کوئی بفرض ثبوت اس کا جواب دندان شکن دیتا ہے اور کوئی رجوع ابن عباس کو قول حلت متعہ سے نقل کرتا ہے اور کوئی ابن عباس کے توبہ کو نسبت حلت متعہ کے ثابت کرتا ہے اور کوئی روایت مذکورہ کو بغیر تصحیح اور اسناد کے لکھتا ہے اور کوئی حرمت متعہ کو صاف و صریح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر کرتا ہے پس آپ کا یہ قول بھی کہ جب اس قدر علماء اہل سنت نے بیان کیا ہو کہ اس آیت میں الی اجل مسمی بھی تھا ہر طرح سے لغو و بیہودہ ہے علاوہ ازیں ہم نے بشرح وبسط بیان حرمت متعہ میں ثابت کر دیا ہے کہ اگر اس آیت میں الی اجل مسمی بھی تسلیم کر

لیا جائے جب بھی متعہ ثابت نہیں ہو سکتا من شاء فلیرجع الیها.

قول اور صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ عطا کہتا تھا کہ جابر ابن عبداللہ واسطے بجالانے عمرہ کے مکہ معظمہ میں تشریف لائے اور لوگ ان سے مسائل پوچھتے تھے یہاں تک کہ متعہ کو بھی پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ "استمتعنا علی عهد رسول الله و ابی بکر وعمر" یعنی متعہ کیا ہم نے زمانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر میں یعنی جب تک کہ عمر نے منع نہیں کیا تھا اور ابوزبیر نے مجھ کو خبر دی ہے کہ کہتا تھا "سمعت جابر بن عبد الله يقول كنا نستمتع بالقبض من التمر و الدقيق الايام على عهد رسول الله رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابى بكر حتى نهى عمر عمرو بن الحريث" یعنی سنا میں نے جابر کو کہتا تھا کہ متعہ کرتے تھے ہم ساتھ ایک مٹھی خرما اور آٹے سے دنوں معین تک زمانہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کے یہاں تک کہ منع کیا عمر نے عمرو بن الحریث کو۔

اقول جناب والا یہ آپ کیا قہر کرتے ہیں کہ جو آنکھیں بند کر کے ایسی روایتیں نقل کر دیتے ہیں حضرت نہ آپ روایتوں کو دیکھتے ہیں نہ ان کے مضمون کو سمجھتے ہیں نہ ماضی اور مضارع کے صیغوں کو پہچانتے ہیں ناحق خلط مبحث کرنے کو بیٹھ گئے ہیں اے جناب برائے خدا اگر بھرت پور میں کوئی منشعب خوان ہو تو تکلیف فرما کر میری خاطر سے اس سے اس قدر پوچھ لیجئے گا کہ استمتعنا اور کنا ماضی کے صیغہ ہیں یا مضارع کے اور ماضی زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتا ہے یا حال و استقبال پر دیکھئے کہ حضرت جابر ابن عبداللہ روایت اس کے جواز کی زمانہ گذشتہ میں بیان کرتے ہیں اور اس میں ہم کب کلام کرتے ہیں ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ بعض اوقات میں بوجہ ضرورت داعیہ کے بطریق تعامل جاری ہوا تھا اور بعد اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمایا البتہ بعض صحابہ کو بعض مدت تک اطلاع اس کی حرمت کی نہیں

ہوئی پس جابر یا بعض اصحاب دیگر ہزار ہا بلکہ ایک لاکھ کئی ہزار صحابہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جو گنتی میں دو تین ہوتے ہیں متعہ کرتے تھے حقیقت اس کی یہ ہے کہ یہ فعل ان کا مدت معلوم تک بوجہ عدم اطلاع کے بعد تحریم متعہ کے تھا لیکن بہ سبب عدم شہرت حرمت کے اطلاع نہ تھی اور ایسا بعض اصحاب کو بعض امور میں واقع ہو گیا ہے کہ بعض امور کی اطلاع نہیں ہوئی اور جب مطلع ہوئے تب دست کش ہو گئے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معوذتین کے کلام اللہ شریف میں ہونے کی اطلاع نہ تھی چنانچہ استاد کلینی نے تفسیر اہلبیت میں ابی بکر حضرمی سے روایت کی ہے "قال قلت لابی جعفر ان ابن المسعود کان یمحو المعوذتین من المصحف قال کان ابی یقول انما فعل ذلك ابن مسعود برأہ و هما من القران" یعنی راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر سے پوچھا کہ ابن مسعود معوذتین یعنی فلق اور ناس کو قرآن شریف سے مٹاتے تھے فرمایا آپ نے کہ میرا باپ کہتا تھا کہ یہ فعل ابن مسعود کا اپنی رائے سے تھا اس کے اصل نہیں معوذتین قرآن میں سے ہے خیال کیجئے کہ جب اتنے بڑے صحابی جلیل القدر کو ایسا امر عظیم نہ معلوم ہو تو اگر جابر یا بعض صحابہ دیگر کو کسی امر کی حرمت و حلت کی اطلاع نہ ہو تو کیا تعجب ہے دور آپ کیوں جاتے ہیں جناب مرتضوی کے حال کو تو اپنی کتب اربعہ میں ملاحظہ کیجئے کہ حضرت کو باوجود علم ماکان و مایکون اور صحابیت و خلافت اور معصومیت کے بھی بعض مسائل کی حقیقت سے اطلاع نہ تھی اور خلاف مسائل فقہ کے فتوی دیتے تھی اور حکم فرماتے تھے اور ان کی ممنوعیت شریعہ سے مطلع نہ تھے چنانچہ ابن بابویہ نے من لایحضرہ الفقیہ میں لکھا ہے "ان علیا کان یامر باقامت حد السرقة علی الصبی قبل ان یحتلم" یعنی تحقیق علی حکم کرتے تھے ساتھ حد مارنے کے چوری میں لڑکے

چنانچہ جامع عباسی باب اٹھارہویں بیان حدود مطلب اول میں ملاحظہ کیجئے ''مطلب اول در
بیان اقسام حدود ودران چہاردہ است ودران چند فصل است فصل اول در بیان قسم اول از
اقسام حدود وآن بریدن دست راست است در مرتبہ اولی وپای چپ در مرتبہ ثانیہ وحبس مخلد در
مرتبہ ثالثہ وکشتن در مرتبہ چہارم واین در دزدی کردنست وشروط آن چہاردہ است اول آنکہ دزد
بالغ باشد چہ اگر طفل دزدی کند اورا تادیب باید کرد وبعضی از مجتہدین گفتہ اند کہ در مرتبہ اولی دزدی
را از طفل عفو باید کرد'' اب جناب مخاطب لحاظ فرمائیں کہ حضرت ابن مسعود سے صحابی جلیل القدر کو
سورہ "فلق" اور سورہ "ناس" کے کلام اللہ شریف میں داخل ہونے کی اطلاع نہ تھی اور جناب
امیر کرم اللہ وجہہ کو باوجود علم مایکون و ماکان کے اس مسئلہ کی خبر نہ تھی کہ جس میں صدہا بچے
ناقص الاعضاء ہوگئے ہوں گے اگر حضرت جابر یا بعض صحابہ کو متعہ کے ممنوع ہونے کی اطلاع نہ
ہو تو کیا الزام اہل سنت پر عائد ہوتا ہے اور اگر آپ خواہ مخواہ ہمارے عذر کو مسموع نہ فرمائیں تو
موافق قول ابن مسعود کے معوذتین کو قرآن سے محو کیجئے اور موافق فتوی اور حکم جناب مرتضوی
کے حد کو نابالغ پر جاری کیجئے آپ کیوں یہ روایت صحیح مسلم سے کہ جس میں صرف عدم اطلاع
بعض صحابہ کو حرمت متعہ میں لکھا ہے نقل کرتے ہیں صراحۃً حدیث کو حرام ہونے متعہ میں اسی صحیح
مسلم میں کیوں نہیں دیکھتے چنانچہ سبرۂ جہنی سے روایت ہے "انہ عزی مع النبی یوم فتح
مكة قال فاقمنا بها خمسة عشر يوما فاذن لنا رسول الله فی متعة النساء
فلم يخرج حتى نهنا عنها" یعنی اس نے جہاد کیا حضرت کے ساتھ فتح مکہ میں کہا کہ ہم
پندرہ دن تک وہاں رہے اس عرصہ میں حضرت نے ہم کو پروانگی متعہ کی دی جب وہاں سے چلنے
لگے تو آپ نے متعہ کو حرام کیا اور تفسیر مظہری میں صحیح مسلم شریف سے یہ حدیث منقول ہے " و
روی مسلم عن سلمة ابن الاكوع قال رخص لنا رسول الله صلى الله عليه

وسلم عام اوطاس ثلاثا ثم نهنا عنها" یعنی رخصت دی واسطے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اوطاس میں تین دن پھر منع کیا ہم کو اس سے پس آپ ان صریح حدیثوں کو چھوڑ کر بعض صحابہ کے فعل کو کہ جو عدم اطلاع کی وجہ سے تھا کیوں ڈھونڈتے پھرتے ہو اس سے تو نہ اہل سنت پر الزام آ سکتا ہے اور نہ آپ کے مفید مدعا ہو سکتا ہے۔

قولہ اور عینی شارح صحیح بخاری نے ابو سعید خدری اور جابر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے "انا تمتعنا الی نصف خلافة عمرؓ حتی منع عمرو الناس فی شان عمرو ابن الحریث" یعنی تحقیق متعہ کیا ہم نے یہاں تک کہ منع کیا عمر نے آدمیوں کو بیچ شان عمرو ابن الحریث کے۔

اقول جناب والا یہ تو وہی روایت ہے جس کو آپ نے صحیح مسلم کی طرف منسوب کیا ہے گو الفاظ میں کچھ تھوڑا سا تغیر واقع ہو گیا ہی مگر مضمون دونوں کا متحد اور مفہوم دونوں کا واحد ہے انہیں حضرت جابر کی روایت ہے "تمتعنا" صیغۂ ماضی اس روایت میں بھی وارد ہے اور ہم اس کی نسبت پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس کے جواز مقید بعض اوقات میں کلام نہیں اور بعضے صحابہ بوجہ عدم اطلاع حرمت کے مرتکب اس امر کے بعض مدت تک رہے اور یہ بات نہ ہم کو مضر ہے اور نہ آپ کو مفید ہے کاش اگر آپ حضرت جابر ہی سے فتوی جواز کا نقل فرماتے تب بھی قابل غور تھا کیوں کہ صرف روایت اس کے جواز کے زمانہ گذشتہ میں مستلزم فتوی جواز کو حال و استقبال میں نہیں ہے قاعدہ مسلمہ فریقین ہے کہ روایت کرنا راوی کا مستلزم فتوی راوی کو نہیں ہوتا "بارقۂ ضیغمیہ" کو ملاحظہ کیجئے اور اس میں مجتہد المتشیعین کے کلام کو دیکھئے "روایت کردن چیزی مستلزم فتوائے روای بمضمون آن نیست" جناب مخاطب شروح صحیح بخاری کو ملاحظہ کیجئے کہ ان میں حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت موجود ہے کہ متعہ بعینہ زنا ہے چنانچہ ارشاد الساری

شرح صحیح بخاری المشہور بقسطلانی میں بروایت بیہقی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ حدیث مروی ہے کہ "انه سئل عن المتعة فقال هي الزنا بعينه" یعنی حضرت امام جعفر صادق سے لوگوں نے حال متعہ کا پوچھا آپ نے فرمایا کہ بعینہ زنا ہے آپ کیوں صریح فتاویٰ ائمہ کو شرح صحیح بخاری میں چھوڑ کر اخبار بعض صحابہ کو کہ جن میں نہ ہم کو مضرت اور نہ آپ کو منفعت بلکہ ہمارے مؤید مقصود ہیں نقل کرتے ہیں۔

قولہ اور جلال الدین سیوطی نے تفسیر در منثور میں اور محمد بن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کو "لولا ان عمر نهى عن المتعة مازنى الاشقى" یعنی اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تحقیق عمر نے منع کیا ہے متعہ کرنے سے تو سوائے شقی کے کوئی زنا نہ کرتا۔

اقول جناب والا پھر کتب غیر مستندہ پر آ کر گر پڑے اور ان سے بھی روایت شاذہ نقل کرنے لگے اول اس روایت کے شذوذ کو ملاحظہ کیجئے اور اس کے غیر صحیح ہونے پر اجماع امت کو دیکھئے مولانا عفیف الدین حسینی معاصر امام فخر الدین رازی نے رسالہ متعہ میں اس روایت پر اس طرح تعرض فرمایا ہے "فكيف يقاومه رواية محمد ابن جرير الطبرى التى اجمعت الامة على شذوذها" یعنی کیوں کر اعتماد کیا جائے اس روایت پر جس کو محمد بن جریر الطبری نے لکھا ہے اس واسطے کہ اجماع کیا امت نے اس کے شذوذ پر اے جناب جس روایت کے شاذ ہونے کی اہل سنت نے تشریح کر دی ہے اور جس کے غیر معتمد اور مستند ہونے کی تصریح کر دی ہے اس کا نقل کرنا کتب غیر مستندہ اہل سنت سے کیا کام آ سکتا ہے اب آپ تفسیر ابن جریر طبری کی نسبت بستان المحدثین رسالہ اصول حدیث میں ملاحظہ کیجئے۔ صاحب بستان المحدثین نے تفسیر ابن جریر کو طبقہ رابعہ میں داخل کیا ہے اور طبقہ رابعہ کی نسبت لکھا ہے "طبقہ رابعہ

احادیثی کہ نام ونشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نبود ومتاخران آنرا روایت کردہ اند پس حال آنہا از دو شق خالی نیست یا سلف تفحص کردند وآنہارا اصلی نیافتند یا یافتند ودران قدحی وعلتی دیدند کہ باعث شد ہمہ آنہارا برترک روایت آنہا و علی کل تقدیر این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملی بہ آنہا تمسک کردہ شود" اور جس حالت میں کہ ہم تفسیر در منثور سے روایات صحیحہ حرمت متعہ میں کہ جو مطابق احادیث صحاح ستہ کے ہیں اور موافق تفاسیر معتمدہ مثل تفسیر کبیر وغیرہ کے ہیں نقل کر چکے ہیں تو اب نقل کرنا ایسی روایت کا کہ جس کے شذوذ پر اجماع امت کا واقع ہے اور جس کے روای طبقہ رابعہ میں داخل ہیں اور جس کا مضمون مخالف اور مغائر احادیث ستہ اور مباین اور متناقض احادیث قطعیہ اور روایات یقینیہ جناب مرتضوی کرم اللہ وجہہ کے واقع ہے کیونکر کافی ہو سکتا ہے باقی رہی تفسیر نیشاپوری سو اس میں سے آپنے اس روایت کو کہ جس کا شذوذ مجمع علیہ ہے نقل کر دیا اور جو کہ صاحب تفسیر نیشاپوری نے اصل مسئلہ متعہ کی نسبت لکھا ہے چھوڑ دیا دیکھئے کہ صاحب تفسیر نیشاپوری نہ ایک جگہ بلکہ متعدد جگہ سواد اعظم امت سے حرمت متعہ کو نقل کرتے ہیں چنانچہ اسی تفسیر نیشاپوری میں لکھتے ہیں "ثم السواد الاعظم من الامة الی انها صارت منسوخة" یعنی سواد اعظم امت سے طرف اس بات کے گئے ہیں کہ متعہ ہو گیا ممنوع اور حرام اور ایک مقام پر فرماتے ہیں "قال اکثر علماء الامة ان الایة فی النکاح" الموبدۃ فرمایا اکثر علماء امت نے تحقیق آیت "فما استمتعتم" بیچ نکاح موبدہ کے ہے نہ متعہ میں پس روایت شاذہ سے الزام دینا اہل سنت کو لائق مسموع اور قابل قبول نہیں افسوس کہ آپ کو اپنی کتابوں کی بھی خبر نہیں نزہہ اثنا عشریہ کو دیکھئے صاحب نزہہ لکھتے ہیں " قولہ صاحب تحفہ ذکر کردہ شاذ ومتروک است مناط اعتراض بر فرقہ نمی تواند شد" قہر تو یہ کہ آپ کو اپنی کتب اربعہ کی بھی تو خبر نہیں ہے کہ جن پر مدار مذہب تشیع کا ظہر چکا ہے اور جن کا صحیح ہونا متفق

علیہ طائفہ ہو چکا ہے ان میں سے تہذیب کو دیکھئے اس میں امام اعظم شیعہ بعد نقل حدیث جمیل کے لکھتا ہے "فهذا الخبر شاذ مضاد لما قدمناه من الاخبار كثيرة ولا تعرض بما هذا حكمه على ما تقدم من الاخبار" یعنی یہ خبر شاذ ہے مخالف ہے اخبار کثیرہ کے نہیں اعتماد کیا جائے گا اس کے حکم پر پس جب کہ رئیس الطائفہ تہذیب میں کہ جو کتب اربعہ سے ہے خبر شاذ کو نقل کر کے غیر معتمد ٹھہراتا ہے تو ہم کیونکر کتب غیر صحاح سے بلکہ ان کتابوں سے کہ جو طبقہ رابعہ میں داخل ہیں روایت شاذہ کو کہ جس کے شذوذ پر اجماع ہے اور خود انہیں علماء مذکورین کی کتابوں کی روایات کثیرہ صحیحہ کے مخالف ہے تسلیم کر سکتے ہیں اور اگر ہم تفسیر ابن جریر وغیرہ کے عدم اعتماد کی طرف خیال نہ کریں اور غیر استناد کی طرف لحاظ نہ کریں بلکہ ان کو ہم مرتبہ اور ہمپایہ کتب صحاح کا سمجھیں تب بھی اس میں موجود ہونا روایت شاذہ کا واجب العمل نہیں ہو سکتا جیسا کہ ہم نے تہذیب سے نقل کیا اگر آپ کو اس پر تسکین نہ ہو تو صوارم مصنفہ مجتہد لکھنوی میں اس عبارت کو مطالعہ کیجئے "و مانمی گوییم کہ ہر یک از احادیث کلینی گو روات آن ضعیف و مجروح باشد قطعی الصدور اند" پس جبکہ کلینی میں روایات ضعیفہ غیر معمول بہا موجود ہیں تو ایسی کتابوں میں کہ جو طبقہ رابعہ میں داخل ہیں روایت شاذہ کا موجود ہونا لائق لوم اور قابل عمل نہیں ہو سکتا۔

جناب والا یہ تو ارشاد کیجئے کہ آپ نے یہ روایت شاذہ کو کون سے قاعدہ پر اپنے رسالہ میں داخل فرمایئے آیا موافق قواعد مذہب اہل سنت کے یا مطابق قانون مذہب اہل تشیع کے۔ ہمارے نزدیک تو دونوں مذہبوں کے قواعد پر غلط ہے کیونکہ اہل سنت کے یہاں یہ روایت شاذ و مجروح اور مقدوح ہے اور روایت شاذہ سے الزام لگانا اہل سنت پر موجب جہالت اور باعث غباوت ہے قانون اور مذہب اہل تشیع پر بھی اس روایت سے اعتراض کرنا اہل سنت پر لغو

بیہودہ ہے تزہہ اثنا عشریہ کو دیکھیے صاحب تزہہ لکھتے ہیں "کہ شاذ و متروک مدار اعتراض کا نہیں ہو سکتا" کیا بھول گئے آپ کتب اربعہ کو کہ رئیس الطائفہ تہذیب میں احادیث شاذہ کو نقل کرکے بوجہ مخالفت اخبار کثیرہ کے غیر معتمد ٹھہراتا ہے اور کیا یاد نہ رہا آپ کو مجتہد لکھنوی کا قول صوارم میں کہ بعض احادیث کلینی کو غیر قطعی الصدور بتاتا ہے پس ایسی روایت کا پیش کرنا کہ جو کتب غیر صحاح ستہ میں اور غیر صحاح سے بھی غیر مستندہ میں اور غیر مستندہ سے بھی روایات غیر صحیحہ سے بھی روایات شاذہ مجمع علیہا میں ہے کیا کام آسکتا ہے اور کون عاقل اس کو سن سکتا ہے۔

قول اور ابن اثیر نے نہایہ میں لکھا ہے اور ابن عباس سے روایت کی ہے "ما کانت المتعة الا رحمة رحم الله بها امة محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم و لولا نهي عنها مازني الاشقى اى قليل" یعنی نہ تھا متعہ مگر رحمت کہ رحم کیا تھا خدائے تعالیٰ نے ساتھ اس کی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اگر نہ منع کرتا اس سے عمرؓ تو نہ زنا کرتا مگر شقی یعنی تھوڑے آدمی۔

اقول جناب مخاطب آپ تو کتب لغت کو پکڑنے لگے اور ان کی پناہ ڈھونڈھنے لگے اور ترجمہ روایت میں اپنی خواہش نفسانی کو ملانے لگے اے حضرت آپ کسی سے پوچھ لیجئے کہ نہایہ ابن اثیر کا کس فن میں ہے اور کیا اس میں بیان ہے جناب سامی یہ نہایہ ابن اثیر کا فن لغت حدیث میں ہے چونکہ ان کو حل کرنا لغات حدیث کا منظور ہے اس واسطے ان کو تنقید اور تصحیح نفس احادیث کا خیال نہیں بلکہ صرف حدیث کو نقل کرکے اس کے لغات کو بیان کرتے ہیں عام ہے اس سے کہ صحیح ہو یا مجروح شاذ ہو یا مقدوح جیسا کہ صاحب مجمع البحار اور فتح الباری شرح صحیح بخاری نے فرمایا ہے کہ احادیث اس کی قابل احتجاج نہیں جب تک کہ اسناد معتمد اور شاہد معتبر نہ پایا جائے گا اور قطع نظر اس کے یہ روایت ابن عباس کی ہے اور رجوع اور توبہ ابن عباس کو ہم

تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی اور تفسیر در منثور جلال الدین سیوطی اور تفسیر ثعلبی شیعی اور تفسیر زمخشری معتزلی سے نقل کر چکے ہیں قہر تو یہ ہے کہ آپ اپنے یہاں کی کتابوں کو بھی تو ملاحظہ نہیں کرتے دیکھئے کتاب محاسن میں حضرت امیر المومنین سے روایت موجود ہے کہ فرمایا حضرت نے ابن عباس سے کہ تم ایک مرد عیاش ہو تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا متعہ سے عبارت اس کی یہ ہے "قال لابن عباس انك رجل تائه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن المتعة" اسی مباحثہ کے بعد آپ نے اقرار ممنوع ہونے متعہ کا فرمایا جیسا کہ امام رازی نے کبیر میں لکھا ہے "بانه اقر صارت منسوخة" اور اسی واسطے زمخشری نے اور امام رازی نے ان کی توبہ کو حالت نزع میں اس طرح سے نقل کیا "انه قال عند موته اللهم انى اتوب اليك من قولى فى المتعة" اور یہی وجہ کہ حضرت ابن عباس بددعا کرتے تھے ان لوگوں پر کہ جو مشہور کرتے تھے حضرت کے فتوی کو عموماً حلت متعہ میں بلکہ فرماتے تھے کہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ وہ حلال ہے واسطے مضطر کے جیسا کہ حلال مردہ اور خون اور گوشت سور کا اس کو امام فخر الدین رازی نے اس روایت کو اس طرح سے لکھا ہے "ان الناس لما ذكروا الاشعار فى فتيا ابن عباس فى المتعة قال ابن عباس قاتلهم الله انى ما افتيت باباحتها على الاطلاق لاكنى قلت انها تحل للمضطر كما تحل الميتة و الدم و لحم الخنزير له"

اگر جناب مخاطب حضرت ابن عباس کی توبہ کو تسلیم نہ فرمائیں اور ان کے رجوع کا بھی خیال نہ کریں اور خواہ مخواہ ان کے فتوی پر کہ جو قبل توبہ اور رجوع کے دیتے تھے اڑے رہیں تو گوشت سور اور مردار اور خون کو بھی حلال فرمائیں علاوہ بریں اس روایت میں صیغہ نہی کا موجود ہے اور مرجع اس کا اسم مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکور ہے آپ نے ترجمہ میں کہاں

سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام ملا دیا "غاية ما فى الباب" یہ کہ حضرت ابن عباس اپنا تاسف ممنوعیت متعہ پر ظاہر فرماتے ہیں اور یہ مقتضائے بشریت ہے ورنہ اجرائے احکام اور ان کی منسوخیت میں ہر طرح سے امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم ہے "فعل الحكيم لايخلوا عن الحكمة"

جناب والا ان سب باتوں کو جانے دیجئے اور نہایہ کا فن لغت میں ہونے کا بھی لحاظ نہ کیجئے اور حضرت ابن عباس کے فتوی کا بھی مثل حلت سور کے خیال نہ کیجئے اور ان کے اقرار کرنے کا بھی متعہ کے حرام ہونے پر لحاظ نہ کیجئے اور ان کی توبہ کو بھی قول حلت متعہ سے تسلیم نہ کیجئے اسی روایت ابن اثیر پر فیصلہ کیجئے آنکھیں کھول کر دیکھئے کہ یہ روایت ہمارے مسلک اور دعوی کے مطابق ہے یا آپ کے قول کے موافق ہے۔

میاں مجتہد صاحب اس روایت میں نھی صیغہ واحد مذکر غائب ماضی کا واقع ہے اور مرجع ضمیر ہوگا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ پس منسوخ کرنے والے اور حرام فرمانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ حضرت فاروق اعظم آپ اپنی قابلیت سے عبارت عربی میں تو تحریف نہ فرمایئے مگر ترجمہ اردو میں موافق خواہش نفسانی کے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا نام ملا دیا اور یہی ہمارا مسلک ہے کہ "حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم لحوم الحمر الاهلية والمتعة"

قولہ اس طرح کی روایتیں اہل سنت کی کتابوں میں کثرت سے ہیں لیکن واسطے اختصار کے اسی قدر لکھی گئیں ہیں۔

اقول آپ نے صرف متعہ کی نسبت تین روایتیں نقل کیں ایک روایت مجہولہ غیر سواد اعظم امت کی جس میں لفظ "ثم نسخت" کا بھی موجود ہے جو ہمارا موید دعوی ہے اور

دوسری وہ روایت ہے کہ جس میں بعض صحابہ نے بوجہ عدم اطلاع کے مدت معلومہ تک ارتکاب اس امر کا کیا اور تیسری روایت شاذہ کہ جس کے شذوذ پر موافق قول علامہ عفیف الدین جیسے معاصر امام فخر الدین رازی کے اجماع امت نے کیا ہے باقی رہی روایت ابن اثیر کی وہ قطعاً ہمارے مفید مدعا ہے جناب سامی کی زبان پر کثرت اور اکثر کا لفظ بہت چڑھا ہوا ہے وجہ اولیٰ میں تین مفسروں پر اکثر مفسرین اہل سنت کا اطلاق فرمایا اور وجہ ثانیہ میں دو صحابہ پر اکثر اصحاب کا حکم لگایا اور اس مقام پر صدہا بلکہ ہزار ہا احادیث سے دو تین حدیثوں پر کثرت کا لفظ فرمایا۔

قولہ اور ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ متعہ مباح بحکم خدا تھا لیکن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں اپنی رائے سے منسوخ کر دیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وہ منسوخ نہ ہوا تھا چنانچہ روایات مذکورہ سے ثابت ہوا۔

اقول روایت مجہولہ میں بھی لفظ "ثم نسخت" کا موجود ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متعہ کے حرام ہونے پر دال ہے اور روایت ثانیہ میں عدم اخبار صحابہ مذکور ہے اور روایت ثالثہ میں البتہ ممنوعیت حضرت فاروق اعظم کی طرف منسوب ہے لیکن وہ متکلم فیہ اور شاذ باجماع ہے۔

قولہ اور تفسیر کبیر میں اور تفسیر ثعلبی میں عمران ابن حصین سے روایت ہے کہ کہا کہ "نزلت اية المتعة فی کتاب الله و لم ننزل بعدها اية ننسخها و امرنا بها رسول الله صلی الله علیه وسلم و تمتعنامتعة و مات و لم ینهی عنها ثم قال رجل برائه" یعنی کہا عمران ابن حصین نے کہ نازل ہوئی آیت متعہ کی کتاب خدا میں اور نہ نازل ہوئی بعد اس کے کوئی ایسی آیت کہ منسوخ کر دے اس کو اور حکم کیا تھا ہم کو ساتھ اس کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اور متعہ کیا ہم نے ساتھ اس کے یعنی زمانہ میں ان حضرت کے اور

وفات پائی اس حضرت نے اور نہ منع کیا اس متعہ سے پھر کہا ایک مرد نے ساتھ رائے اپنی کے یعنی عمر نے متعہ کو حرام کر دیا۔

اقول اب تو جناب مخاطب ایک ایک روایت کو دو دو جگہ لوٹ پوٹ کر لکھنے لگے جناب والا یہ تو وہی روایت ہے جس کو آپ نے پہلی وجہ میں پہلے ہی قائم کیا ہے اور اسی تفسیر کبیر ہی سے نقل کیا ہے ہم اس روایت کا حال اور اس کی نسبت آپ کا مقال اور اس کا رد تمام و کمال تردید وجہ اولی میں لکھ چکے ہیں کہ امام فخر الدین رازی نے خود تفسیر کبیر میں اس روایت کو بے اعتبار اور بے اعتماد ٹھہرایا ہے اور مذہب سواد اعظم امت کا حرمت متعہ پر نقل فرمایا ہے اور اباحت متعہ کا مذہب اہل تشیع کا ٹھہرایا ہے علاوہ بریں یہ بھی ہم لکھ چکے ہیں کہ روایت عمران ابن حصین کی "متعة الحج" کی ہے نہ متعة النساء کی جیسا کہ صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف میں موجود ہے بس آپ کا متعة النساء میں پیش کرنا بمقابلہ اہل سنت بے سود ہے اور ثعلبی بھی بے قول اس کا ہم پر حجت نہیں تاہم روایات حرمت سے تفسیر اس کی خالی نہیں ہے۔

قولہ اور عمر نے جو متعہ کو منع کیا ہے تو ان کے منع کرنے کی روایتیں کتب اہل سنت میں کئی طرح کی مرقوم ہیں بعضی روایت لکھتا ہوں اوروں کو ان پر قیاس کر لینا چاہیے۔

اقول آپ نے جو روایت نقل کی ہے اس میں لفظ انهى اور احرم کا مذکور ہے چونکہ اہل تشیع اپنی خوش فہمی سے ان لفظوں سے ممانعت و متعہ کی بالاستقلال نسبت کرتے ہیں طرف فاروق اعظم کے اس وجہ سے اپنی اس روایت کو نقل کیا اور ان روایتوں کو اہل سنت کی کہ جن میں حضرت فاروق اعظم نے صراحۃ فرمایا ہے "و قد نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم" یعنی منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے جیسا کہ ہم معالم بغوی سے نقل کر چکے ہیں اپنے مدعا کے مخالف سمجھ کر چھوڑ دیا۔

قولہ کتب احادیث صحاح میں اور تفسیر کبیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ روی ان عمر قال علی المنبر متعتان کانتا مشروعتین فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم و انا انهی عنهما متعة الحج و متعة النساء یعنی روایت کی گئی ہے اس طرح کہ تحقیق عمر نے کہا اوپر ممبر کے کہ دو متعہ ہی مشروع یعنی حلال زمانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں اور میں منع کرتا ہوں ان دونوں سے ایک تو متعہ حج ہے دوسرا متعہ زناں۔

اقول اس روایت کا حوالہ کرنا کہ جس میں لفظ مشروعتین کا موجود ہے طرف کتب صحاح کے محض افترا و بہتان ہے ہرگز روایت صحاح ستہ میں لفظ مشروعتین کا نہیں ہے اور صاحب تفسیر کبیر نے خود اس امر کی تشریح کر دی ہے کہ اس کے مباح اور مشروعیت میں ایک وقت خاص میں کلام نہیں مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ بعد کو وہ حرام و ممنوع ہوگا پس جس حالت میں کہ متعہ آیات قرآنیہ سے حرام ہو چکا اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ممنوع ٹھہر چکا تو پھر اس کی ممانعت کی نسبت اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف کی تو کیا قباحت ہوئی ان کی تو شان امر بالمعروف اور نهی عن المنکر کے موافق آیات قرآنی کی ٹھہری ہوئی ہے جیسا کہ فرماتا ہے کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف تنهون عن المنکر" یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یارو تم بہترین امت سے ہو چن لئے گئے ہو آدمیوں کے لئے حکم کرتے ہو نیک باتوں کا اور روکتے ہو بری باتوں سے مجتہد المتشیعین تفسیر مجمع البیان میں اس خطاب کو امت رسول اللہ کے واسطے عموماً اور صحابہ کرام کے واسطے خصوصاً روایت کرتے ہیں عبارت اس کی ہے "واختلف فی المعنی بالخطاب فقیل هم المهاجرون خاصة و قیل هو خطاب الصحابة و لاکنه یعم سائر الامة" یعنی بعضوں سے روایت ہے کہ مراد اس خطاب سے صرف مہاجرین ہیں اور بعضوں

سے روایت ہے کہ مراد کل صحابہ ہیں لیکن تمام امت کو شامل ہے پس جبکہ صحابہ رسول اللہ نہی عن المنکر اور امر بالمعروف موافق حکم خدا قرار پا چکے پس اگر حضرت عمر فاروق نے کہ وہ مہاجرین میں بھی داخل تھے اور عموماً صحابہ اور تمام امت میں شامل لفظ انہی کا اپنے نسبت فرمایا اور متعہ منکر سے لوگوں کو روکا تو کیا قباحت لازم آئی۔

قولہ اور بعض روایت میں اہل سنت کی آیا ہے کہ عمر نے کہا "انا احرمھما و اعاقب علیھما" یعنی میں حرام کرتا ہوں ان دونوں کو اور عذاب کرتا ہوں ان دونوں پر۔

اقول افسوس ہے کہ قول فاروق اعظم کو جس میں لفظ "اُحَرِّمُ" کا مذکور ہی واسطے اعتراض کرنے کے اور اپنی قابلیت جتانے کے نقل کرنے لگے اور قول ائمہ کو جس میں لفظ محرمون کا موجود ہے بھول گئے نہ آپ استعمال الفاظ سے واقف ہیں نہ محاورہ عرب کے ماہر صرف نے سنائے ڈھکوسلے پیش کر دیا کرتے ہوا ے جناب مقصود لفظ "احرمھما سے اخبر عن حرمتھما" ہے یعنی خبر دیتا ہوں میں دونوں متعوں کے حرام ہونے سے یعنی ایک متعہ النساء سے کہ جس پر آیات قرآنی اور احادیث رسول ربانی نسبت حرمت کے واقع ہیں اور دوسرا اس متعۃ الحج سے کہ طواف کے بعد اگر ہدیہ میسر نہ ہو تو افعال عمرہ کے بجا لا کر حج کو فسخ کر دیں کہ اس پر بھی آیت کریمہ "اتموا الحج و العمرۃ للہ" نازل ہوئی ہے اگر آپ خواہ مخواہ احرم کے معنی اخبر عن حرمتھما نہ لیں تو جواب دیجئے اس قول ائمہ کا کہ جو مندرج قول کتب اربعہ میں ہے "نحن المحللون حلالہ و المحرمون حرامہ" یعنی ہم حلال کرتے ہیں اس کے حلال کو اور حرام کرتے ہیں اس کے حرام کو جو قول فاروق اعظم میں احرم مذکور ہے وہی قول ائمہ میں محرمون موجود ہے پس مقصود یہ ہے کہ ائمہ علیہم السلام فرماتے ہیں کہ ہم خبر دیتے ہیں اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کی حلت سے اور ہم خبر دیتے ہیں

اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کی حرمت سے بھی حضرت فاروق اعظم فرماتے ہیں کہ میں ان دونوں کی حرمت سے خبر دیتا ہوں اور اگر خواہ مخواہ اپنی ہٹ دھرمی سے آپ باز نہ آئیں تو ملاحظہ کریں حسام میں کہ مجتہد لکھنوی اسی قول ائمہ کے تحت میں لکھتے ہیں "یعنی در عہدۂ جناب ائمہ است کہ بآن اخبار فرمایند"۔

قول اس روایت سے معلوم ہوا کہ دونوں متعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حلال تھی اور منسوخ نہیں ہوئی تھی لیکن عمر نے ان کو حرام کر دیا۔

اقول نہ یہ امر اس روایت سے ثابت ہوتا ہے نہ حضرت فاروق اعظم کا یہ منصب تھا کہ کسی چیز کو خود حرام کر دیں البتہ اہل تشیع کے نزدیک ائمہ کا یہ مرتبہ تھا کہ جس چیز کو چاہتے تھے حلال کر دیتے تھے اور جس کو چاہتے حرام چنانچہ حسام میں مجتہد لکھنوی نے ائمہ کی نسبت یوں لکھا ہے "فهم يحلون مايشاؤن" یعنی ائمہ جس چیز کو چاہتے ہیں حلال کر دیتے ہیں اور اس کی تفسیر اسی حسام میں باقر مجلسی سے یوں نقل کی ہے "ظاهره تفويض الاحكام" یعنی ظاہر اس کا سپرد کرنا احکام کا ہے ائمہ کو۔

قول اور علامہ قوشجی نے شرح تجرید میں اور ملا سعد الدین تفتازانی نے شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ "ان عمر صعد المبر و قال ايها الناس ثلث كن على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم و انا انهى عنهن و احرمهن و اعاقب عليهن متعة الحج و متعة النساء وحى على خير العمل[1]

---

[1] ترجمہ: ۔حضرت عمر منبر پر چڑھے اور فرمایا اے لوگو۔ تین چیزیں جو رسول اللہ کے زمانہ میں رائج تھیں میں ان سب سے روکتا ہوں اور انہیں حرام کرتا ہوں اور ان کی بجا آوری پر سزا کا اعلان کرتا ہوں۔ حج کا متعہ۔ عورتوں کا متعہ۔ اور بھلائی کی طرف بلانا۔

اقول چونکہ اس روایت کا ترجمہ لفظی آپ کے مدعی کے منافی تھا اس وجہ سے اس کو اڑا کر صرف اپنے مطلب پر اکتفا کے معلوم نہیں کہ یہ فقرہ کہ جو رسول خدا کے زمانہ میں حلال تھیں کس لفظ کا ترجمہ اور مطلب ٹھہرایا گیا اگر ثلث کن کا قرار دیا گیا تو ان الفاظ سے صرف وجود ثابت ہوتا ہے اور وجود کسی چیز کا عہد آن حضرت میں نہ استیعاب کو لازم ہے اور نہ وصف حلت کو مستلزم اور اگر انھی اور احرم کو قرینہ اس امر کا قرار دیا تو ہم بتفصیل بیان کر چکے کہ انھی اور احرم ہرگز اس امر کو مستلزم نہیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع فرمایا تھا اور حضرت عمر نے بنفسہ حرام کر دیا افسوس ہے کہ آپ نے اس روایت کو تو شرح مقاصد سے نقل کیا اور اس کے آگے سے علامہ تفتازانی کے جواب کو چھوڑ دیا اب سمجھ لیجئے کہ انہوں نے اس کا جواب اس طرح سے دیا ہے "والجواب ان هذه المسائل استحادية و قد ثبت نسخ اباحت متعة النساء بالاثار المشهورة اجماعاً من الصحابة على ما روى محمد ابن الحنفية عن علي" یعنی یہ مسائل استحادیہ ہیں اور تحقیق ثابت ہو گیا منسوخ ہونا متعہ نساء کا ساتھ اثار مشہورہ کے از روئے اجماع صحابہ کے اوپر اس چیز کے کہ روایت کیا محمد ابن الحنفیہ نے علی کرم اللہ وجہہ سے اور قوشجی نے تجرید کی شرح میں ماتن کی جانب سے کہ وہ طوسی شیعی ہے اس روایت کو نقل کیا ہے نہ اپنی جانب سے پس قوشجی کا حوالہ دینا محض بیوقوفی ہے اور قطع نظر اس کے جب ہم احرم کے مفہوم کو بیان کر چکے اور قول ائمہ کو نقل کر چکے اور اس کے معنی حسام میں دکھلا چکے تو بنفسہ یہ روایت قطع نظر جواب علامہ تفتازانی کے ہم کو مضر نہیں کیونکہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم نے ان چیزوں کے حرام ہونے کی تشہیر فرمائی نہ یہ کہ خود ان کو حرام کیا۔

قولہ اور جو کچھ کہ تاویلیں عمر کے قول میں کرتے ہیں وہ سب پوچ اور واہی ہیں اور

بدیہی بات کا انکار کرنا ہے اور جواب سب کا مرقوم ہے۔

اقول جناب والا آپ ہی اپنے منہ سے ایسی باتیں فرمائیں عاقل تو ایسی بات بلا دلیل منہ سے نہیں نکال سکتا ہے نہ آپ کا خصم اس کو قبول کرسکتا ہے اور جواب کی نسبت جو ارشاد ہوا شاید وہ آپ کے صنادیق تقیہ میں بند ہوگا جب پیش کیجئے گا جواب لیجئے گا اور جو لکھا اس کا جواب پایا۔

قولہ اور سوائے اس کے یہ بات ہے کہ غیر معصوم کے قول میں تاویل نہیں ہوسکتی۔

اقول جناب سامی آپ کے منہ سے تو لفظ معصوم زیب نہیں دیتا ہے معلوم نہیں کہ آپ نے معصوم کس کو قرار دیا ہے مبدء سلسلۂ انبیا حضرت آدم کو تو حاسد و نافرمان قرار دے چکے اور منتہائے سلسلہ انبیاء حضرت خاتم النبیین پر ظلمت کا اطلاق کر چکے جیسا کو عیون اخبار اور بحار سے ہم قبل میں عبارت نقل کر چکے ام الائمہ جناب سیدہ کو اہلبیت سے خارج کر دیا جیسا کہ صاحب شافی شارح کلینی نے صاف لکھدیا کہ ممکن ہے کہ جناب سیدہ کو اہل بیت میں داخل کرلیا جائے بوجہ اس کے کہ ام الائمہ ہیں ورنہ بنفسہ داخل نہیں ہیں عبارت یہ ہے "ان اھلبیت کل نبی اوصیائہ و علی ھذا یمکن دخول فاطمۃ فی اھلبیتہ باعتبار انھا وصایۃ اھل البیت الی ان قال و یمکن ان لاتکون داخلۃ فی اھل البیت"[۱] اور رئیس الطائفہ نے تہذیب میں لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ فرمایا جناب مرتضی علی کرم اللہ وجہہ نے بلی قطعاً اہلبیت میں داخل ہے اور عبارت اس کی یہ ہے "ان علیا قال انما ھی من اھل البیت" وائے بر اسلام ان لوگوں کے کہ جناب سیدہ کے اہلبیت میں داخل ہونے میں پس و پیش کریں اور بلی کو قطعاً اہلبیت میں داخل فرمائے اور

۱ـ ترجمہ: ـ بیشک ہر نبی کی اہل بیت ان کی وصیتیں ہیں اس بنیاد پر جناب فاطمہ کا اہل بیت میں داخل ہونا ممکن ہے کہ وہ اہل بیت میں داخل نہ ہوں۔

بضعۂ رسول کا کچھ بھی لحاظ و پاس نہ کریں اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون" امام الائمہ جناب مرتضوی پر خائن اور بھگوڑی اور نامرد کا اطلاق فرمائیں جیسا کہ بحار اور تراجم بحار سے ظاہر ہیکہ معاذ اللہ حضرت سیدہ نے جناب مرتضوی سے وہ کلمات فرمائے کہ جن کا ترجمہ مترجمین بحار نے بحار الانوار مصنفہ باقر مجلسی سے نقل کر کے ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے کہ مانند جنین رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائنان درخانہ گریختہ العیاذ باللہ جب امام الائمہ پر ایسے الفاظ کا اطلاق ہو تو آپ فرمایئے کہ لفظ معصومیت کا کس پر اطلاق کیجئے گا اور خاتم الائمہ حضرت امام مہدی تو اب تک صدہا سال سے سرداب سر من رای میں مخفی ہیں جان کے خوف سے اب تک نہیں نکلتے کار امامت بالکل معطل اور بے کار ہے حالانکہ "حلی فی منھج الکرامہ" میں لکھا ہے "الجبان لایستحق الامامۃ" ڈرپوک امامت کا مستحق نہیں ہے الغرض جناب والا تو لفظ معصوم کا زبان سے نہ نکالیں اور منہ کو بندھی رہنے دیں۔

قولہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے۔

اقول تصانیف ملا علی قاری بکثرت متداول اور متعارف ہیں نام بتاؤ جواب لو اور بغیر اس کے قابل التفات نہیں۔

قولہ اور جب مریدان عمر نے دیکھا کہ عمر نے متعہ کو حرام کیا ہے اور رد کرنا حکم خدا کا کفر ہے تو واسطے اصلاح حال عمر کے اپنے طرف سے طرح طرح کی روایتیں بنائیں کہ متعہ رسول خدا ہی کے زمانہ میں منسوخ ہو گیا تھا۔

اقول جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہرگز بنفسہ متعہ کو حرام نہیں کیا البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الی یوم القیامۃ متعہ سے ممانعت فرمائی اور حضرت فاروق اعظم نے اس کی حرمت کی خبر بتاکید تمام ظاہر فرمائی ان کا یہ منصب نہ تھا کہ حکم خدا کو رد کرتے البتہ عیون اخبار رضا

سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام نے فوراً خدا کے حکم کو رد کر دیا اور منزلت ائمہ پر حسد کرنے لگے باوجود ممانعت شدیدہ کے کچھ بھی خیال دل میں نہ لائے جیسا کہ ہم عبارت عیون کی قبل میں نقل کر چکے ہیں اہل حق کے نزدیک کوئی متنفس خدا کے حکم کو رد نہیں کر سکتا مگر اب تکلیف فرما کر اپنے اکابر کی کتابوں میں جامع الاخبار کو ملاحظہ کیجئے کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باب خلافت حضرت علی میں نہ ایک مرتبہ بلکہ متعدد مرتبہ حکم خدا کو رد کیا جب کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر لیا کہ میں تم کو دشمنوں سے محفوظ رکھوں گا اور کوئی تم کو ضرر نہ پہونچا سکے گا تب آپ نے اپنی تسکین اور اطمینان فرما کر امتثال امر خدا کو پورا کیا چنانچہ عبارت اس کی یہ ہے

"قال سمعت الصادق عليه السلام قال لما خرج رسول الله صلى الله عليه واله وسلم الى مكة فى حجة الوداع فلما انصرف منها فى حراحرو قد شعبه من كله اثنا عشر الف رجل من اليمن و خمسة الاف رجل من المدينة جاء ه جبريل فى الطريق فقال يا رسول الله ان الله يقرئك السلام و قرء هذه الاية يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم يا جبريل ان الناس حديث عهد بالاسلام و اخشى ان يضطربوا و لا يطيعوا فعرج جبريل عليه السلام الى مكانه و نزل عليه فى اليوم الثانى و كان رسول الله صلى الله عليه وسلم نازلاً بغدير و قال له يا محمد يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك و ان لم تفعل فما بلغت رسالته والله يعصمك فقال يا جبريل اخشى من اصحابى من ان يخالفونى فعرج جبرئيل و نزل عليه فى اليوم الثالث و كان رسول الله صلى الله عليه وسم بموضع يقال له غدير و قال له يا رسول الله بلغ ما انزل اليك

من ربك و ان لم تفعل فما بلغت رسالته والله يعصمك من الناس فلما سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم هذه المقالته قال للناس انبخوا تاقتي فو الله ما ابرج من هذا المكان حتى ابلغ رسالت ربی" خلاصہ یہ کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے لوٹے اس وقت آپ کے ساتھ بارہ ہزار صحابی یمنی اور پانچ ہزار صحابی مدنی تھے کہ راستہ میں حضرت جبرئیل آن پہونچے اور عرض کیا کہ اے رسول خدا کے اللہ تعالیٰ تم کو سلام کہتا ہے اور اس آیت کو پڑھ کر سنایا "یاایہا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك" یعنی اے رسول خدا کے پہونچا دے تو اس چیز کو کہ تیرے پروردگار کی طرف سے تیرے اوپر نازل ہوئی حضرت نے فرمایا اے جبرئیل مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ جو میرے ساتھ ہیں کہیں مضطرب ہو کر میری اطاعت نہ کریں پس چڑھ گئے جبرئیل علیہ السلام اور پھر اترے دوسرے روز اور اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام غدیر پہونچ گئے تھے حضرت جبرئیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ "یاایہا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك و ان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمك" اے رسول پہونچا تو اس چیز کو جو تیرے اوپر نازل کی گئی اور اگر نہ کرے گا ایسا تو۔ تو اپنی رسالت کو نہیں پہونچایا اور اللہ تجھ کو محفوظ رکھے گا پھر کہا آپ نے اے جبرئیل میں ڈرتا ہوں اپنے اصحاب سے کہیں وہ میری مخالفت نہ کر بیٹھیں پھر چڑھ گئے حضرت جبرئیل اور تیسرے روز پھر آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غدیر ہی کے مقام میں لے لیا اور کہا "یارسول الله بلغ ما انزل الیك من ربك و ان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمك من الناس" یعنی اے رسول خدا کے پہونچا دے تو جو کچھ تیرے اوپر نازل کیا تیرے پروردگار نے اور اگر ایسا نہ کرو گے تو تم نے خدا کی رسالت کو نہ پہونچایا اور اللہ نگہبان ہے تمہارا آدمیوں سے پس جب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول کو سن لیا تب کہا آدمیوں سے بٹھالو اپنے اونٹوں کو میں یہاں سے نہیں ہٹونگا جب تک کہ اللہ کی رسالت کو نہ پہونچاؤنگا بلکہ روضہ شیخ مفید سے تو ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مرتبہ اس حکم سے استغفار فرمایا لیکن وہ معاف نہ ہوا بلکہ آیت حکم کے ساتھ عتاب شدید کی نازل ہوئی تب آپنے اس حکم کو پورا کیا عبارت اس کتاب کی ہم قبل میں نقل کر چکے ہیں بلکہ تکملہ حیات القلوب مصنفہ باقر مجلسی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں علاوہ وعدہ کے اخیر کو یہ الفاظ بھی نازل کیے گئے تھے "فعذبتك عذابا اليما" یعنی تو اگر علی کو خلیفہ نہ کرے گا پس عذاب دردناک میں ڈالدوں گا "لعنت الله على الكاذبين و العياذ بالله من هذه المعتقدين" جناب سامی مجھکو سخت حیرت تھی کہ جناب مرتضوی کرم اللہ وجہہ نے اس کفر یعنی رد کرنے حکم خدا پر کیوں کر سکوت فرمالیا اور کس طرح پر راضی ہوگئے حالانکہ جناب اسد اللہ الغالب کی کیفیت یہ تھی کہ اگر جناب فاروق اعظم ادنیٰ حکم پیغمبر کو مٹانا چاہتے تھے تو وہ فوراً قنبر کو پکارتے تھے اور ذوالفقار کے قبضہ پر ہاتھ رکھتے تھے اور قتل کرنے حضرت فاروق اعظم کے مستعد ہو جاتے تھے جیسا کہ عماد الاسلام میں مجتہد المجتہعین ولدار علی لکھنوی اپنے اکابر سے نقل فرماتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ نے جناب رسول خدا کو حکم فرمایا کہ سب لوگوں کے دروازوں کو جانب مسجد سے بند کردو مگر جناب مرتضوی کا دروازہ کھلا رہنے دو بعد چند روز کے ایک روز حضرت عباس نے رسول خدا سے عرض کیا کہ آپ اللہ سے میرے واسطے استدعا کیجئے کہ میرا دروازہ مسجد کی جانب کھول دیا جائے حضرت نے فرمایا اے چچا ایسا نہیں ہوسکتا ہے تب حضرت عباس نے عرض کیا کہ ایک پرنالہ ہی کے واسطے دعا فرمادیجئے رسول خدا خاموش ہو رہے اور اللہ نے اس درخواست اخیر کو قبول کرلیا رسول خدا خود اوٹھے اور موافق خواہش حضرت عباس کے ان کے مکان کی چھت پر پرنالہ کو جانب مسجد لگادیا

چنانچہ وہ پرنالہ زمانہ خلافت حضرت عمر فاروق میں تین برس تک قائم رہا ایک روز اس پرنالہ کا پانی بہہ رہا تھا کہ عمر کے کپڑے اس سے خراب ہو گئے انہوں نے حکم دیدیا کہ اس کو اکھاڑ دو وہ اکھاڑ دیا گیا عمر نے کہا کہ اگر اب کوئی لگائے گا تو میں اس کی گردن ماروں گا حضرت عباس اپنے لڑکوں پر تکیہ کر کے شدت مرض میں حضرت امیر کے پاس فریاد لائے اور کہا میں دو آنکھیں رکھتا تھا ایک تو جاتی رہی یعنی رسول خدا دوسری باقی ہے یعنی آپ مجھے نہ معلوم تھا کہ تمہاری زندگی میں میرے اوپر ایسی مصیبت پہونچے گی حضرت امیر نے فرمایا چچا تم گھر جاؤ میں دیکھ لوں گا اور آپ نے اسی وقت آواز دی کہ قنبر انہوں نے عرض کیا جی حاضر آپ نے فرمایا کہ میری ذوالفقار تو لا انہوں نے کہا جی لایا حضرت علی نے ذوالفقار کو لے لیا اور سب آدمیوں کو لے کر مسجد میں آئے اور قنبر سے کہا چڑھ اور لگا پرنالہ قنبر نے فوراً لگا دیا بعد اس کے حضرت امیر نے فرمایا کہ قسم ہے مجھ کو صاحب قبر و منبر کی کہ اگر کسی نے اس پرنالہ کو اکھیڑا تو اس کی گردن ماردونگا یہ خبر عمر کو پہونچی وہ مسجد میں آئے اور پرنالہ کو اپنی جگہ پر دیکھا کہا کہ کوئی شخص پرنالہ کو نہ اکھیڑے اور ابوالحسن کو غضب میں نہ لائے صبح کو حضرت امیر نے حضرت عباس سے پوچھا کہو چچا کیا حال ہے حضرت عباس نے کہا کہ جب تک تم زندہ ہو چین سے گذرتی ہے حضرت امیر نے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی کہ اگر تمام اہل زمین مجھ سے بخصومت پیش آئیں تو میں سب کو قتل کردوں اس روایت کو لکھ کر جناب مجتہد صاحب فرماتے ہیں کہ اگر عمر کو علی کا خوف نہ ہوتا تو کبھی پرنالہ کو اپنی جگہ پر نہ لگانے دیتے" ثم نادی یا قنبر علی بذی الفقار فتقلده ثم خرج الی المسجد والناس حوله وقال یا قنبر اصعد ورد المیزاب الی مکانه فصعد قنبر فرده الی موضعه و قال علی وحق صاحب هذا القبر و المنبر لین فلعله قالع لاضربن عنقه عنق الامر له بذلك ولا صلبنا فی الشمس حتی ینفذ وفبلغ ذلك عمر ابن

الخطاب فنهض ودخل المسجد ونظر الى الميزاب و هو فى موضعه فقال لايغضب احد ابا الحسن فى ما فعله وتكفر عنه عن اليمين فلما كان من غدات مضى على بن ابى طالب الى عمه العباس فقال له كيف اصبحت ياعم قال بافضل النعم مادمت لى بابن اخى فقال له يا عم طب نفسك وقر عينا فو الله نوحا صمنى اهل الارض فى الميزاب لخصمتهم ثم لقتلتهم بحول الله و قوته ولا ينالك ضيم و الغم فقام عباس فقبل بين عينه و قال ابن اخى ما خاب من انت ناصره فكان هذا فعل عمرؓ بالعباس عم رسول الله و قد قال فى غير موطن وصية منه فى عمه ان عمى العباس بقية الاباء والاجداد و احفظونى فيه كل فى كنفى و انا فى كنف عمى العباس فمن اذاه قد اذانى ومن اعداه فقد اعدانى فسلمه سلمى و حربه حربى وقد اذاه عمر فى ثلاث مواطن ظاهره غير خفية منها قصبه الميزاب ولولا خوفه من على عليه السلام لم يتركه على حاله انتهى ملخصاً"

جناب مجتہد صاحب کو مقام طعن حضرت فاروق اعظم میں حضرت عباس کی فضیلت کی حدیثیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عباس چچا میرے بقیہ ہیں آباء و اجداد میرے کے اوران کا ادب کرو جوکوئی ان کو ایذا دے گا اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے ان سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سی دشمنی رکھی خوب یاد آ گئیں اور یہ نہ خیال رہا کہ امام تشیع باقر مجلسی نے حیات القلوب میں ان کا ولد الزنا ہونا ثابت کیا ہے اور ان کے بیٹے کو اور ان کو دنیا اور آخرت میں اندھا لکھا ہے حیات القلوب کی عبارت ہم اوپر نقل کر چکے ہیں اس مقام پر ہم کو اس سے بحث نہیں مقصود یہ ہے کہ جناب مرتضوی صرف ایک پرنالہ اکھڑنے پر اس قدر غیض

وغضب میں آ گئے کہ حضرت فاروق اعظم کے قتل پر مستعد ہو گئے پس اس کفر یعنی منسوخیت متعہ پر حضرت علی کیوں کر ساکت ہو گئے اور کیوں نہ تلوار قنبر سے منگائی اور کیوں نہ مجمع عام میں حضرت فاروق اعظم کو جھٹلایا۔

جناب والا یہ نہ خیال کیجئے گا کہ حضرت علی نے پرنالہ کے مقدمہ میں صرف حضرت عباس کے کہنے سے ایسا کیا کیوں کہ جناب مرتضوی عموماً مجمع صحابہ میں روبرو فاروق اعظم کے فرماتے تھے کہ اگر تم احکام شرعیہ کو بدلو اور تائب نہ ہو تو ہم تمہارے سر کو پھوڑ دیں جس میں تمہاری دونوں آنکھیں ہیں چنانچہ بحر المناقب میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت عمر فاروق نے خطبہ پڑھا اور کہا اے لوگو اگر میں پھیروں تم کو احکام شرعیہ سے جن کو تم پکڑے ہوئے ہو اور پہچانتے ہو تو کیا کرو تم سب چپ کیوں ہو گئے پھر آپ نے تین مرتبہ فرمایا پس کھڑے ہو گئے علی اور فرمایا ہم تم سے توبہ طلب کریں پس اگر توبہ کرو قبول کریں ہم اور اگر نہ کرو تو ہم تمہارے سر کو پھوڑ دیں جس میں یہ تمہارے دونوں دیدہ ہیں عبارت اس کی یہ ہے "خطبهم عمر بن الخطاب فقال لو صرفناكم عما يعرفون الى ما ينكرون ما كنتم تصنعون قال فسكتوا قال ذلك ثلاثاً فقام علی فقال اذا كن تستتيبك فان تبت قال وان لم قال اذا تقرب الذی فيه عيناك" ملا زمان والا جب جناب مرتضوی کی یہ کیفیت ہو کہ مجمع عظیم میں فاروق اعظم کے مقابلہ پر بے تکلف فرمائیں اگر تم احکام شریعہ سے ہم کو پھیرو اور توبہ نہ کرو تو ہم تمہارے سر کو پھوڑ دیں تو پھر رد متعہ پر کہ بقول آپ کے کفر تھا کیوں کر سکوت فرمالیا اور اے جناب سکوت کیسا بلکہ اس کفر سے رضا مند ہو کر وہی کہنے لگے جو فاروق اعظم نسبت متعہ کے کہتے تھے یعنی اس کی حرمت پر اصرار کرنے لگے اور علی الاعلان حضرت ابن عباس کو مباحثہ میں حیائی فرمانے لگے یہاں تک کہ نہ خود متعہ کیا اور نہ کبھی اپنی خلافت میں جاری کیا حتی کہ امامین علیہم

السلام نے بھی متعہ سے کنارہ کیا بلکہ کل ائمہ نے احتراز کیا باوجود اس امر کے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام بکثرت عورتوں کے ساتھ نکاح کرتے تھے اور طلاق دیتے تھے مگر کبھی متعہ نہ کرتے تھے اکثر حضرت امیر المومنین فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شخص اپنی لڑکیوں کو نکاح میں حسن کے نہ دو کہ یہ مرد کثرت سے طلاق دیتا ہے چنانچہ کلینی میں لکھا ہے "عن ابی عبد الله علیہ السلام قال ان علیا قال وهو علی المنبر لا تزوج الحسن فانه رجل مطلاق" اور جس قدر کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اصرار حرمت میں کرتے تھے اور اسی قدر حضرت ابن عباس متعہ کے مباح ہونے میں کوشش کرتے تھے اور اس کے اجرا میں کاوش فرماتے تھے باوصف اس امر کے کہ حضرت امیر ان کو قائل کرتے تھے اور عیاش بھی فرماتے تھے مگر وہ بقول آپ کے باز نہ آتے تھے لیکن بعد مدت مدید کے یہ عقدہ حل ہوا کہ حضرت امیر نے خیال فرمایا ہوگا کہ گو آپ کے سر پر رضائے کفر کا بار رہے گا مگر اس کے انسداد میں عمدہ مطلب حاصل ہوگا یعنی اگر متعہ جاری رہے گا تو ادنیٰ شخص امت میں سے تین مرتبہ متعہ کر کے ہماری برابری کا دعویٰ کرے گا اور چوتھی مرتبہ تو ہم سے بھی بڑھ کر خاتم الانبیاء کے مرتبہ سے ٹکر لے گا جیسا کہ تفسیر منہج الصادقین میں اس حدیث کو لکھا ہے "من تمتع مرة درجته كدرجة الحسين و من تمتع مرتين درجته كدرجة الحسن و من تمتع ثلاث مراة درجته كدرجة العلی و من تمتع اربعة مراة درجته كدرجتی"[1] اور حضرت ابن عباس نے یہ سمجھا ہوگا کہ یہ لوگ میرے باپ کو لونڈی بچہ تو ٹھہرا چکے ہیں اور ان کی کنیزک زادگی کا نامہ مہری اور دستخطی اپنے پاس رکھ چکے ہیں جیسا کہ مجلسی نے حیات القلوب میں لکھا ہے "واین نامہ نزد ائمہ

۱۔ ترجمہ۔ جو ایک مرتبہ متعہ کرے گا اسے امام حسین کا درجہ حاصل ہوگا۔ جو دو مرتبہ متعہ کرے گا اسے امام حسن اور جو تین مرتبہ متعہ کرے گا اسے حضرت علی اور جو چار مرتبہ کرے گا وہ میرے درجے کے برابر ہوگا۔

علیہم السلام بود" پس میں بھی اس فعل کے اجراء میں کوشش کروں تا کہ ادنی شخص امت سے بھی مرتبہ عورت سے بطریق متعہ مباشرت کر کے ان کے مرتبہ پر پہونچ جائے اور ان کو بمقابلہ میرے اپنے مرتبہ پر غرانہ ہونی پائے اور کبھی میرے باپ کی کنیزک زادگی کا خیال نہ آئے العیاذ باللہ اس فرقہ کو نہ رسول کی رسالت کا لحاظ ہے نہ صحابہ کی صحابیت کا خیال ہے نہ ائمہ کا ادب ہے نہ عترت کا پاس ہے انا للہ وانا الیہ راجعون اور نسبت کرنا طرف محدثین اہل سنت کے روایت بنانے کے جھوٹا ٹھہرانا اپنے اکابر کو ہی مجتہد المتشعین صاحب کو ہر مراد لکھتے ہیں کہ "اہل انصاف در فرقہ سنیان محدثین ایشانند کہ ہر چہ از پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باخبار رسیدہ بے کم وکاست روایت می نمایند" انتھی ملخصاً۔

قولہ اور منسوخ ہونا صحیح جو نہیں ہے تو کبھی تو کہتے ہیں کہ تین روز کے واسطے مباح ہوا تھا اور کبھی کہتے ہیں کہ خیبر میں متعہ اور گوشت خر اہلی حرام ہوا اور اوطاس میں پھر مباح ہوا اور پھر حرام ہوا اور فتح مکہ اور حجۃ الوداع میں مباح ہوا۔

اقول جناب مخاطب کی زبان پر لفظ کبھی کبھی خوب جاری ہے اے جناب کبھی کبھی اور تبھی تبھی کیا معنی بیشک اہل سنت کہتے ہیں کہ ایک دو مرتبہ مقام جہاد و حالت سفر میں بوجہ شدت تکلیف صحابہ کے بمقتضائے مقام متعہ جاری کیا گیا تھا لیکن معاً اسی مقام پر ممانعت فرمادی گئی جیسا کہ صحاح ستہ سے ہم نقل کر چکے ہیں کہ فتح مکہ میں تین روز تک جاری رہا بعد کو تا قیام قیامت حرام فرمایا گیا ہمارے جناب مخاطب لفظ منسوخ اور ممنوع کے معنی بھی تو نہیں جانتے ارے میاں یہی معنی ہیں منسوخ کے کہ قبل نسخ کے ایک امر جاری تھا بعد کو منع کیا گیا اسی کو فرماتے ہیں امام رازی "ان انسخ طرء علیہ" تحقیق نسخ اس پر طاری ہو گیا اور اسی کو سواد اعظم امت نے نقل کیا ہے "فذھبت السواد الاعظم من الامۃ الی انھا صارت منسوخۃ" پس گیا

ہے گروہ بڑا امت سے طرف اس بات کے تحقیق ہو گیا وہی متعہ منسوخ ملازمان والا برائے خدا
اس روایت کو کہ اوطاس میں پھر مباح ہوا اور پھر حرام ہوا اور فتح مکہ اور حجۃ الوداع میں مباح ہوا
کسی کتاب مستند اہل سنت سے پیش کیجئے ورنہ ایسے جھوٹے دعووں اور غلط روایتوں کے لکھنے سے
باز آیئے اباحت اور حرمت متعہ کے واسطے اوطاس اور فتح مکہ اور حجۃ الوداع ایک ہی مقام اور
موقع ہے نہ متعدد اور عدم صحت نسخ کے واسطے ان دو ایک روایتوں کو جو دو ایک مقام پر واقع ہوئی
ہیں دلیل قرار دینا نہایت حماقت ہے نفس الامر میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے البتہ وہ اختلاف
قابل غور ہے کہ جو آیات هل اتی کی نازل ہوئی شان جناب مرتضوی اور حضرت سیدہ اور سیدا
شباب اہل الجنۃ اور فضہ کنیز میں واقع ہوا ہے۔

تفسیر اہلبیت اور تفسیر قرأت ابن ابراہیم اور تفسیر مجمع البیان اور تفسیر صافی اور تفسیر علوی
اور تفسیر صابری اور تفسیر عالی اور تفسیر کاشانی اور تفسیر جرجانی اور تفسیر رازی اور تالیفات مغربی اور
امالی شیخ کو ملاحظہ کیجئے کہ ان آیات کے نزول میں کیسی روایات مختلفہ متناقضہ واقع ہوئی ہیں کہ جن
کے دیکھنے سے اصل قصہ محض دروغ معلوم ہوتا ہے ان اختلافات میں سے چند اختلاف اس
مقام پر واسطے سرور ناظرین کے لکھتا ہوں اور باقی کو قیاس عاقلین پر چھوڑتا ہوں یعنی جس
وقت کہ حضرت حسنین بیمار ہوئے اور حضرت امیر اور جناب سیدہ اور کنیز مذکور نے تین روزوں
کی نذر بتمنائے حصول شفا اپنے اوپر واجب کی تو کبھی تو کہتے ہیں کہ یہ نذر بعلم و تلقین صحابہ کبار
مثل صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تھی کہ ہمراہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
واسطے عیادت کے آئی تھی جیسا کہ مجمع البیان سے ظاہر ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ صرف جناب
فاروق اعظم کی تلقین سے جیسا کہ تفسیر قرأت ابن ابراہیم سے ظاہر ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا جیسا کہ تفسیر جرجانی سے معلوم ہوتا ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ

جناب مرتضوی کو الہام اس نذر کے واسطے ہوا تھا جیسا کہ تالیفات فضل ابن شاذان سے معلوم ہوتا ہے پھر اس میں اختلاف ہے کبھی تو کہتے ہیں کہ حسنین بھی شریک اس نذر میں تھے جیسا کہ شیخ نے امالی مجلس چوالیس میں لکھا ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ شریک نہ تھے جیسا کہ بقیہ کتب سے ظاہر ہے پھر اس میں اختلاف ہے کبھی تو کہتے ہیں کہ تین صاع یہودی سے قرض لئے تھے اور کبھی کہتے ہیں کہ جناب امیر نے یہودی کی مزدوری پانی سینچنے کی کی تھی اس میں یہ تین صاع ملے تھے جو مسکین اور یتیم اور اسیر کو بقدر حصہ ہر ایک کو دئے تھے اور کبھی کہتے کہ صرف بنا یک مزدوری اپنی کی تھی اور کبھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کئے تھے جیسا کہ بحار مجلسی سے ظاہر ہے پھر اس میں اختلاف ہے کبھی تو کہتے ہیں کہ جناب سیدہ بھی اس مزدوری میں شریک تھیں اور کبھی کہتے ہیں کہ شریک نہیں تھیں جیسا کہ امالی وغیرہ سے ظاہر ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ مساکین کو جو وقت افطار کے دیا گیا کیا غذا تھی کبھی تو کہتے ہیں کہ تینوں روزوں میں تین نکی پکا کر دی گئی تھیں اور کبھی کہتے ہیں کہ حریرہ تھا جیسا کہ بحار وغیرہ سے ظاہر ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ اول مرتبہ مسکین جو دروازہ پر آیا اور اپنی گرسنگی کو ظاہر کیا تو کہتے ہیں کہ جناب امیر نے سفارش اس کے سامنے جناب سیدہ کے نثر میں کی اور کبھی کہتے ہیں کہ اشعار میں میں نظم کر کے سفارش کی جیسا کہ تفسیر جرجانی اور صحیفۃ المتقین وغیرہما سے ظاہر ہے پھر اس میں اختلاف ہے کبھی تو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک صحبت اس سخاوت کے وقت تھے اور کبھی کہتے ہیں کہ آپ شریک نہیں تھے جیسا کہ قرأت ابن ابراہیم وغیرہ سے ظاہر ہے پھر اس میں اختلاف ہے کبھی تو کہتے ہیں کہ تین روز برابر مسکین اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلایا اور کبھی کہتے ہیں کہ ایک وقت جیسا کہ حدیث جعفری تفسیر اہلبیت میں ظاہر کر رہی ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ تہائی جو سے حریرہ بنایا گیا اور وہ مسکین کو بخش گیا اور تہائی سے طعام اور وہ یتیم کو

دیا گیا اور تہائی سے تیسری قسم کا کھانا پکایا گیا کہ وہ اسیر کو دیا گیا اور وہ اہل شرک سے تھا جیسا کہ
تفسیر کاشانی سے ظاہر ہے اور اس روایت کے متناقض روایت قبل میں مذکور ہو چکی پھر اس میں
اختلاف ہے کبھی تو کہتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ حضرت جبرئیل کو ہر روز لباس مسکین اور یتیم اور اسیر
میں بھیجتا تھا اور کبھی کہتے ہیں کہ فرشتہ دوسرا آتا تھا جیسا کہ کتاب معزی سے معلوم ہوتا ہے بہر
حال اسیر کا مشرک ہونا تفسیر کاشانی سے اور معاذ اللہ حضرت جبرئیل یا دوسرے فرشتہ کا لباس
اسیر میں حاضر ہونا مغری سے ظاہر ہے پھر اس میں اختلاف ہے کبھی تو کہتے ہیں کہ آیات "ھل
اتی" بعد کھانے مائدۃ منزل من السماء کے اتری اور کبھی کہتے ہیں کہ قبل اس کے پھر اس
میں اختلاف ہے کبھی تو کہتے ہیں بعد کھانے کے بلا مہلت اتریں اور کبھی کہتے ہیں کہ بعد اس
واقع کے کہ حضرت امام حسین کی وجہ سے وہ نعمت عظمیٰ اور عطیہ کبریٰ زائل ہو چکی تھی چنانچہ صافی
اور صحیفہ المتقین میں لکھا ہے کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کو بسبب گرسنگی
کے متغیر پایا تو سخت ملول ہوئے اسی وقت حضرت جبرئیل ایک قاب مرصع یاقوت سے پر ثرید
سے بطریق تحفہ کے لے پہونچے سب بزرگوں نے خوب کھایا اور ایک لقمہ بھی اس سے کم نہ ہوا
۔ حضرت امام حسین علیہ السلام تھوڑا سا اپنے ہاتھ میں لے کر باہر آئے ایک عورت یہودیہ کی
ناک میں جو خوشبو پہونچی تو بیقرار ہو کر وہ لقمہ اس نے حضرت سے مانگ لیا آپ نے اس کو
دے دیا جس وقت وہ قریب منھ کے لے گئی حضرت جبریل نے بسرعت تمام دوڑ کر اس کو اس
کے منھ سے چھین لیا اور فوراً قاب کو آسمان پر اٹھا لے گئے سب دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ گئے
رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر امام حسین اس حرکت کو نہ کرتے تو یہ نعمت امت سے
قیامت تک زائل نہ ہوتی بعد ان خرابیوں بسیار کے یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں "یوفون
بالنذر و یخافون یوما کان شرہ مستطیرا و یطعمون الطعام علی حبہ

مسکینا و یتیما و اسیرا[۱] میں کہاں تک ہر امر میں آپ کے یہاں کے اختلاف بیان کروں گا اور کس حد تک لکھوں گا اس کے واسطے تو دفاتر رنگنا پڑیں گے اور دساتر لکھنا پڑیں گے لہذا جمیع کتابوں میں سے کتب اربعہ کو منتخب کرتا ہوں اور ان میں سے تہذیب اور استبصار کے اختلافات کو لکھتا ہوں باوصف اس امر کے کہ ان دونوں کتابوں کا ایک ہی شخص مصنف ہے اس پر پانچ ہزار حدیث سے زیادہ باہم مختلف ہے صاحب فوائد مدینہ جن کو ملا باقر مجلسی بحار الانوار "رئیس امامیۃ" قرار دیتے ہیں اور ان کی کتاب کو "معتمد علیها طائفة" بتاتے ہیں وہ اپنی کتاب فوائد مدینہ میں امام اعظم طوسی سے یوں نقل فرماتے ہیں کہ امام اعظم کہتے ہیں کہ میری کتاب تہذیب اور استبصار میں پانچ ہزار حدیث سے زیادہ باہم مختلف ہیں عبارت اس کی یہ ہے "و قد ذکرت ماورد منهم علیهم السلام من حدیث المختلفة التی تختص فی الفقه فی کتابی المعروف بالاستبصار و فی کتاب تهذیب الاحکام ما یزید علی خمسة الاف" اب جناب مخاطب خیال کریں کہ کتب اربعہ میں سے دو کتابوں کی یہ کیفیت ہو کہ پانچ ہزار حدیث سے زیادہ ان میں مختلف ہو اور طرفہ یہ کہ ان دونوں کا مصنف بھی ایک ہی ہو اور لطف یہ کہ وہ خود ہی بیان بھی کرتا ہو تو پھر قیاس کیجیے غیر کتب اربعہ پر کہ ان کی کیا کیفیت اور کیا حالت ہوگی ملا زمان والا کی طبیعت پر اگر گراں نہ معلوم ہو تو ایک امر اور عرض کرنے کے قابل ہے وہ یہ کہ آپ کے امام اعظم بیچارہ کا بھی کچھ قصور نہیں اور اس پر کیا موقوف ہم سب مصنفین اہل تشیع کی جانب سے معذرت کرتے ہیں کہ وہ بیچارہ معذور ہے وہ تو بزبان حال یہ کہتے ہیں کہ ہم سے تو میاں حوالیقی اور حضرت صاحب الطاق اور جناب ہیثمی اور مخدوم

۱۔ ترجمہ۔ اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔

ہشام ابن الحکم اور بکرمی ہشام ابن سالم اور معظمی حضرت زرارہ اور مخمی ابو نصیر اور معلی القاب جناب ابو الجارود وغیرہم نے جو فرمادیا ویسا ٹانک دیا اور فی الواقع سچ ہے یہ عذر کیوں کہ یہ حضرات فائض البرکات بذاتہم ائمہ علیہم السلام سے ملاقات فرماتے تھے اور ان کے ساتھ مصاحبت رکھتے تھے حوارئین ائمہ یہی تھے انہیں ذوات مقدسہ میں سے نجبا اللہ تھے اور انہیں نفوس قدسیہ میں سے امنا اللہ تھے انہیں نے نبوت کو روشن کردیا اور انہیں نے رسالت کو چمکا دیا یہی لوگ ہیں کہ اگر عدم سے وجود میں نہ آتے تو نبوت منقطع ہوجاتی یہی صاحب ہیں کہ اگر ان کا وجود باوجود نہ ہوتا تو رسالت معدوم ہوجاتی جیسا کہ مجلسی نے روضۃ المتقین میں بحث رجال میں ائمہ علیہم السلام سے نقل کیا ہے "بشر المحبين بالحبة يزيد ابن معاوية الفجلی اوابو بصير ليث ابن التجری و محمد ابن مسلم وزارة اربعة نجبا امنا الله على حلاله و حرامه لو لا هؤلاء لا تقطعت اثار النبوت"[1] اندرست کیا حاجت ہے ہم کو ان حضرات کی تعریف نقل کرنے کی اور کیا ضرورت ہے ان کی توصیف بیان کرنے کی انہیں کے نور سے تمام اہل تشیع منور ہیں اور انہیں کی صورت کے جمیع اہل تشیع مصور ہیں کم کوئی حدیث مذہب تشیع میں ہوگی جو ان سے اور ان کے اخوات سے خالی ہو اور کم کوئی خبر کتاب اربعہ میں ہوگی جو ان کی روایت سے عاری ہو یہی لوگ ہیں کہ ان کی نظریں خدا پر پڑی ہوئی ہیں یہی لوگ ہیں کہ ان کی عقلیں خدا کی حقیقت پائے ہوئے ہیں یہی لوگ ہیں کہ انہوں نے خدا کو ٹھوک بجا کر کھوکل معلوم کرلیا یہی لوگ ہیں کہ انہوں نے خدا کو ٹٹول کر ٹھوس پالیا۔

اب دیکھئے میاں جوالیقی اور حضرت صاحب الطاق اور جناب ہیثمی کے حال کو اور

---

[1] ترجمہ۔ بشارت ہے یزید ابن معاویہ الفجلی، ابو بصیر لیث ابن التجری، محمد بن مسلم اور زرارہ سے محبت کرنے والوں کو کہ یہ چاروں نجباء اللہ تھے اللہ کے حلال و حرام پر ایمان رکھنے والے تھے اگر ان کا وجود نہ ہوتا تو نبوت کے آثار منقطع ہو جاتے

ذرا تکلیف فرما کر سنئے ان کے مقال کو کلینی کو ملاحظہ فرمایئے اور خدا کے لئے ان بزرگوں پر نظر نہ لگایئے۔

شعر

نظر لگے نہ کہیں تھو تھک تھا تمک کران کے

یہ لوگ کیوں میری حرف سطر کو دیکھتے ہیں

"عن ابن الحرازو ابن الحسین ان هیثمی یقول انه اجوف الی السرة والباقی صمد کما بقوله الجوالیقی و صاحب الطاق" یعنی ہیثمی کہتا ہے کہ اللہ کھوکل ہے ناف تک اور باقی ٹھوس ہے اسی کو جوالیقی اور صاحب الطاق کہتے ہیں سبحان اللہ کیا فہم وذکا تھی اور کیا عقل رسا زمین کی ناف کو اب تک کسی نے نہیں پایا مگر ان کی رائے ثاقبہ نے زمین کیا خدا کی ناف کو پایا اب مخدومی ہشام ابن الحکم اور مکرمی ہشام ابن سالم کی کیفیت کو اور سنئے اور ذرا عنایت فرما کر ادھر کو متوجہ ہو یئے صرف کلینی ہی کو دیکھئے اور کسی کتاب کی تکلیف نہ کیجئے "عن محمد ابن الفرح زخجی ان هشام ابن الحکم یقول ان الله جسم و ان هشام ابن سالم یقول انه صورت اجوف الی السرة و الباقی صمد" یعنی محمد ابن الفرح زخجی سے روایت ہے کہ تحقیق ہشام ابن الحکم کہتا ہے کہ اللہ جسم ہے اور ہشام ابن سالم کہتا ہے تحقیق وہ صورت ہے کھوکل ہے ناف تک باقی ٹھوس ہے سچ ہے یہی مصاحبین ائمہ ہدی تھے اور یہی مقتدائے حضرات شیعہ تھے آپ نے ان حواس خمسہ کے احوال مقدسہ کو ملاحظہ فرمالیا اور ان کے عقائد مطہرہ کو مطالعہ کر لیا اور ان کے اقوال مسعودہ کو سن لیا اور ان کے عقول محمودہ کو سمجھ لیا یہی لوگ اسبق رواۃ حضرات شیعہ ہیں اور یہی لوگ اقدم ثقات حضرات امامیہ

ہیں ملازمان والا کہیں ان کے عقائد کی تعریف نہ کیجیے گا اور ان کے اقوال کی توصیف نہ فرمایئے گا کیوں کہ ائمہ کے نزدیک ان کے عقائد موجب خسران وخذلان ہیں اور یہ خود ظالم اور مردود اور شیطان ہیں ائمہ علیہم السلام ان کو گمراہ جانتے تھے اور اہل بدعت میں قرار دیتے تھے اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعائے بد کرتے تھے کلینی کو ملاحظہ فرمایئے اور کہیں کا ہیکو جائے روایت کیا ہے کلینی نے حسن ابن عبد الرحمن حمانی سے کہا انہوں نے کہ عرض کیا میں نے کاظم علیہ السلام سے تحقیق ہشام ابن الحکم زعم کرتا ہے اس بات کا کہ اللہ جسم ہے فرمایا امام نے قتل کرے اس کو اللہ عبارت اس کی یہ ہے "عن الحسن ابن عبد الرحمن الحمانی قال قلت لابی الحسن الکاظم ان ھشام ابن الحکیم یزعم ان اللہ جسم قال قاتلہ اللہ" اور پھر کلینی کو دیکھ لیجیے اور اسی سے اپنی تسکین کر لیجیے روایت کیا کلینی نے کتاب التوحید میں محمد ابن الفرج زنجی سے کہ انہوں نے امام ابوالحسن سے بواسطہ تحریر کے سوال کیا اس امر میں کہ ہشام ابن الحکم اللہ کا جسم ٹھہراتا ہے اور ہشام ابن سالم صورت فرمایا امام نے پناہ مانگ تو ساتھ اللہ کے شیطان سے اور قول دونوں ہشاموں کا لغو بیہودہ ہے عبارت اس کی یہ ہے "عن محمد ابن الفرح الزخجی قال کتبت الی ابی الحسن سئلہ عما قال ھشام ابن الحکم فی الجسم و ھشام ابن سالم فی صورت فکتب دع عنک حیرۃ الحیران و استعذ باللہ من الشیطان لیس قول ما قال الھشمان" اور پھر اسی کلینی کو ملاحظہ فرمایئے اور اپنے قلب کا اطمینان اسی سے کر لیجیے روایت کیا کلینی نے محمد ابن الحراز اور محمد ابن الحسین سے کہ کہا انہوں نے کہ داخل ہوئے ہم امام ابوالحسن رضا علیہ السلام کے پاس اور عرض کیا ہم نے کہ ہشام ابن سالم اور صاحب الطاق اور میثمی کہتے ہیں کہ اللہ تعالی خالی ہے ناف تک اور باقی ٹھوس ہے پس امام نے سجدہ کیا اور فرمایا کیسی تابعداری کی انہوں نے نفسوں اپنے کی اور بعد

اس کے دعا مانگی کہ اے اللہ مت حشر کر تو میرا ساتھ قوم ظالمین کے "عن ابرهیم ابن محمد ابن الحراز محمد ابن الحسین قالا دخلنا علی ابی الحسنؑ الرضا قلنا ان هشام ابن سالم و صاحب الطاق و الهثمی یقولون انه تعالی اجوف الی السرة والباقی صمد فخر الله ساجدا ثم قال کیف طاوعنهم انفسهم ان شهوك لغیرك اللهم لااصفك الا بماوصفت به نفسك و لا اشبهك بخلقك انت اهل لكل خیر فلا تجعلنی مع القوم الظالمین" جناب والا دیکھیے کہ ان بزرگ واروں پر ائمہ علیہم السلام کیسی بددعا فرماتے ہیں اور کیسا ان کو نفس پرست بتاتے ہیں اور کس طرح ان کو فرقہ مشبہ میں داخل کرتے ہیں اور کیسا حکم پناہ مانگنے کا شیطان سے فرماتے ہیں اور کیسا اپنے حشر کو قوم ظالمین سے بچاتے ہیں ملازمان جناب بوجہ جودت طبیعت اور بتقلید صاحب نزہۃ کہیں یہ نہ فرما دیجیے گا کہ یہ حضرات جامع الکمالات اپنے اقوال سے بوجہ مصاحبت امام جعفر علیہ السلام منحرف ہو گئے تھے اور اپنے عقائد سے بسبب فیض جعفری کے تائب ہو گئے تھے اپنے مذہب سابق سے رجوع کر لیا تھا اور دوسرے مذہب میں قرار پکڑ لیا تھا قہر ہو جائے گا امام معصوم کا جاہل ہونا پایا جائے گا حدیث امام جھوٹی ٹھہر جائے گی سب اگلے پچھلے تار و پود تہ و بالا ہو جائیں گے کیوں کہ حدیث مذکور امام رضا علیہ السلام کی ہے جس میں آپ نے آیت "فلا تجعلنی مع القوم الظالمین" بطریق دعا فرما کر ان حضرات ممدوح عالمین کے سوء خاتمہ کی خبر دی ہے حضرت امام رضا بعد امام کاظم علیہ السلام کے ہوئے ہیں اور یہ حضرات حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے بعد انتقال فرما گئے ہیں جیسا کہ کتب رجال ابو عمر کشی وغیرہ سے ظاہر ہے اور اگر ملازمان والا حضرت امام رضا علیہ السلام کے حدیث کا خیال نہ فرمائیں اور اپنے ائمہ حقیقین کی خواہ مخواہ توبہ کو تائب فرمائیں گو کہ حضرت امام رضا جاہل ٹھہر جائیں مگر ائمہ شیعہ عقائد

مذکورہ سے ثابت قرار پا جائیں تو امام اہل تشیع حضرت ملا باقر مجلسی کے بحار الانوار کو ملاحظہ فرما لیجئے اور اس میں اس حدیث کو جو علی شیخ المشائخ سے منقول ہے پڑھوا کر سن لیجئے "عن ابن عامر عن معلی ابن محمد عن محمد ابن جمهور القمی باسناده رفعه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الی الله لصاحب بالتوبة قیل یا رسول الله و کیف ذاك قال انه قد اشرب قلبه حبها" یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا اللہ نے صاحب بدعت کی توبہ قبول کرنے سے کسی نے کہا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے اس کی فرمایا اہل بدعت کے دل میں محبت بدعت کی بیٹھ جاتی ہے بعد اس کے ملا صاحب نے نہ قبول کرنے توبہ اہل بدعت کی نسبت یہ توجیہ فرمائی "المراد انه لایوفق للتوبة کما یظهر من التعلیل او لایقبل توبة قبولا کاملا" یعنی اہل بدعت کو توفیق ہی توبہ کی نہیں دی جاتی یا توبہ ان کی مقبول تام نہیں ہوتی اب ارشاد فرمایئے کیوں کر توبہ ان ذوات مقدسہ کی کہ جنہوں نے خدا کو کھلم کھلا ٹھہرایا ہے مقبول ہو سکتی ہے جب اہل بدعت میں قرار پا گئے تو بقول ملا صاحب کے کیوں کر تائب ہو گئے اب آپ ان حواس خمسہ کو انہیں کے حال پر چھوڑ دیئے اور ان کے تائب ہو جانے سے منہ کو موڑ یئے اس خیال باطل کو طبیعت نازک سے نکال دیجئے اور ان حضرات کی توبہ اور رجوع کرنے کا مطلقاً دل میں گمان نہ کیجئے آگے چلئے عظمت مآب حضرت زرارہ کے حال کو دیکھئے کتاب اسماء الرجال اہل تشیع کو ملاحظہ فرمایئے ان میں سے کتاب کشی کو نکلوایئے ابو عمر ائمہ سے نقل کرتے ہیں کہ ائمہ علیہم السلام حضرت زرارہ پر لعنت فرماتے ہیں اور صرف لعنت پر قصر نہیں کرتے ہیں بلکہ حضرت زرارہ کو یہود اور نصاریٰ سے زیادہ بد جانتے ہیں اور حضرت زرارہ کی عیادت کے واسطے لوگوں کو منع کرتے ہیں اور جنازہ پر حاضر ہونے سے روکتے ہیں عبارت اس کی ایک مقام کی یہ ہے "لعنت الله علی زرارة وهو شر من الیهود

و النصاری!¹" اور دوسرے مقام کی عبارت یہ ہے "حدثنا محمد ابن احمد عن محمد ابن عیسی عن علی ابن الحکم عن بعض حاله عن ابی عبد الله قال دخلت علیه فقال متی عهدك بزراره قال قلت ما رأیته منه ایام قال لاتبال وان مرض فلا لعدة و ان مات فلا تشهد جنازته قال قلت زرارة متعجبا سا قال قال نعم زرارة شر من الیهود و النصاری و من قال ان مع الله ثالث" یعنی علی ابن حکم کے بعض شیوخ کہتے ہیں کہ امام صادق نے مجھ سے پوچھا کہ زرارہ سے ملاقات ہوئی ہے میں نے عرض کیا کہ چند روز ہوئے کہ میں نے اس کو نہیں دیکھا فرمایا اس کی پرواہ نہ کر اگر وہ بیمار ہو اس کی عیادت کو نہ جاؤ اگر مرے اس کے جنازہ پر حاضر نہ ہو میں نے متعجبانہ عرض کیا کہ آیا زرارہ کے حق میں یہ ارشاد ہوتا ہے فرمایا ہاں وہ بدتر ہے یہود اور نصاری سے اور ان لوگوں سے جنہوں نے کہا کہ اللہ کے ساتھ تیسرا ہے کیا خوب یہ وہی معظمی حضرت زرارہ ہیں کہ جو "لولا ھؤلاء" میں داخل ہیں اور رسالت کے روشن کرنے والے اور نبوت کے چمکانے والے تھے مگر حضرت زرارہ بھی ائمہ علیہم السلام سے کچھ خوف نہیں کرتے تھے بلکہ جواب ترکی بترکی ائمہ کو دیتے تھے اگر ائمہ علیہم السلام حضرات کی نسبت شر کا لفظ فرماتے تھے تو حضرت زرارہ ائمہ کی نسبت معاذ اللہ لعنت کا لفظ منہ سے نکالتے تھے اگر ائمہ حضرت پر اللہ کی لعنت برساتے تھے تو حضرت زرارہ ائمہ پر معاذ اللہ اپنی لعنت فرماتے تھے اسی کتاب مختار ابو عمر کشی میں اس کو بھی ملاحظہ کیجئے "وحدثنا محمد ابن مسعود قال حدثنا جبریل ابن احمد الفارانی قال حدثنا العبید ابن محمد ابن عیسی عن یونس عن عبد الرحمن عن ابن مسکان قال سمعت زرارة یقول رحم الله

۱۔ ترجمہ۔ اللہ تعالی زرارہ پر لعنت کرے کیونکہ وہ یہود و نصاری کے شر سے ہے۔

ابا جعفر و اما جعفر فان فی قلبی علیه لعنة و قال قلت له و ما حمل زرارة علی هذا قال ابن ابا عبد الله اخرج محاربه" یعنی ابن مسکان کہتا ہے میں نے سنا کہ زرارہ کہتا تھا خدا رحمت کرے ابوجعفر پر بس تحقیق میرے دل میں اعتقاد ہے کہ اس پر لعنت خدا ہے راوی کہتا ہے کہ زرارہ کی اس عداوت کا کیا سبب کہا اس واسطے امام جعفر اس کے قبائح اور شنائع بیان فرماتے تھے۔

واہ حضرت زرارہ ائمہ علیہم السلام پر لعنت کے بھی قائل تھے جب ہے "سبحیة رضیه شر من الیهود و النصاری" کے قائل تھے حضرت زرارہ کے حال مبارک سے بے قطع نظر کیجئے جانے دیجئے کچھ طبیعت پر میل نہ لائیے "گذشت آنچہ گذشت" جناب معلّی القاب ابو الجارود کے صفات مقدسہ کو ملاحظہ فرمائیے حضرات ایشان کیسے کیسے صفات سے موصوف تھے اور کیسے کیسے القاب سے معروف تھے تبصرۃ العوام اور تذکرۃ الائمہ اور منہج المقال اور خلاصۃ الاقوال کو دیکھیے فاضل استر آبادی کی کتاب مختار کشی سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالجارود کو اعمی سرحوب بھی کہتے ہیں اور یہ نام بعض شیاطین کا بھی ہے جو دریا میں رہتے ہیں "الاعمی السرحوب بالسین المهملة المضمومة و الراء و الحاء مهملتین و الباء منقطة تحتها نقطة واحده بعد الواو مذموم لاشبهة فی ذمه سمی سرحوبا باسم الشیطان الاعمی لسکن البحر ماشاء الله" جناب معلّی القاب میاں ابوالجارود چشم بدور اندھے تھے چونکہ دریا میں بعضے شیاطین اندھے رہتے ہیں اس واسطے ان کے نام پر حضرت کا نام بھی رکھا گیا تھا کتاب کشی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کی ایک تفسیر بھی ہے المسمی تفسیر باقری اور وہی فاضل استر آبادی ابوبصیر سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے کثیر النوا سالم ابن حفصہ اور ابوالجارود کذاب اور مکذب اور کفار ہیں

لعنت اللہ کی اوپر ان کے عبارت اس کی یہ ہے "قال ابو عبد اللہ علیہ السلام کثر النوا و سالم ابن ابی حفصه ابو الجارود کذابون مکذبون کفار علیہم لعنت اللہ" ان اندھے میاں ابو بصیر کو نگاہ میں رکھے گا یہ وہی ہیں جو ہولا میں مندرج ہیں یہ میاں اندھے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو طماع اور دنیا پرست جانتے تھے اور اسی کی شامت سے کتے نے آپکے منہ پر موت دیا تھا ابو عمر کشی نے کتاب مختار میں لکھا ہے کہ "حدثنی محمد ابن عیسا عن یونس عن حماد قال جلس ابو نصر علی باب ابی عبد اللہ علیہ السلام لیطلب الاذن فلم یوذن له فقال لو کان معنا طبق لاذن فجاء کلب فشغر فی وجهه ابی بصیر قال اف اف معهدا قال جلسه هذا کلب شغر فی وجهك" یعنی جناب کشی فرماتے ہیں کہ محمد بن مسعود نے کہا کہ مجھ سے محمد بن عیسی نے فرمایا ان سے یونس نے ان سے حماد نے کہا حماد نے کہ بیٹھا تھا ابو بصیر اوپر دروازہ حضرت امام صادق کے تاکہ پروانگی حاضر ہونے کی پائے بس ان کو اذن نہ دیا امام نے ابو بصیر کہنے لگا کہ اگر میرے ساتھ طبق ہوتا تو اذن ملتا اتنے میں ایک کتا آیا اور اس کے منہ میں موت دیا ابو بصیر کہنے لگا اف اف یہ کیا تھا ان کے ہم نشین نے کہا کتا دوڑا تیرے منہ میں موت گیا واہ میاں ابو بصیر بھی عجیب چیز تھے یہی تھے کہ نبوت کو روشن کرتے تھے یہی تھے کہ رسالت کو چمکاتے تھے ملا زمان والا غور کریں کہ جب حضرات اہل تشیع کے ائمہ حقیقین علیہم السلام مردود و مطرود و ظالم اور کاذب ملعون و کافر کذاب و مکذب فرما دیں تو یہ حضرات جو کچھ کہیں وہ بجا ہے اور جو کچھ بیان کریں وہ زیبا ہے مگر ایک سخت مشکل ہے وہ بھی التماس کے قابل ہے کہ یہ حضرات مذکورین ثمانیہ اور ان کے اخوات مردودین زمانیہ بزبان حال بآواز بلند پکار پکار کر کہتے ہیں کہ محدثین اور مصنفین شیعہ ہماری گردن کیوں پکڑتے ہیں اور ہمارا دامن کیوں کھینچتے ہیں ہم تو

درمیانی ہیں صرف پیغام پہونچانے والے ہیں بقول شخصے ایلچی کو سوال سے کیا مطلب اور جواب سے کیا غرض ائمہ علیہم السلام ہی کی کیوں نہیں احوال دیکھتے اور انہیں کے کیوں نہیں اقوال سمجھتے ہمارا کیوں دامن پکڑتے ہیں انہیں سے کیوں نہیں پوچھتے اپنی کتابوں کو دیکھیں اور ان کی احادیث کو سمجھیں وہ تو بے تکلف فرماتے ہیں کہ ہم ہی زیادتی اور نقصان کے ساتھ جواب دیتے ہیں وہ تو کھل کر ارشاد کرتے ہیں کہ ہم ایک بات میں ستر پہلو رکھتے ہیں پھر آپ ہم سے کیوں پرخاش کرتے ہیں اور ہمارے کیوں دست بگریباں ہوتے ہیں اور اگر خواہ مخواہ ہمارا پیچھا لیتے ہیں تو ہم بھی صاف صاف کہتے ہیں کہ یہ کشتی خضر ہی کی ڈوبائی ہوئی ہے اور یہ جماعت انہیں کی خاک میں ملائی ہوئی ہے جناب سامی خیال کریں اب ہم آپ سے کیا عرض کریں اور کس طرح آپ کی خدمت میں التماس کریں گویم مشکل وگرنگویم مشکل بظاہر ہم کلینی اور بحار کو دیکھتے ہیں تو یہ بیچارہ بھی بے قصور معلوم ہوتے ہیں آپ کلینی کو تو کھولئے اور اس میں حدیث جعفری کو تو ملاحظہ کیجئے فی الواقع ان کا تو صاف ارشاد ہے کہ یہ زیادتی اور نقصان ہمارا ایجاد ہے کلینی نے باب اختلاف الحدیث میں منصور ابن حازم سے روایت کیا ہے کہ کہا میں نے امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے کیا وجہ ہے کہ اگر میں مسئلہ کو پوچھتا ہوں تو آپ کچھ جواب دیتے ہیں اور اگر دوسرا شخص اسی مسئلہ کو پوچھتا ہے تو آپ مغائر جواب اول کے جواب دیتے ہیں فرمایا آپ نے ہم جواب دیتے ہیں ساتھ زیادتی اور نقصان کے عبارت اس کی یہ ہے "قلت لابی عبد الله علیه السلام ما اسئلك من المسئلة فتجئ فيها بالجواب ثم يجيئك غيرى فتجيب بجواب آخر قال انا نجيب الناس على الزيادة و النقصان" اور اگر آپ بحار الانوار مجلسی میں حدیث جعفری کو ملاحظہ فرمائیں گے اور اس میں محمد ابن بشیر اور عزیر کے سوال کو اور حضرت امام علیہ السلام کے جواب کو مطالعہ کریں گے تو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جناب والا ان

حضرات ثمانیہ اوران کے اخوات زمانیہ کو صاف بری کر دیں گے اوراس جرم اختلاف سے بالکل رہا کر دیں گے مجلسی نے اپنے باپ سے انہوں نے سعد سے انہوں نے محمد ابن ولید اور سندی سے انہوں نے ابان ابن عثمان سے انہوں نے محمد بن بشیر اور عزیر سے انہوں نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ کہا عزیر نے حضرت امام علیہ السلام سے نہیں ہے کوئی شی زیادہ سخت اوپر ہمارے اختلاف اصحاب ہمارے سے فرمایا امام نے کہ یہ اختلاف میری طرف سے ہے عبارت اس کی یہ ہے "عن ابی عن سعد عن محمد ابن الولید و السندی عن ابان بن عثمان عن محمد بن بشیر و عزیر عن ابی عبد الله علیه السلام قال قلت له انه لیس شئ اشد علی من اختلاف اصحابنا قال ذلك من قبلی" اور اگر ایک مرتبہ کہیں آپ بحار الانوار مجلسی کو دیکھ لیں گے تو ان درمیانیوں کے مقولہ کو کلیۃ سچا سمجھ لیں گے چنانچہ روایت ہے زرارہ سے کہ اس نے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا حضرت امام نے اس کو کچھ جواب دیا اس کے بعد ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا اس کو برخلاف پہلے کے جواب دیا کہ پھر تیسرا شخص آیا اس کو دونوں جوابوں کے خلاف جواب دیا جب وہ دونوں آدمی چلے گئے تب میں نے کہا اے ابن رسول اللہ اس کا کیا سبب ہے کہ دو آدمی اہل عراق سے آئے اور وہ دونوں آپ کے شیعوں میں سے تھے اور آپ نے دونوں کو جواب ایک دوسرے کے خلاف دیا امام نے فرمایا کہ یہی ہمارے حق میں بہتر ہے اور اسی میں ہماری تمہاری خیریت ہے اگر اس میں تم سب مختلف نہ ہو اور ایک بات پر متفق ہو جاؤ تو لوگ تم کو نہ چھوڑیں اور ہم تم زندہ نہ رہنے پائیں اور پھر زرارہ کہتا ہے کہ جب امام صادق علیہ السلام سے اس امر کو میں نے پوچھا تو انہوں نے بھی اپنے پدر بزرگوار کے موافق جواب دیا عبارت اس کی یہ ہے "عن زرارہ عن ابی جعفر قال قال سئلته عن مسئلة

فاجابنی قال ثم جاء رجل فسئله عنها فاجابه بخلاف ما اجابنی و اجاب صاحبتی فلما خرج الرجلان قلت یابن رسول الله رجلان من اهل العراق من شیعتك قد مایسئلان فاجبت کل واحد منهما بغیر ما اجبت بالاخر فقال یا زراره ان هذا اخر لنا و ابقی لنا و لکم لواجعتم علی امر واحد لقصد کم الناس و لاکان اقل بقائنا و بقائکم فقلت لابی عبد الله الی ان قال فاجابنی بمثل جواب ابیه" اور اسی بحارالانوار میں حضرت امام جعفر صادق کی اس حدیث کو بھی دیکھ لیجئے گا کہ امام فرماتے ہیں کہ میں ایک بات میں ستر پہلو رکھتا ہوں جس سے چاہوں نکل جاؤں عبارت اس کی یہ ہے "عن ابی عبد الله قال انی لاتکلم علی سبعین وجهاً لی فی کلها المخرج" جناب والا ایک چھوٹی سی میری بھی سن لیجئے گا کہ کہیں آپ ان احادیث ائمہ کو دیکھ کر اس اختلاف کو عمدہ نہ سمجھ لیجئے گا اور اس پر توجیہات رکیکہ نہ پیش کیجئے گا علل الشرائع کو دیکھئے کہ عبدالمومن انصاری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک قوم روایت کرتی ہے کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف امت کو رحمت فرمایا ہے امام نے ارشاد فرمایا سچ کہتے ہیں راوی نے عرض کیا کہ جب اختلاف امت کا رحمت ہوا تو اتفاق ان کا عذاب ہوگا امام نے فرمایا کہ نہیں یہ بات نہیں ہے اختلاف کسی صورت میں باعث رحمت نہیں ہوسکتا اس واسطے کہ خدا کا دین ایک ہے بلکہ مراد اختلاف سے سفر کرنا ہے بلاد مختلفہ سے واسطے تحصیل علم کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور تعلیم کرنا ہے قوم اپنی کو بعد مراجعت کے جیسا کہ حق تعالیٰ نے کلام مجید میں حکم کیا ہے اور اختلاف دینے موجب ضلالت وگمراہی ہے نہ مصداق رافت ورحمت الٰہی ہے عبارت اس کی یہ ہے "عن عبد المؤمن الانصاری قال قلت لابی عبد الله علیه السلام ان قوما یروون ان رسول

الله صلى الله عليه وسلم قال اختلاف امتى رحمة فقال صدقوا فقلت ان كان اختلافهم رحمة فاتفاقهم عذاب قال ليس حيث تدرى انما اراد الله فلولا نفر من كل فرقة من هم طائفة ليفقه فى الدين و لينظروا قومهم اذا رجعوا اليهم فامر هم ان تنفروا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم و يختلفوا اليه و يتعلموا ثم رجعوا الى قوم فيعلمونهم انما اراد اختلاف من البلدان لا اختلافا فى دين الله انما الدين واحد انما الدين واحد" اب ذرا غور کر لیجئے کہ حدیث کلینی سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ علیہم السلام فرماتے ہیں کہ ہم زیادتی اور نقصان کے ساتھ جواب دیتے ہیں اور علل الشرائع کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ائمہ علیہم السلام ارشاد کرتے ہیں کہ اختلاف دین میں موجب گمراہی ہے پس اس شکل اول سے کہ ہم موجد اختلاف ہیں اور اختلاف موجب گمراہی ہے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ائمہ علیہم السلام خود اپنے نفوس مقدسہ کو معاذ اللہ موجب ضلالت اور گمراہی قرار دیتے جناب والا یہ تو قہر ہوا جاتا ہے سارا چھیر اختلاف کا ائمہ علیہم السلام کے سر پر رکھا جاتا ہے درمیانی تو صاف بچے جاتے ہیں اور معاذ اللہ ائمہ علیہم السلام پھنسے جاتے ہیں مگر نہیں اللہ کی عنایت سے ائمہ علیہم السلام ان لغویات سے مبرا ہیں اور ان مزخرفات سے معرا ہیں وہ تو بزبان حال یہ فرماتے اور بصدق مقالع یہ ارشاد کرتے ہیں کہ اے حضرات شیعہ ہم معدن رسالت ہیں ہم کان نبوت ہیں ہم جزو نبی ہیں ہم عضو وصی ہیں ہم واصلین الی اللہ ہیں ہم اولاد رسول اللہ ہیں ہم بیت نبوت ہیں ہم عترت رسالت ہیں ہم اقربائے نبی ہیں ہم اعزائے ولی ہیں ہم مجمع خلافت ہیں ہم منبع ولایت ہیں ہم موجب ہدایت ہیں ہم باعث رحمت ہیں ہم جامع کمالات ہیں ہم فائض البرکات ہیں ہم مجمع حسنات ہیں ہم منبع فتوحات ہیں ہم لحم نبی کے ٹکڑے ہیں ہم خون وصی کے قطرے [illegible]

امت رسول اللہ ہیں ہمارے ہی یہاں سے ہدایت ہے ہمارے ہی یہاں سے ولایت ہے ہم ہدایت کو جاری کرنے والے ہیں ہم ضلالت کو دفع کرنے والے ہیں ہم روشنی کو پھیلانے والے ہیں ہم تاریکی کو دور کرنے والے ہیں ہم اختلاف دین کو اٹھانے والے ہیں ہم اتفاق مذہب کو بیٹھانے والے ہیں ہم اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے والے ہیں ہم کافروں کے کفر کو پست کرنے والے ہیں ہم صدق تصدیق کے ساتھ کلام کرنے والے ہیں ہم نفاق وتقیہ سے اجتناب کرنے والے ہیں ہم خدا کی راہ میں جان دینے والے ہیں ہم رسول کے طریقہ میں سر کٹانے والے ہیں ہم ہی ہیں کہ یزید پلید کی فوج سے اپنے سر کٹوائے ہم ہی ہیں کہ مامون رشید کے زہر کے پیالوں سے اپنے جگر کے ٹکڑے کروائے ہمارا یہ کام نہیں کہ تم میں اختلاف ڈالیں ہمارا یہ طریقہ نہیں کہ تم میں ضلالت کو پھیلائیں یہ آفت تو تمہارے درمیان میں انہیں متوسطین کذابین نے پھیلائی یہ ضلالت تو تم کو انہیں کفار اور مکذبین نے بتائی ہے اے مصنفین شیعہ کیا ہمارا کلام تم نے ابو یعقوب کلینی اور ابو عمر کشی سے نہیں سنا کہ یہ مردودین ثمانیہ اور ان کے اخوات زمانیہ مردود و مطرود ظالم اور کاذب ہیں کیا ہماری حدیث کو کلینی اور کتاب مختار اور خلاصۃ الاقوال میں نہیں دیکھا کہ یہ لوگ ملعون شیطان مردود اور مکذب ہیں کیا تم نے ان ملاعنہ کے حال کو کتاب کشی سے نہیں دیکھا کہ یہ ہمارے اوپر لعنت کرتے تھے اور کیا تم نے ان ملاحدہ کے قال کو ابو عمر سے نہیں سنا کہ یہ ہم کو طماع اور دنیا پرست جانتے تھے کیا تمہیں کلینی میں نہیں معلوم ہوا کہ یہ لوگ جھوٹی باتیں بنا کر ہماری طرف سے روایت کیا کرتے تھے کیا ہمارے حکم کو علل الشرائع میں نہیں دیکھا تھا کہ اختلاف دین ضلالت ہے کیا تم نے ابو عمر سے نہیں سنا کہ ہم ان کو یہود اور نصاریٰ سے بدتر جانتے تھے کیا تمہیں کتاب کشی سے نہیں معلوم ہوا کہ ہم ان کے جنازہ پر جانے اور عیادت کرنے سے منع کرتے تھے جب سب کچھ یہ تم نے کلینی اور کتاب مختار اور تذکرۃ الائمہ اور تبصرۃ العوام اور

علل الشرائع اور خلاصۃ الاقوال میں دیکھا اور معلوم کیا پھر کیوں کر تم نے ان کے اقوال کو تسلیم کرلیا اور کس طرح اس مذہب کو ہماری طرف سے سمجھ لیا کیوں نہ ان کی روایات کو موافق ہماری حدیث کے مردود و مطرود جانا اور کیوں نہ ان کو مطابق ہمارے حکم کے کافر و ملعون پہچانا اس میں تو صریح تمہارا قصور ہے معتقد علیہ تمہارا مجبور و معذور ہے معلوم نہیں حضرات شیعہ اب ائمہ علیہم السلام کو کیا جواب دیں گے یا کف افسوس مل کر ان کی جناب میں یہ عرض کریں گے کہ آپ یہ ارشاد فرماتے ہیں وہ ہم سے اور ہی کچھ راگ گاتے ہیں آپ ان پر لعنت کا مینہ برساتے ہیں وہ آپ پر معاذ اللہ فوارۂ لعنت جاری کرتے ہیں آپ کی ان تلاعن اور تکاذب میں ہم مصیبت میں پھنس گئے اور ناحق مفت میں پس گئے آپ دونوں صاحبوں کا کچھ نہ گیا ہمارا دین و مذہب بگڑ گیا۔

آنکھیں کہیں کہ دل ہی نے ہم کو کیا خراب
اور دل کہے کہ آنکھوں نے ہم کو ڈبا دیا
بگڑا کسی کا کچھ نہیں اے درد مفت میں
دونوں کی ضد نے خاک میں ہم کو ملا دیا

اب جناب مخاطب خیال فرمائیں کہ صرف دو آیتوں سورۂ دہر کی شان نزول میں مفسرین و محدثین شیعہ کے بارہ اختلاف اور اٹھائیس کبھی کبھی واقع ہوں اور من جملہ کتب اربعہ دو کتابوں استبصار و تہذیب میں پانچ ہزار حدیث سے زیادہ مختلف و متناقض لکھی ہوں اور پھر مابین رواۃ اور ائمہ کے تناقض اور تخالف دائر ہو اور پھر احادیث ائمہ میں باہم کر تخالف و تناقض سائر ہو تو آپ کو دو ایک روایتوں اہل سنت پر جو دو ایک مقام میں واقع ہوئی ہیں اور نفس الامر میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہے لفظ کبھی کبھی کا لانا زیبا نہیں ہے آئندہ آپ مختار ہیں خواہ کبھی

بھی کہیے یا تبھی فرمایئے۔

قولہ عرض یہ ہے کہ صحیح ایک قول بھی نہیں ہے۔

اقول یہ تو آپ فرمائیں ہم تو اپنی زبان سے کس طرح سے کہیں کہ قول جناب مرتضی علی کرم اللہ وجہہ کا بمقابلہ حضرت عباس "انک رجل تائه و قد نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن المتعة" یعنی تو ایک مرد عیاش ہے بتحقیق منع کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے مندرجہ کتاب محاسن جھوٹا ہے۔

قولہ طرح طرح سے ایجاد کر کے کہتے ہیں۔

اقول لفظ طرح طرح آپ کی زبان مبارک پر بے طرح جاری ہے اول کوئی طرح ارشاد کیجیے پھر اس کا جواب لیجیے۔

قولہ اور خیبر میں اس کے حرام ہونے کا قول اگر تسلیم کیا جائے تو اس سے فائدہ اہل سنت کو نہیں ہے اس واسطے کہ فتح مکہ اور حجۃ الوداع کہ یہ خیبر کے بعد ہیں ان دونوں روزوں میں مباح ہونے کی روایتیں موجود ہیں چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔

اقول اسی تفسیر کبیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ بعد فتح مکہ کے تا قیام قیامت حرام کیا گیا اور اس کی تحریم پر سواد اعظم امت نے اتفاق کیا کمامر اور صحیح مسلم شریف سے ہم نقل کر چکے ہیں کہ فتح مکہ میں تین دن تک جاری رہا اور بعد تین روز کے حرام ہو گیا کما نقل اور کتاب محاسن میں قول جناب ابوالحسن "انک رجل تائه فقد نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن المتعة" بمقابلہ ابن عباس "حرمت متعة الی یوم القیامه" کو صاف بیان کرتا ہے پس یہ کہنا کہ بعد خیبر کے اباحت کی روایتیں موجود ہیں نہ حرمت کی نہایت حماقت ہے۔

قولہ اب دیکھو کہ ہم نے متعہ کے مباح ہونے کو اہل سنت کی کتابوں کی روایتوں سے

ثابت کر دیا ہے۔

اقول جناب سامی ایسا جھوٹا دعویٰ نہ کر بیٹھا کریں کچھ تو خدا اور رسول سے شرم کیا کریں ایک جھوٹ ہو تو بیان کریں کہاں تک آپ سے عرض کریں اول حلت خمر میں حوالہ ہدایہ کا جھوٹ نکلا دوسری آیت "فما استمتعتم" کے معنی جھوٹ بیان کئے تیسرے وجہ اولیٰ میں جو دعویٰ کیا جھوٹا کیا چوتھے اس دعویٰ کے استشہاد میں پانچ تفسیروں کا حوالہ دیا جھوٹا دیا پانچویں وجہ ثانیہ میں جو دعویٰ فرمایا جھوٹ فرمایا چھٹے اس دعویٰ کے ثبوت میں پانچ کتابوں کا ذکر کیا جھوٹ کیا یہاں تک میں نے آپ کے جھوٹ کے کلیہ لکھ دئے اور ہر کلیہ کی تحت میں متعدد جھوٹے جزئیہ مندرج ہیں ساتویں صحیح مسلم اور عینی سے جو حدیث واسطے حرمت متعہ کے نقل کی جھوٹ کی آٹھویں نہایہ ابن اثیر سے جو حدیث حرمت میں پیش کی جھوٹ کی یہ کذوبات ثمانیہ ذکر کیے گئے ورنہ اگر لکھا جائے تو ایک رسالہ صرف آپ کے جھوٹوں کی شمار میں تیار ہو اور جس قدر کہ ہم نے اس مقام پر آپ کے جھوٹ لکھے ہیں وہ سب اپنے موقع پر بہ تشریح تمام بیان ہو چکے ہیں "فمن شاء فلینظر تمہ" کوئی روایت تو کسی مفسر معتمد یا محدث مستند اہل حق کی بیان فرمائیے کہ جس سے اباحت متعہ الی القیامۃ ثابت ہو اور بغیر اس کی تو آپ کا بیان محض فضول ہے "انا قلت هل كثرت الفضول"

قولہ اگر کچھ عزت ہے تو ہم شیعوں کی کتابوں سے اس کا عدم جواز ثابت کرو۔

اقول جناب سامی کی بے حیائی کو ہم سو طرح سے ثابت کر چکے اور ملا زمان والا کی بے غیرتی کو جا بجا ظاہر کر چکے قہر تو یہ ہے کہ جناب والا ہر جملہ پر بے شرمی کو کام میں لاتے ہیں سنئے آیات اربعہ سے حرمت متعہ کو ثابت کر چکے تہذیب مصنفہ امام اعظم شیعہ کی حدیث حرام ہونے متعہ میں لکھ چکے استبصار کی حدیث مندرجہ کتب اربعہ مصنفہ رئیس الطائفہ تحریم متعہ میں پیش کر چکے

قول جناب مرتضوی کو کتاب المحاسن سے ممانعت متعہ میں نقل کر چکے حدیث امام رضا کو فتح الرضا سے بیان کر چکے تاہم ہم مانع ہیں" والمانع یکفیہ الاحتمال واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال[1] " آپ اس کے جواز میں کوئی آیت اور حدیث پیش کریں ہم سے جواب لیں اس پر بھی آپ نہ سمجھیں تو اپنا سر کھائیں۔

قولہ اور تمہاری روایتیں جو کچھ اس کی عدم اباحت پر دلالت کرتی ہیں وہ سب موضوع اور دروغ ہیں کہ حضرت عمر کی رعایت کے واسطے بنائی گئی ہیں۔

اقول جھوٹی روایتیں کرنا اور اپنے مذہب کی رعایت کے واسطے احادیث میں تراش خراش جاری کرنا کام محدثین اہل سنت کا نہیں مقتدائے شیعہ کو بھی اس امر کا اقرار ہے خدا جانے آپ کو خلاف اپنے اکابر کے اس امر پر کیوں اصرار ہے مجتہد المتشیعین عبدالرزاق لاہجی گوہر مراد میں لکھتے ہیں کہ فرقہ محدثین اہل سنت میں اہل انصاف ہیں جو کچھ پیغمبر سے ان کو پہونچا بلا تغیر و تبدیل روایت کیا عبارت اس کی ہم قبل میں بیان کر چکے ہیں البتہ راویان اہل تشیع کی کیفیت اور ان کی روایتوں کا حال قابل تماشا ہے کیسی روایتیں جھوٹیں ائمہ علیہم السلام سے بیان کرتے تھے جیسا کہ روایت کیا ہے کلینی نے ابوحمزہ سے کہ کہا میں امام ابو عبداللہ علیہ السلام سے کہ ہشام ابن الحکم آپ سے روایت کرتا ہے کہ اللہ جسم ہے امام نے فرمایا کہ پاک ہے وہ پروردگار نہ جانا اس نے اس کی ذات کو وہ نہ جسم ہے نہ صورت ہے عبارت اس کی یہ ہے" حدثنا احمد ابن ادریس قال حدثنا محمد ابن عبد الجبار عن صفوان بن یحیی عن علی ابن ابی حمزة قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام سمعت ھشام ابن الحکم یروی عنکم ان اللہ عزوجل جسم الی ان قال فقال علیہ السلام

---

[1] ترجمہ۔ اور مانع کے لئے احتمال کافی ہے اور بصورت احتمال استدلال باطل ہوتا ہے

سبحان من لا یعلم کیف هو الا هو لیس کمثله شئ وهو السمیع البصیر لایحد و لا یحس و لا یمس و لاتدرکه الحواس و لایحیط به شیئ لاجسم و لا صورت لا تحطیط و لاتحدید" اور تراش وخراش محدثین شیعہ کو کہاں تک آپ سے عرض کیا جائے آپ ملا باقر مجلسی کی بحار الانوار کو ملاحظہ کیجئے اور اس میں سے رئیس المحدثین شیعہ کے حال کو معائنہ فرمایئے یعنی ملا باقر لکھتے ہیں یہ خبر کافی سے لے گئی ہے اور اس میں عجیب تغیر وتبدل کیا گیا ہے جس سے صدوق کی نسبت بدظنی ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس حدیث میں تغیر اور تبدل اس لئے کیا ہے کہ اہل عدل کے مذہب کی موافق ہو جائے اور الفاظ حدیث کافی کے اس طرح سے ہیں عبارت اس کی یہ ہے "هذا الخبر ماخوذ من الكافی و فیه تغیر عجیب تورث سوء الظن بصدوق و انما هو انما مثل ذلك لتوافق مذهب اهل العدل و فی الکافی کذا" پس معلوم ہوا کہ ہمیشہ آپ کے یہاں کے راوی ائمہ پر افترا و تہمت باندھتے رہے اور محدثین شیعہ بوجہ رعایت مذہب کے تراش و خراش کرتے رہے۔

قولہ شیعوں کے مقابلہ میں ان روایتوں کا ذکر کرنا بڑی حماقت کی بات ہے۔

اقول میاں تمہاری تو عقل جاتی رہی ہے سر سے پیر تک اپ حماقت میں مبتلا ہیں ہم نے تمہارے مقابلہ میں کب اپنی کتابوں کی روایت بیان کی تھی جو ایسی حدیث کی باتیں کر رہے ہو بلکہ کتب اربعہ کی حدیث پیش کی تھی اور یہ تو ظاہر ہے کہ یہود و نصاری کے مقابلہ میں قرآن کی آیت کیوں کر پیش ہو سکتی ہے اور اہل تشیع کے مقابلہ میں احادیث رسول اللہ مندرجہ کتب اہل سنت "ایدهم الله" کس طرح کام آ سکتی ہیں جیسا کہ اہل تثلیث کو انجیل سے قائل کیا جاتا ہے اسی طرح اہل تشیع کو انہیں کی کتابوں سے معقول کیا جاتا ہے۔

قال السید بلکہ آپ کے اکابر متعہ کے قریب بوجوب ہونے کے مقر ہیں جیسا کہ خلاصۃ المنہج میں لکھا ہے کہ ممتوعہ کے بوسہ لینے میں حج اور عمرہ کا ثواب ملتا ہے اور ہر شہوت کے بدلے ایک نیک لکھی جاتی ہے اور جو بغیر متعہ کے مرگیا قیامت کے روز بدشکل اٹھے گا اور ناک اس کی کٹی ہوگی۔

قال المجتہد واجب اور قریب بوجوب تو ہمارے نزدیک متعہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔

اقول ترک پر وعید شدید شرع شریف میں وارد نہیں ہے پس اطلاق کرنا مستحب کا متعہ پر کہ جس کی تارک پر عذاب روز قیامت کو بدہیئت اور بدشکل ہوجانے کا مقرر ہے محض لغو ہے۔

قولہ اور جو اعمال کہ سنت ہوتے ہیں ان کے بجالانے میں ایسا ہی بے حد وحساب ثواب ہوتا ہے۔

اقول ان کا تارک نکٹا اور کنکٹا قیامت کے روز نہیں اٹھتا ہے ہر فعل پر ثواب محدود ہوتا ہے محدود پر اطلاق غیر محدود کا ممتنع ہے اس قول سے تو آپ نے تمامی فرائض وواجبات پر متعہ کو بڑھا دیا کہ اس پر ثواب بے حد وحساب مقرر کر دیا۔

قولہ اور واسطے ترغیب کے نہایت مبالغہ ان کی ثواب میں ہوتا ہے۔

اقول عقیدہ رکھنا صرف مبالغہ کا واسطے ترغیب کے بغیر اس کے ثواب کے جانب شارع علیہ السلام سے آپ ہی کا کام ہے یہ شرع شریف ہے شاید آپ کے نزدیک شعر وشاعری اسی کا نام ہے۔

قولہ اور اس میں کچھ خصوصیت شیعوں کی نہیں ہے۔

اقول ترک مستحب پر معذب ہونا بقول تمہارے البتہ مخصوص اہل تشیع کے ساتھ ہے۔

قولہ بلکہ اہل سنت کی کتابوں میں ایسا بلکہ اس سے زیادہ موجود ہے کہ فعل قلیل پر ثواب

کثیر ملتا ہے۔

اقول مذہب اہل سنت میں ہرگز حکم اس امر کا نہیں ہے کہ جو شخص ایک مستحب کو ترک کرے گا تو قیامت کو بدہیئت اور بدشکل اٹھے گا اور بعض افعال مسنونہ پر ثواب کثیر کا ملنا جائز بلکہ واقع ہے لیکن ان کے تارک پر عذاب شدید کا وارد ہونا مخالف شرع ہے۔

قولہ لیکن اس مبالغہ کرنے سے وہ فعل واجب نہیں ہو جاتا ہے۔

اقول یہ تمہاری فہم کی غلطی ہے صرف ثواب کثیر کے ملنے سے متعہ کے قریب بوجوب ہونے کو ثابت نہیں کیا جاتا ہے بلکہ اس امر سے قریب بواجب ہونا قرار پاتا ہے کہ جو بغیر متعہ کے مر گیا قیامت کے روز بدشکل اٹھے گا اور ناک اس کی کٹی ہوگی جیسا کہ تفسیر خلاصۃ المنہج میں لکھا ہے۔

قولہ اپنے گھر کی تو خبر نہیں دوسروں پر اعتراض کرتی ہیں۔

اقول ہم اعتراض نہیں کرتے بلکہ آپ کے مذہب میں متعہ کے قریب بوجوب ہونے کو بوجہ ورود وعید شدید کے اس کے تارک پر بیان کرتے ہیں ورنہ استحباب کو ہم کب مانتے ہیں بلکہ اس کے اباحت سے انکار رکھتے ہیں۔

قولہ دیکھو پیر دستگیر اہل سنت کی کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی جمعہ کے روز اپنی زوجہ سے مجامعت کرے اور نہا کر نماز جمعہ کو جائے تو اس کو ہر قدم پر ثواب سال بھر کے روزہ کا اور تمام سال کے قیام کا ہوگا۔

اقول دیکھئے کہاں مباشرت کر کے منکوحہ سے نماز جمعہ کو جامع مسجد کو جانا اور کہاں ممتوعہ عورت کے صرف ایک بوسہ لینے میں حج اور عمرہ کا ثواب ملنا کہاں زوجہ سے صحبت کر کے اور غسل کر کے نماز جمعہ کو جامع مسجد میں پڑھنا اور کہاں عورت ممتوعہ اور مرد کے فقط بوس و کنار میں تمام عمر کے گناہ ساقط ہو جانا کہاں مباشرت کر کی منکوحہ سے اور نہا کر جامع مسجد میں جمعہ کے

روز اللہ کی عبادت ادا کرنا اور کہاں عورت ممتوعہ و مرد کو ہر لذت و شہوت کے بدلے میں پہاڑوں کے برابر نیکیاں ملنا" فاین ھذا من ذلک و این السمک من السماک" عبارت تفسیر خلاصۃ المنہج ملا فتح اللہ کاشانی کی ملاحظہ فرمایئے اور ذرا انصاف کر کے دل میں شرمایئے کہ "اگر باہم سخن کنند سخن ایشان ذکر تسبیح باشد و چون دست یک دیگر را دست گیرند ہر گناہی کہ کردہ باشند از سر انگشتان ایشان ساقط شود چون یک دیگر را بوسہ دہند حق تعالی بہر بوسہ حجی و عمرہ بر ایشان بنویسد و چون خلوت کنند بہر لذتی و شہوتی حسناتی بنویسد برای ایشان مانند کوہای برافراشتہ"۔

قولہ اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ جو شخص ماہ رجب میں نو روزے رکھے تو وہ جس وقت قبر سے نکلے گا تو نور اس کے منہ کا تمام اہل محشر کو روشن کر دے گا اہل محشر کہیں گے کہ یہ پیغمبر برگزیدہ ہے۔

اقول اللہ کی عبادت ادا کرنے سے اگر کسی شخص کا منہ روشن ہو جائے اور اہل محشر اس کی روشنی کو دیکھ کر بادی النظر میں ایسا گمان کرنے لگیں تو چنداں قباحت نہیں البتہ قباحت تو یہ ہے کہ سید الاولین والآخرین کی زبان مبارک سے خبر ناطق اور حکم واثق متعہ کرنی والے کے واسطے جو محض مستی نکالنے کے واسطے ہوتا ہے روایت کیا جائے کہ جو ایک بار متعہ کرے درجہ اس کا مثل درجہ حسین کے ہو اور جو دو بار متعہ کرے درجہ اس کا مثل درجہ حسن کی ہو اور جو تین بار متعہ کری درجہ اس کا مثل درجہ علی کے ہو اور جو چار بار متعہ کرے درجہ اس کا مثل مری درجہ اور مرتبہ کے ہو چنانچہ تفسیر خلاصۃ المنہج میں ملا فتح اللہ کاشانی شیعی نے آیت کریمہ "فما استمتعتم" کے تحت میں لکھا ہے "و نیز آن حضرت فرمود کہ ہر کہ یک بار متعہ کند درجہ او چون درجہ حسین باشد و ہر کہ دو بار متعہ کند درجہ او چون درجہ حسن باشد و ہر کہ سہ بار متعہ کند درجہ او چون درجہ علی باشد و ہر کہ چہار بار متعہ کند درجہ او چون درجہ من باشد" اور تفسیر منہج الصادقین سے ایک حدیث اسی مضمون شریف کی

قبل میں ہم نقل کر چکے ہیں۔

قولہ اب انصاف کرنا چاہئے کہ بعضے فساق بھی رجب میں روزہ رکھتے ہیں کیا مثل پیغمبر برگزیدہ کے ہو جاتے ہیں۔

اقول درجہ نبی پر غیر نبی اہل سنت کے نزدیک کسی طرح پر نہیں پہونچ سکتا ہے البتہ جو لوگ اس عبادت کو ادا کریں گے وہ اگر مقبول ہوگئی اور فسق فجور ان کا اس عبادت کی برکت سے معاف ہوگیا اور محشر میں روشنی کے ساتھ اٹھائے گئے تو اہل محشر اپنے نزدیک ان کی صرف روشنی کو بادی النظر میں دیکھ کر ایسا گمان کریں گے نہ یہ کہ وہ نفس الامر میں پیغمبر برگزیدہ کی مثل ہو جائیں گے انصاف تو اس امر میں فرمایئے کہ صدہا اوباش اور عیاش کہ جو نماز روزہ تک سے واقف نہیں ہیں اور انہوں نے صرف متعہ کر لیا ہے کیا ائمہ علیہم السلام کی کہ جو افضل تمام انبیا سے تھے نہیں بلکہ انبیا نے ان کے مرتبہ پر حسد کیا تھا اور اس حسد ہی کی وجہ سے صدہا قسم کی بلاؤں میں مبتلا ہو گئے تھے بلکہ جواز خدا سے خارج کی گئی تھی مراتب پر بلکہ سید المرسلین کے مرتبہ پر پہونچ جاتی ہیں۔

قولہ اور ایسے ہی مبالغہ سے کیا یہ عمل قریب بہ وجوب ہوگیا۔

اقول میاں مجتہد صاحب یہ کیا آپ فرماتے ہیں اور کیسا اوپر اڑاتے ہیں ثواب سے واجب نہیں ہوتا بلکہ اس کے ترک پر ورود وعید شدید سے واجبات میں شمار کیا جاتا ہے۔

قولہ یہ ثواب میں متعہ سے بھی بہت بڑھ کر ہے۔

اقول اے جناب توبہ کیجئے اپنے اکابر کی احادیث مرویہ سے منھ نہ پھیرئے کہاں عبادت خدا ادا کرنے سے اہل محشر کا اپنے نزدیک صرف روشنی دیکھ کر ایسا گمان کر لینا اور کہاں محض شہوت رانی پر رسول اللہ کی زبان مبارک سے حکم قطعی کدر جتی کا روایت کرنا۔

قولہ اور مشکوۃ میں انس سے روایت ہے کہ جو شخص چاہے کہ خدا سے ملاقات کرے

پاک اور پاکیزہ ہو کر گناہوں سے تو حرائیر سے یعنی آزاد عورتوں سے نکاح کرے اب دیکھو ثواب تزویج حرائر کا محض حظ نفس اور شہوت رانی ہے کہاں سے کہاں تک پہونچا کہ گناہوں سے بالکل پاک ہوگا۔

اقول معاذ اللہ جناب والا نے نکاح پر کیوں کر محض حظ نفس اور شہوت رانی کا اطلاق کر دیا اور احادیث ائمہ کو جو اس کی فضیلت میں وارد ہیں بھولا دیا جامع عباسی کو ملاحظہ کیجئے اور اس میں باب گیارہویں مقدمہ فضیلت نکاح کو مطالعہ کیجئے "بدان کہ احادیث در فضیلت نکاح کردن بسیار وارد شدہ وچون این مختصر گنجایش ذکر جمع آنہا نداشت لہذا بر سہ حدیث اختصار رفت ازان جملہ در حدیث ائمہ معصومین آمدہ کہ بہتر فائدہ کہ مسلمانان رابعد از اسلام حاصل شد بہتر از زن صالحہ نیست کہ ہرگاہ او را بیند خوشحال شود وہرگاہ از و غائب شود حفظ ناموس ومال او کند وہم در حدیث آمدہ کہ دو رکعت نماز یکہ صاحب زن بگذارد بہتر است از ہفتاد رکعت نماز یکہ عزب بگذارد وہم در حدیث آمدہ کہ بدترین مردہای مسلمانان آن کسانند کہ عزب مردہ باشند" اب بقول اپ کے لازم آتا ہے کہ جو شخص نفس پرست ہو اس کی دو رکعت نماز بہتر ہو ستر رکعت نفس کش سے اور یہی لازم آتا ہے کہ جو شخص شہوت پرستی اور نفس پرستی کو ترک کر دے اور مر جائے تو وہ بدترین مردوں مسلمانوں سے گنا جائے جناب والا نکاح کو خصوصاً تزویج حرائر کو متعہ سی کیا نسبت کہ اس میں صدہا قسم کے فوائد شارع علیہ السلام نے بیان فرمائے ہیں شاید آپنے اس پر محض حظ نفس اور شہوت رانی کو اس واسطے اطلاق فرمایا تا کہ متعہ اور نکاح دونوں برابر ہو جائیں۔

قولہ اور متعہ میں یہ بات کہاں۔

اقول ممتوعہ سے صرف مساس کرنے پر گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جماع کرنے پر اللہ تعالیٰ فرشتہ کو گواہ کر کے مرد اور عورت کو بخشد یتا ہے جیسا کہ خلاصۃ المنہج میں لکھا ہے

"گواہ شوید بران کہ من آمرزیدم ایشان را" اور کہاں تزویج حرائر کہ جس پر ثواب محدود اور کہاں متعہ کو بقول آپ کے کہ اس پر ثواب غیر محدود اور غیر متناہی اور بے حساب۔

قولہ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی حج کو جائے اور میری زیارت اس نے نہ کی تو مجھ پر جفا اس نے کی سو روضہ کے زیارت نہ کرنے سے آدمی کافر نہیں ہو جاتا ہے اور جفا کرنی ان حضرت پر کفر ہے اور جب کافر ہو گیا تو ہو سکتا ہے کہ قیامت کے روز بدشکل اور نکلا ہو کر اٹھے سو حضرت نے یہ مبالغہ فرمایا ہے۔

اقول جناب مجتہد صاحب اس مقام پر تو آپ نے اجتہاد کو بالکل ختم کر دیا تارک زیارت بسبب عدم موانع کی لائق ملامت ہے اور زیارت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل حق کے نزدیک افضل مستحبات سے ہے گو بعضے علماء واجب اور قریب بواجب کے مقر ہیں معلوم نہیں آپ نے حدیث کو کس وجہ سے نقل کیا آیا طعنا کہ اہل سنت کی کتابوں میں اس قسم کی حدیثیں موجود ہیں تو یہ طعن بالکل لغو بیہودہ ہے جامع الاخبار باب دوم فصل ہفتم میں لکھا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص آیا مکہ میں اور نہ زیارت کی اس نے میری مدینہ میں پس تحقیق جفا کی اس نے میرے اوپر اور جس شخص نے کہ جفا کی میرے اوپر پس تحقیق جفا کروں گا میں اس پر دن قیامت کے عبارت اس کی یہ ہے "قال النبی من اتی مکۃ حاجا ولم یزرنی بالمدینۃ فقد جفانی و من جفانی فقد جفوتہ یوم القیامۃ" دیکھئے آپ کے یہاں کی حدیث سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جافین قرار پا گئے اور اگر اس وجہ سے لکھا کہ جفا کرنے والا کافر ہے اور ممکن ہے کہ کافر نکلا اور بدشکل اٹھے تو یہ دونوں امر ممنوع ہیں اول یہ کہ ہر فرد پر جفا کا کفر نہیں ہو سکتا جیسا کہ اللہ جل جلالہ "ان الذین یحاربون اللہ و رسولہ" میں قطاع الطریق کا بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ کہ لڑتے ہیں اللہ

ہے اور اس کے رسول سے حالانکہ قطاع الطریق سے فریقین میں کوئی شخص کافر نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ نقل میں عقل کو دخل نہیں ہے یعنی صاف صاف تشریح کرنا چاہئے کہ فلاں امر میں اعلان عذاب مقرر کیا جائے گا امکان کو اس سے کیا علاقہ تاوقتیکہ کوئی فعل مستحب اس قسم کا نہ لائے گا کہ جس کا تارک قیامت کے روز بد شکل اٹھے گا اس وقت تک تمثیل صحیح نہیں ہو سکتی نہ قیاس آپ کا پورا ہو سکتا ہے اہل حق سے جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وجوب کے قائل ہیں وہ اس حدیث کو بھی پیش کرتے ہیں اور جو لوگ افضل مستحبات ہونے کے مقر ہیں وہ ایسی احادیث میں تاویلیں کرتے ہیں۔

قولہ اور ایسے ہی متعہ میں مبالغہ ہے واسطے ترغیب کے۔

اقول معاذ اللہ کہاں زیارت نبوی اور کہاں شہوت پرستی۔

قولہ اور حقیقت میں تارک متعہ بد شکل اور نکٹا ہو کر نہ اٹھے گا۔

اقول جناب مخاطب حقیقت اور مجاز کی اپنی طرف سے بھرت پور میں بیٹھے ہوئے بھرتی کر رہے ہیں نہ حدیث میں مجاز کی گنجائش ہے نہ عبارت مفسرین میں اس کی تشریح ہے۔

قولہ اور سوائے اس کے یہ ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ واسطے اس شخص کے فرمایا ہے کو جو کوئی منکر متعہ کا ہو وہ قیامت کے دن ایسا اٹھے گا نہ اس کا مباح جاننے والا۔

اقول جناب والا نہ حدیث کی عربی عبارت کو دیکھتے ہیں نہ اس کے ترجمہ کو اپنے مفسرین سے عبارت فارسی میں سنتے ہیں مفت میں اپنی طرف سے تاویل علیل اور توجیہ رکیک کرتے ہیں دیکھئے تفسیر منہج الصادقین میں "من خرج من الدنیا و لم یتمتع جاء یوم القیامة وهو اجذم" یعنی جو شخص کہ نکلا دنیا سے اور نہ متعہ کیا اٹھے گا دن قیامت کے مثلہ یعنی ناک اور کان کٹا ہوا حدیث میں "لم یتمتع" ہے "انکر اباحة المتعة" نہیں ہے

خلاصۃ المنہج میں ملاحظہ کیجئے اور وہ یہ ہے کہ "رسول فرمود کہ ہر کہ از دنیا بیرون رود و متعہ نکردہ باشد روز قیامت بد منظر و بد ہیئت باشد مانند کسی کہ بینی او بریدہ باشد" اور اسی وجہ سے صاحب خلاصۃ المنہج اس کے فضائل اس طرح سے بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت متعہ کرنے والا ممتوعہ کے ساتھ جماع میں مشغول ہوتا ہے حق تعالیٰ فوراً ایک فرشتہ روانہ کرتا ہے کہ میرے ان دونوں بندوں کی پاسبانی کر چنانچہ لکھا ہے "ہرگاہ زن و مرد با متعہ خود بنشینند فرشتہ بر ایشان نازل شود و ایشان را پاسبانی کند تا آن کہ از آن مجلس برخیزند" اور پھر وہی صاحب خلاصۃ المنہج فرماتے ہیں کہ جس وقت وہ جماع سے فارغ ہو کر اٹھتے ہیں اور غسل میں شغل فرماتے ہیں اس وقت حق تعالیٰ بہت سے فرشتوں سے پکار کر کہتا ہے کہ اے ملائکہ گواہ رہو تم اس بات پر کہ یہ دو بندہ میرے غسل میں مشغول ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ میں ان کا پروردگار ہوں میں نے ان کو بخش دیا چنانچہ عبارت اس کی یہ ہے "و چون برخیزند و بغسل کردن مشغول شوند حق تعالیٰ با فرشتگان گوید کہ نظر کنید بریں دو بندہ من کہ بغسل کردن مشغول اند و اعتقاد دارند کہ من پروردگار ایشانم گواہ شوید بر آن کہ من امرزیدم ایشان را" اور وہی صاحب خلاصۃ المنہج میں فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مرد اور عورت جس وقت کہ نہاتے ہیں علاوہ بخشے جانے کے ہر بال کے مطابق ایک نیکی ان کے واسطے لکھی جاتی ہے اور ایک برائی محو کی جاتی ہے اور دس درجہ بلند کئے جاتے ہیں چنانچہ عبارت اس کی یہ ہے "آب از بیخ موی بدن نگذرد مگر حق تعالیٰ بہر موی حسنہ بر ایشان بنویسد و سیہ محو کند و دہ درجہ رفع نماید" پھر وہی صاحب خلاصۃ المنہج فرماتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فضائل بیان فرمائے جناب امیر المومنین کھڑے ہو گئے اور عرض کیا اے رسول خدا کے جو کوئی اس فعل یعنی متعہ کے واسطے سعی فرمائے آپ نے فرمایا کہ اے علی سعی کرنے والے کو دونوں کی خوشی حاصل ہوگی یعنی مرد متمتع اور متعہ کا حاصل ہوگا اور

پھر مشغول ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعہ کے فضائل بیان کرنے میں اور فرمانے لگے اے علی جس وقت کہ یہ دونوں یعنی متعہ کرنے والا اور متعہ کرنے والے نہاتے ہیں ہر قطرہ سے اللہ فرشتہ پیدا کرتا ہے اور وہ فرشتہ اللہ کی تسبیح اور تقدیس میں مشغول ہوتے ہیں جس قدر تسبیح اور تقدیس ملائکہ کرتے ہیں کل اس مرد اور عورت کو ملتی ہے عبارت اس کی یہ ہے ''پس امیر المومنین برخاست وگفت یا رسول اللہ جزای کسی کہ درین باب سعی کند فرمود اورا باشد مژدہ متمتع وزن متعہ وبعدازان فرمود کہ ای علی چون مرد متمتع وزن متعہ از غسل فارغ شوند بہر قطرۂ آب کہ از بدن آنہا ساقط شود حق تعالی فرشتہ بیافریند کہ تسبیح وتقدیس او بجانہ کند وثواب آن از برای غسل کنندہ باشد تا روز قیامت''۔

سبحان اللہ قربان ایسی سعی اور ساعی کے کہ جس کے ارتکاب میں دین اور دنیا کا لطف حاصل ہو جناب سامی کیا کہنا ہے اس مذہب کا اور کیا پوچھنا ہے اس مشرب کا کہ جس میں متعہ کے یہ فضائل ہوں کہ ایک مرتبہ جماع کرنے پر درجہ حسین پر پہونچے اور دوسرے میں حسن پر اور تیسرے میں امام الائمہ پر اور چوتھے میں خاتم الانبیا پر اگر آپس میں مرد وعورت باتیں شہوت اور لذت کی کریں تو وہ بمقام کلمہ سبحان اللہ لکھے جائیں اگر جماع میں مشغول ہوں تو فرشتہ پہرے پر کھڑے کئے جائیں اگر نہانے میں مصروف ہوں تو ہر بال کے عوض فرشتہ پیدا کرکے تسبیح اور تقدیس پر مامور کئے جائیں اور ثواب ان کے فاعل ومفعول کے نامہ اعمال میں ثبت کئے جائیں اور اللہ میاں ملائکہ سے فرمائیں کہ دیکھو ان دونوں میرے بندوں کو یہ دونوں مجھ کو پہچانتے ہیں تم گواہ رہنا میں نے ان کو بخشا اور اگر کوئی سعی کرکے متعہ کروائے تو دونوں کا ثواب بھرپور پائے وہ دونوں کا لطف اٹھائے مگر افسوس حضرات نے اس کو بھی اپنے یہاں چھپایا قرمساقوں کو نہ بتلایا وہ بیچارے مصیبت کے مارے لفظ متعہ کو بمقام ولائی استعمال کیا کرتے ہر

شب ائمہ اور انبیا کے مرتبوں کو بے تکلیف وتکلف پایا کرتے اور ہر خرچی اور دلالی اڑاتے ادھر درجے اور مرتبہ بڑھاتے ادھر روپیہ حاصل کرتے ادھر ائمہ کے مرتبہ پر ترقی پکڑتے اس قدر بخل کو تو کام نہ فرمائیں للہ ان کو بھی بتایئے آپ کی سعی بھی بیکار نہ جائیں گی ضرور ایک دن فائدہ کی صورت دکھلائے گی اب ملازمان والا فرمائیں کہ آپ کی توجیہ رکیک کیوں کر اس حدیث میں جاری ہوسکتے اور کیوں کر تارک متعہ پر منکر متعہ کا اطلاق ہوسکتا ہے اور یوں تو ہم بھی کہتے ہیں کہ جس فعل پر اس قدر ثواب عظیم اللہ جل جلالہ مقرر فرمائے اور جس پر اس قدر اجر کثیر معین فرمائے اس کا تارک باوصف رجولیت کے اسی قابل ہے کہ نکٹا اور بدشکل اٹھایا جائے پھر آپ اس کے انکار اور اقرار کی کیوں تاویل پیش کرتے ہیں اور مفت طلبہ کے سامنے اپنی جہالت ظاہر کرتے ہیں علاوہ بریں منکر مباح کے واسطے کوئی حکم اسی قسم کا صریح نکالیے ورنہ اپنی کہانیوں اور جھوٹے قصوں سے باز آیئے۔

قال السید اب خیال فرمایئے کہ آپ کے مذہب میں متعہ کی دو قسمیں ہیں اول متعہ دوریہ دوم متعہ وحدانیہ تعریف متعہ دوریہ کی یہ ہے کہ ایک عورت سے دس بیس شیعہ مل کر متعہ کریں اور اپنی اپنی باری سے اس کے ساتھ جماع کریں جیسا کہ صاحب مصائب النواصب نے لکھا ہے اور قسم ثانی اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص متعہ کرے۔

قال المجتہد ہمارے مذہب میں متعہ کی ہرگز دو قسمیں نہیں ہیں۔

اقول باوجود موجود ہونے دونوں قسموں کے اور تسلیم کرلینے آپ کی کتب کلام اہل تشیع میں آپ کا انکار ایک قسم سے محض بیکار ہے۔

قولہ بلکہ ایک ہی قسم ہے جو ایک شخص کرے۔

اقول جناب والا اس قول کو یاد رکھیں کہ متعہ کی وہ قسم ہمارے یہاں ہے جو ایک

شخص کرے اور جو دس بیس شیعہ مل کر ایک عورت سے کریں اور اپنی اپنی باری سے اس سے جماع کریں وہ نہیں ہے گویہ انکار بمقابلہ متکلمین شیعہ پایہ اعتبار سے ساقط ہے لیکن یہ قول یاد رکھنے کے لائق ہے۔

قولہ متعہ دوری ہمارے نزدیک باطل ہے۔

اقول ملازمان والا فرماتے ہیں متعہ دوری کہ جو دس بیس شیعہ مل کر ایک عورت سے متعہ کریں اور اپنی اپنی باری سے جماع کریں ہمارے نزدیک باطل ہے حالانکہ صورت متعہ دوریہ کتب کلامیہ اور فقہ اہل تشیع میں موجود ہے مگر ہم کو ابھی یاد دلانا اس قول کا مقصود ہے۔

قولہ اور دیکھو کثرت سے کتابیں شیعوں کے مذہب کے فقہ کی ہندوستان میں موجود ہیں اور مسائل متعہ ان میں موجود ہیں لیکن متعہ دوریہ کی صورت کسی کتاب میں نہیں اور نہ اس کا کہیں ذکر ہے۔

اقول چونکہ ہم نے جواز متعہ دوریہ اسی حوالہ کتب کلامیہ اہل تشیع کا دیا تھا تو جناب مخاطب اس سے فرار اختیار کر کے فرماتے ہیں کہ کتب فقہ اہل تشیع ہندوستان میں موجود ہیں مگر ان میں متعہ دوریہ کی صورت یعنی دس بیس شیعہ مل کر ایک عورت سے متعہ کریں اور اپنی اپنی باری سے جماع کریں نہیں لکھی اب جناب سامی کتاب فقہ میں ارشاد الاذہان شیخ حلی اور نافع کو ملاحظہ فرمایئے کہ اس میں متعہ دوریہ کا ذکر ہے یا نہیں اور جائز لکھا ہے یا ناجائز اے جناب وہ تو متعہ دوریہ میں نسبت اولاد کے اس طریقہ سے فیصلہ فرماتے ہیں "ویقضی فی الولد بالقرعة و یلحق بالخارج سهمه" یعنی اگر اولاد میں جھگڑا متعہ دوریہ کرنے والوں کے درمیان میں ہوگا تو یوں فیصلہ کیا جائے گا کہ قرعہ ڈالا جائے گا جس کے نام پر نکلے گا اسی کو لڑکا دلایا جائے گا جناب والا جناب علامہ حلی نے تو کل فیصلہ کر دیا ہے اور سب جھگڑا اٹھا دیا نسب کو

بطریق قرعہ ثابت کردیا پس آپ کا انکار نسبت متعہ دوریہ کے کتب فقہ اہل تشیع سے محض لغو ہے اور آگے چل کر خرخشہ عدت اور سن ایاس کا پیش کرنا سخت بیہودگی ہے علاوہ بریں جناب والا قاعدہ عماریہ کو بھول گئے جو بوسہ فروج میں جاری فرمایا ہے کہ اہل سنت کے مذہب میں اگر بوسہ فروج کا حکم نہیں ہے تو کسی کتاب میں ممنوع بھی نہیں لکھا اور اصل اشیا میں اباحت ہے بس یہاں بھی اسی قاعدہ کو اپنی ہی زبان سے جاری فرمایئے کہ اہل تشیع کے مذہب میں اگر متعہ دوریہ کا حکم نہیں ہے تو کسی کتاب میں ممنوع بھی نہیں لکھا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں کہ کسی کتاب فقہ میں اس کا ذکر نہیں اور اصل اشیا میں اباحت ہے بس بقول آپ کے متعہ دوریہ مباح ٹھہرا چہ جائیکہ کتب کلامیہ اور فقہ اہل تشیع میں جائز لکھا ہے۔

قولہ اور صاحب مصائب النواصب مجتہد نہ تھے البتہ مناظرہ میں ان کو بہت دخل تھا اور یہ مصائب النواصب بھی مناظرہ ہی کی کتاب ہے ایک ناصبی کے جواب میں فقہ کی کتاب نہیں ہے۔

اقول جناب مخاطب صاحب مصائب النواصب مجتہد تو نہ تھے لیکن آپ کے مجتہدوں کے مولی تھے صوارم اور حسام اور تشیید المبانی میں دیکھئے آپ کے مجتہدین لکھنوی ان کو بلفظ مولی کے یاد کرتے ہیں سخت افسوس ہے کہ جو شخص عمدہ متکلمین شیعہ سے ہو یہاں تک کہ جان بھی اپنے مذہب اہل تشیع پر نثار کردی ہو اور حضرات شیعہ میں بلفظ شہید ثالث ملقب کیا جائے وہ ایک وار دگیر سنیوں سے پایہ اجتہاد سے گرا کر غیر معتبر ٹھہرا دیا جائے۔

قولہ اور مسئلہ فقہ اگر فقہ کی کتاب میں ہو اور لکھا ہو کہ فلاں نے مجتہد کے نزدیک اس طرح ہے تو اس کا اعتبار ہوتا ہے۔

اقول اگرچہ یہ قاعدہ ایجاد بندہ آپ کو مفید نہیں ہے کیوں کہ متعہ دوریہ کتب فقہ اور

کلامیہ اہل تشیع میں مذکور ہے تاہم ہمارے مفید ہے آپ کے یاد رکھنے کے قابل ہے آگے کام آئے گا اور آپ کو بہت ذلیل کروائے گا۔

قولہ اور مصائب النواصب میں اگر لکھا بھی ہے تو اس عورت سے لکھا ہے کہ جو بہت بڑے سن کی ہو اور حیض آنا اس سے اور بچہ جنا موقوف ہو گیا ہو۔

اقول جناب والا ہم تو آپ کی اس فصاحت پر نثار ہوئے جاتے ہیں اور اپنے آپ کو اس بلاغت پر قربان کئے دیتے ہیں گو ہمارا یہ قاعدہ نہیں کہ آپ کی عبارت فصیحہ اور بلیغہ کی نسبت تعرض کریں مگر مجبور ہیں کیا کریں ذرا اس جملہ کو تو ارشاد فرمایئے کہ اگر لکھا بھی ہے تو اس عورت سے لکھا ہے اے جناب صاحب مصائب النواصب نے متعہ دوریہ کو لکھا ہے تو اگر کیا معنی اور جو اگر ہے تو لکھا ہے کیا معنی آپ کو چاہئے تھا کہ یوں فرماتے کہ اگر لکھا بھی ہو تو اس عورت سے لکھا ہوگا تا کہ آپ کا نہ دیکھنا مصائب النواصب کو ثابت ہوتا لفظ اگر دال ہے کہ آپ نے نہیں دیکھا اور جملہ (اس عورت سے لکھا ہے) ظاہر کرتا ہے کہ آپ نے قطعاً مصائب کو دیکھا کیا یہ اجتماع النقیضین آپ ہی کے حصہ میں آ گیا ہے انقطاع حیض و بچہ کا آپ کیوں ڈھکوسلہ بنایا کرتے ہیں آپ کے علامہ حلی تو صاف لکھتے ہیں "ویقضی فی الولد بالقرعه جاء الحق بالخارج سهمه" یعنی اس بچہ کا یوں فیصلہ کیا جائے گا کہ فوراً سب متعہ کرنے والوں کے نام پر قرعہ ڈالا جائے گا جس کے نام پر نکلے گا اس کو لڑکا ملے گا دیکھیں کس بیچارہ کی تقدیر کھلتی ہے اور کس کے نام پر چٹھی نکلتی ہے۔

قولہ سو ایسی عورت میں از روئے شرع کے کیا قباحت ہے۔

اقول ہمارے جناب مخاطب کے حافظہ کا یہ مرتبہ علیا ہے اور ان کی فہم و فراست کا یہ درجہ کبریٰ ہے ابھی جس کو باطل کرتے چلے آتے ہیں جس کے ابطال کے واسطے قاعدہ بنائے

جاتے ہیں اسی کا اقرار فرماتے ہیں کہ از روئے شرع کے کیا قباحت ہے اے جناب جب شرع سے قبیح نہیں تو باطل کی کے نزدیک ہے نہ آپ کو اپنے قول کا کہ ہمارے نزدیک متعہ دوریہ باطل ہے لحاظ ہے اور نہ اپنے قاعدہ جدیدہ کا پاس ہے اس مقام پر اقرار صاف ہے کہ متعہ دوریہ میں از روئے شرع کیا قباحت ہے یا آں شورہ شوری کہ صاحب مصائب النواصب اس کے جواز کی وجہ سے غیر معتبر ٹھہرائے گئے یا بایں بے نمکی کہ خود فرمانے لگے کہ از روئے شرع کے کیا قباحت ہے الغرض جناب والا یاد رکھیں کہ متعہ دوریہ جو دس بیس شیعہ مل کر ایک عورت سے کرتے ہیں اور اپنی اپنی باری سے اس سے مباشرت فرماتے ہیں وہ از روئے شرع کے آپ کے نزدیک قبیح نہیں گو آپ بڑے سن کی عورت میں مستثنی فرماتے ہیں بہر حال آپ کا اقرار جواز متعہ دوریہ کا مذہب اہل تشیع میں ثابت ہوگیا۔

قولہ اور احتیاط تو اس امر کی اسی وقت ہوتی ہے کہ عورت کہ حیض آتا ہو اور بچہ جنتی ہو کہ نطفہ ایک شخص کا دوسرے شخص کے نطفہ سے مشتبہ نہ ہو جائے۔

اقول جناب والا مشتبہ ہو جانے دیں کچھ پرواہ نہیں موافق حکم شیخ علی کے فوراً قرعہ ڈالیں سب جھگڑا اٹھ جائے گا اور سب قصہ رفع ہو جائے گا آپ خوف نہ کریں بے کھٹکے اس میں اشتراک فرمائیں۔

قولہ اور اس واسطے اس کے لئے عدت مقرر ہوا ہے ورنہ عدت کی کیا احتیاج تھی۔

اقول ہوئی ہوگی جن کے نزدیک ہوئی ہوگی علامہ حلی کے نزدیک تو نہیں ہوئی وہ تو بے کھٹکے قرعہ ڈالتی ہیں جس کے نام پر نکلے اسی کی جیت ہے پھر کسی کو کیا بات چیت ہے۔

قولہ اور جو ایسی بڑے سن کو پہنچی ہو کہ حیض اور جننا اس کا بند ہوگیا ہو تو اس عورت کو عدت میں بیٹھنے کی احتیاج نہیں ہے چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے "والائی یئسن من

المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتهن ثلثة اشهر" اس سے معلوم ہوا کہ اگر شک ہو کہ حیض عورت کا معلوم نہیں کہ سن کے زیادہ ہونے سے بند ہوا ہے یا کسی عارضہ سے تو عدت اس کا تین مہینے ہیں اور اگر شک نہ ہو بلکہ سن کے تقاضہ سے حیض کے بند ہونے کا یقین ہو تو اس پر عدت نہیں ہے اور یہی مذہب اکثر علماء کا ہے اور خدائے تعالیٰ نے بھی اسی واسطے اس کی عدت کو بیان نہیں کیا ہے۔

اقول مجھ کو عدت اور غیر عدت سے بحث نہیں ہے اور اس آپ کی تقریر واہی کو متعہ دوریہ سے تعلق نہیں ہے مگر آپ کی زبان پر لفظ اکثر بہت چڑھ رہا ہے اپنے مذہب کے علماء کے نسبت بھی زبان پر سے نہیں اترتا ہے جناب والا یہ چوتھا اکثر ہے معلوم نہیں اس سے کب نجات ملیگی اور کب برأت حاصل ہوگی علماء اہل حق کو تو بیباکی سے لپیٹ دیتے تھے مگر اپنے علماء کو بھی چالاکی سے سمیٹنے لگے جناب والا جامع عباسی کو دیکھئے اپنے کذب کا اقرار یا اس کے جھوٹ کو تسلیم کیجئے" بعضی از مجتہدین گفتہ اند کہ ایشان عدت ندارند" آپ اپنے اکثر اور صاحب جامع عباسی کے بعض کو معائنہ فرمایئے اور کسی ذی علم سے دونوں کا مقابلہ کرایئے آیا اکثر بعض سے عام ہے یا دونوں متساوی الاقدام ہیں۔

قولہ اور جب عدت اس کے واسطے نہ ہوا تو پھر باعتبار شرع کے متعہ دوریہ میں بفرض و تسلیم کیا قباحت ہے۔

اقول جناب مخاطب نے نسبت متعہ دوریہ کے جو مسئلہ عدت کا پیش فرمایا اور سن ایاس کا جھگڑا لگایا اس سے کیا فائدہ نکلا عدت کو متعہ دوریہ سے جس کی کیفیت آپ کے خصم نے بحوالہ مصائب النواصب قاضی شوستری یہ بیان کی کہ دس بیس شیعہ مل کر ایک عورت سے متعہ کریں اور اپنی اپنی باری سے جماع کریں اور جس کو آپ نے اول دہلہ میں باطل فرمادیا اور پھر اس کو

عورت مسنہ میں مشروع فرمایا کیا مناسبت اور سن ایاس کو اس سے کیا ملازمت آپ دیکھیے تعریف متعہ دوریہ کو ملاحظہ کیجئے اس میں دس بیس شیعہ کے معیت مرہ وحدہ ماخوذ ہے پھر آپ کی طبیعت نازک پر عدت اور غیر عدت کا مسئلہ کیوں مرکوز ہے سن ایاس کا جھگڑا تو علامہ حلی نے صاف کر دیا ہے کہ اولاد کا فیصلہ قرعہ کے ساتھ فرما دیا اب آپ کیوں ڈرتے ہیں اور کیوں فرض تسلیم کو داخل کرتے ہیں جب آپ مشروع فرما چکے تو یہ سب قصے طے ہو چکے اگر اشتباہ نطفہ کا خطرہ ہے تو علامہ حلی کا فیصلہ مدنظر ہے۔

قولہ لیکن مولوی صاحب کو اپنے مذہب کی خبر نہیں کہ ان کے مذہب میں نکاح دوری جائز ہے اور اس کی بھی قید نہیں کہ زیادہ سن کی ہو بلکہ بیس پچیس برس کی ہو تو بھی یہ صورت جائز ہے امام زفر کے نزدیک چنانچہ ہدایہ اور شرح وقایہ وغیرہ میں لکھا ہے۔

اقول جناب مخاطب ہوش میں آئیں حواس کو جمع فرمائیں سنبھل کے چلئے سوچ کے کہئے یہ ترانہ تو نیا سنایا جس کا آج تک مذہب اہل حق میں پتہ نہ پایا یہ تو وہی مثل ہوئی ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ کجا مذہب اہل حق اور کجا نکاح دوری یہ تو جناب کو بے وقت کی سوجھی آپ اب تک تہمت سے باز نہیں آتے ہیں باوجودیکہ صد ہا منہ کی کھاتے ہیں کچھ تو شرم فرمایئے ذرا تو حیا کو کام میں لایئے متعہ دوریہ پر ایسے شرمانے لگے کہ مذہب اہل سنت میں نکاح دوری بتانے لگے للہ سچ فرمایئے اور صحیح بتایئے شرح وقایہ میں کہاں لکھا ہے اور ہدایہ میں کہاں مذکور ہے کہ امام زفر کے نزدیک نکاح دوری جائز ہے اور اس میں اس کی بھی قید نہیں ہے کہ زیادہ سن کی ہو بلکہ بیس پچیس برس کی ہو تو بھی یہ صورت جائز ہے نہ شرح وقایہ میں اس کا پتا ہے نہ ہدایہ میں اس کا نشان ہے یہ تو صرف جناب کا افترا و بہتان ہے۔

قولہ اگر کوئی عورت طاقت رکھتی ہو تو ایک دن میں بیس پچیس مردوں سے نکاح کرکے

مجامعت کرواسکتی ہے ہر ایک شخص کے وارے۔

اقول مذہب اہل حق میں عورت واحدہ دو مردوں سے بھی معاً نکاح نہیں کرسکتی چہ جائیکہ بیس پچیس سے البتہ متعہ دوریہ میں مذہب اہل تشیع کے طریق پر عورت واحدہ بیسوں مردوں سے متعہ کرسکتی ہے اور اپنی اپنی باری سے ہر متمتع اس سے مباشرت بقدر اپنی اجرت کے مجامعت کرسکتا ہے اور حالت حمل رہ جانے اور بچہ جننے میں موافق حکم علامہ حلی کے ہر شخص قرعہ ڈال سکتا ہے۔

قولہ اور صورت اس کی یہ ہے کہ زید اپنی زوجہ کو طلاق بائن دے اور اسی عدت میں اس سے پھر نکاح کرے اور مجامعت سے پہلے اس کو طلاق دے تو زفر کے نزدیک اس صورت میں عدت اس سے ساقط ہے اور اس وقت جائز ہے اس عورت کو کہ عمر سے نکاح کرے اور اگر عمر بھی اس سے مجامعت کر کے طلاق بائن اس کو دے اور عدت میں بعد ایک گھڑی کے اس سے نکاح کرلے اور قبل مجامعت کے پھر اسے طلاق دے تو جائز ہے اس عورت کو کہ موافق مذہب زفر کے عدت میں نہ بیٹھے اور پھر اسی وقت پھر زید سے یا بکر سے نکاح کرلے اور جب بکر سے نکاح کرے تو بکر بھی اگر اس سے مجامعت کر کے طلاق بائن دے اور بعد ایک گھڑی کے عدت میں پھر نکاح کر کے مجامعت سے پہلے طلاق دے تو وہ عورت موافق مذہب امام زفر کے عدت میں نہ بیٹھے اور اسی وقت زید سے یا عمر یا خالد سے نکاح کرلے اور مجامعت کرائے اسی طرح جس قدر اس عورت میں طاقت ہے یا تو انہیں شخصوں سے ایک کے بعد دوسرے سے یا ہر ایک مرد جدید سے جماع کرواتی جائے اور طلاق لیتے جائے اگر ان چار پانچ ہی مردوں سے باری باری نکاح کرے گی تو صورت دور کی ہوگی اور اگر ہر ایک مرد جدید سے نکاح کرے گی تو بعید نہیں کہ ایک روز میں بیس مردوں سے بلکہ زیادہ سے مجامعت کروانے کی نوبت پہنچے چنانچہ شرح وقایہ میں لکھا

ہے "ولونکح معتدته من بائن و طلق قبل الوطی فعلیه مهرتام و علیها عدة مستقلة هذا عند ابی حنیفة و ابی یوسف فان اثر الوطی فی النکاح باق وهو العدة فصار کان الوطی حاصل فی هذا النکاح و عند محمد یجب علیه نصف المهر و علیها اتمام العدة الاولی فقط و لا عدة للطلاق الثانی لان الزوج طلقها قبل الوطی فیه و عند زفر العدة عنها اصلا لان العدة الاولی سقطت بالتزوج و لم یجب النکاح الثانی بدلیل محمد"

یعنی اگر نکاح کرے کوئی عدہ بائن ماننے والے اپنے سے اور طلاق دے پہلے وطی کی تو بس اس مرد پر مہر ہے تمام اور اس عورت پر عدت مستقلہ ہے یعنی تمام عدت پورا یہ نزدیک ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے ہے اس واسطے کہ اثر وطی کا نکاح میں باقی ہے اور وہ عدت ہے پس ہوگیا گویا وطی حاصل ہے اس نکاح میں اور نزدیک محمد کے واجب ہے اس مرد پر نصف مہر اور اس عورت پر تمام کرنا عدت پہلی کا فقط اور نہیں ہے عدت واسطے طلاق ثانی کے اس واسطے کہ شوہر نے طلاق دی ہے اس عورت کو پہلے وطی کی اس میں اور نزدیک زفر کے نہیں عدت اس عورت پر ہرگز اس واسطے کہ عدت بھلا گر گیا ساتھ نکاح کرنے کے اور نہ واجب ہوا ساتھ نکاح دوسرے کے ساتھ دلیل محمد کے انتہا اور جب عدت بالکل واجب نہ ہو تو عورت اگر چاہے تو اور کسی سے نکاح کرے اور جب اس سے بھی یہی معاملہ پیش آئے تو تیسرے مرد سے نکاح کرلے "و علی هذا القیاس" جہاں تک چاہے۔

اقول ملازمان والا یہ تو فرمایئے کہ یہ صورت نکاح دوری کس کتاب میں دیکھی کتب اہل سنت میں نہ یہ صورت ہے اور نہ نکاح دوری شرح وقایہ سے جو عبارت نقل فرمائی اس کا تو صریح مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق بائن دی اور پھر اسی شخص نے اندر عدت

کے اس عورت کے اس عورت سے نکاح کرلیا اور پھر اسی شخص نے قبل وطی کے طلاق دی امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک شوہر پر کل مہر ادا کرنا واجب ہے اور اس عورت پر پوری عدت ادا کرنا لازم ہے اور امام محمد کے نزدیک نصف مہر شوہر پر اور کل عدۃ عورت پر واجب ہے اور زفر کے نزدیک عدت اس عورت پر نہیں ہے بوجہ اس کے کہ قبل وطی کے طلاق دی اسی قدر شرح وقایہ میں مذکور ہے اور یہی ہدایہ میں مسطور اس میں تو نہ نکاح دوری کا مذکور ہی اور نہ یہ آپ کی صورت مسطور ہے نہ طلاق لے لینے کا عورت کے بیان ہے اور نہ طاقت کا اسکی اعلان ہے یہ سارا آپ کا کذب و بہتان ہے صرف عورت مطلقہ قبل الوطی کے عدت میں فقط زفر کا جھگڑا ہے اس پر آپ کا یہ سارا بکھیڑا ہے علاوہ بریں یہ صورت آپ کی نہ اصول اہل سنت کے موافق ہے نہ قواعد اہل حق کے مطابق نہ عورت کے اختیار میں طلاق لے لینا ہے نہ مرد کے اقتدار میں نکاح موقت کر لینا ہے عورت طلاق لے لینے میں مجبور ہے مرد نکاح موقت میں معذور ہے بس یہ آپ کی صورت مدفوع وغیر منظور ہے قطع نظر اس کے لفظ اگر آپ کی صورت سے نکال لیا جائے تو یہ ساری شکل کلیہ برباد ہو جائے شرطیہ سے کام نہیں چلتا کلیہ جزئیہ میں جاری نہیں ہو سکتا ایک جزئیہ فقہ مسطور ہے جس میں عدت زوجہ پر خلاف زفر کا مذکور ہے کلیہ کو اس میں کیا مداخلت ہے اور آپ کے قیاس کو اس سے کیا مناسبت اور ماسوائے اس کے آپ اپنے نکاح دوری کو ملاحظہ کریں اور اس کے اجرا کی نسبت خیال کریں کہ کتنی صورتیں اس کے وقوع میں حائل ہوئی ہیں دیکھئے آپ کی اس صورت کا مدار مذہب امام زفر پر ہے اور وہ بھی افتراق زوج اور زوجہ پر اور وہ بھی مطلقاً نہیں بلکہ زوج اپنی زوجہ کو طلاق بائن دے اور پھر اندر عدت کے نکاح کرے اور پھر قبل وطی کے طلاق دے اور پھر وہ عورت دوسرے شخص سے نکاح کرے پھر وہ شوہر اس سے مباشرت کرے اور پھر وہ شوہر بعد مباشرت کے طلاق بائن دے اور پھر وہ شوہر اندر عدت کے نکاح کرے اور پھر وہ

شوہر قبل وطی کے طلاق دے اور پھر وہ عورت دوسرے شخص سے نکاح کرے علی ہذا القیاس پھر وہی معاملات پیش آئیں تب آپ کی صورت صادق آئے اب خیال کیجئے اگر زوج اور زوجہ میں افتراق ہی نہ ہو تب بھی آپ کی صورت جاری نہیں ہو سکتی اور اگر افتراق بھی ہو شوہر طلاق بائن نہ دے بلکہ طلاق رجعی دے اور عدت میں رجوع کرے تب بھی آپ کی صورت جاری نہیں ہو سکتی اور اگر طلاق رجعی بھی نہ دے تین طلاقیں دیں تب بھی آپ کی صورت جاری نہیں ہو سکتی اور اگر طلاق رجعی دے اور نہ طلاق ثلاثہ واقع کرے بلکہ طلاق بائن ہی دے لیکن اس سے پھر نکاح نہ کرے تب بھی آپ کی صورت جاری نہیں ہو سکتی اور اگر نکاح بھی کرے لیکن اندر عدت کے نہ کرے بلکہ بعد حلالہ کے تب بھی آپ کی صورت جاری نہیں ہو سکتی اور اگر نکاح بھی کرے اور اندر عدت ہی کے کرے لیکن پھر طلاق نہ دے تب بھی آپ کی صورت جاری نہیں ہو سکتی اور اگر طلاق بھی دے قبل وطی کے نہ دے تب بھی آپ کی صورت جاری نہیں ہو سکتی اور اگر قبل وطی کے دے لیکن وہ عورت پھر نکاح نہ کرے تب بھی آپ کی صورت جاری نہیں ہو سکتی دیکھئے ایک شوہر سے آٹھ مرحلہ افتراق میں صرف مذہب امام زفر پر حائل ہوتے ہیں اور پچیس مردوں تک دو سو مرحلہ طے کرنا پڑتے ہیں اس خرابیوں کے بعد بھی یہ نکاح دوری جو آپ نے ایجاد فرمایا اور متعہ دوریہ کے مدمقابل ٹھہرایا دوریہ پر منطبق نہیں ہو سکتا کیوں کہ دوریہ میں نہ افتراق کی ضرورت ہے نہ طلاق کی حاجت نہ تعاقب سے علاقہ ہے نہ تبدل سے مناسبت ہے کیوں کہ متعہ دوریہ میں نہ یکے بعد دیگرے کی شرط ہے نہ "مرۃ بعد اولی و کرۃ بعد اخری" کو مداخلت قبلیت اس میں مفقود بعدیت اس میں معدوم جناب سامی ملاحظہ کریں کہ کہاں آپ کا متعہ دوری مذہبی اور کہاں آپ کا نکاح دوری مزعومی متعہ دوریہ میں دس بیس ظلم مرتبہ واحدہ میں متعہ کر سکتے ہیں اور اپنی اپنی باری سے مباشرت فرما سکتے ہیں اور اس میں کوئی

صورت مزاحم نہیں اور کوئی امر مانع نہیں بے کھٹکے یہ صورت وقوع میں آسکتی ہے اور بے تکلف عورت مباشرت کرواسکتی ہے اور نکاح دوری میں بیس پچیس تک دوسو صورتیں حائل ہیں ان کے بعد بھی بقول آپ کے دو مردوں سے بھی عورت معاً نکاح نہیں کرسکتی چہ جائیکہ بیس پچیس مگر بقول آپ کے یہ نکاح دوری آپ کے یہاں عورات مسنہ میں بے تکلف بلا کسی امر حائل کے جاری ہوسکتا ہے کیوں کہ آپ نے صاف فرمادیا کہ عورات مسنہ پر ہمارے یہاں عدت اکثر علماء کے نزدیک نہیں ہے پس موافق اکثر علماء اہل تشیع کے عورت مسنہ کو اس کا زوج طلاق دے دو بے کھٹکے بلا انتظار کسی امر کے دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے اور اگر وہ بھی طلاق بعد مباشرت کے دے تو تیسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے اور اگر وہ بھی بعد مباشرت کے طلاق دے دے یا تو آگے کو کرتی چلی جائے یا پیچھے کو لوٹ آئے اگر لوٹنے دور ہے ورنہ تسلسل تو قدامت نفس پر قائم ہی ہے اب فرمایئے کہ اس نکاح دوری کے بنانے سے اور اس کے مذہب اہل سنت پر لگانے سے کیا مفاد آپ کو حاصل ہوا اور کونسا فائدہ بخشا سوائے اس کے کہ اپنے یہاں کے نکاح دوری کو بھی ظاہر کردیا۔

قال السید معلوم نہیں کہ آپ کون سے متعہ کے عدم جواز کے ثبوت کے طالب ہیں اگر اول کے ہیں تو یہ امر جمیع شرائع میں بالبداہت حرام ہے۔

قال المجیب ہم اس متعہ کے عدم جواز کے ثبوت کے طالب ہیں جس کا جواز ہم ابھی اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کر کے آئے ہیں۔

اقول ملازمان سامی ایسی بہادری تو زیبا نہیں جو ایسی بیباکی سے دعوی کر بیٹھا کرتے ہو کسی کتاب اہل سنت سے جواز متعہ ثابت نہیں ہوا جیسا کہ ہم اوپر باحسن وجوہ ثابت کر چکے ہیں اور آپکے جھوٹ کو قرار واقعی ظاہر کر چکے ہیں۔

قولہ لیکن اس دلیل سے کہ مسلم فریقین ہوا۔

اقول آیات کلام اللہ سے حرام ہونا متعہ کا ہم بخوبی ثابت کر چکے لیکن ان کا مسلم ہونا
آپ کے نزدیک معلوم اب تکلیف فرما کر تہذیب امام اعظم طوسی اور استبصار رئیس الطائفہ اور کتا
ب محاسن برقی کو ملاحظہ کیجئے اور کتاب فقہ الرضا کو دیکھئے کہ ان میں حدیثیں حرمت متعہ کی جناب
امیر المومنین کی زبان سے مروی ہیں۔

قولہ اور قسم اول کو ہم درست نہیں جانتے ہیں۔

اقول افسوس تو یہ ہے کہ جناب والا ایک پہلو پر نہیں رہتے ہر مقام پر نئی بیٹھک بیٹھتے
ہیں ابھی اقرار صریح کر چکے ہیں کہ متعہ دوریہ میں از روئے شرع کے کیا قباحت ہے اب فرماتے
ہیں کہ ہم اس کو درست نہیں جانتے ہیں۔

شعر

ڈھلے کس پر طبیعت اور کس کس کا یقین لائے

جو وعدہ ایک کرتے ہو تو سو پہلو نکلتے ہیں

قولہ لیکن تمہارے مذہب کے موافق وہ قسم نکاح دائمی میں جاری ہو سکتی ہے۔

اقول متعہ دوریہ نکاح دائمہ میں ہرگز جاری نہیں ہو سکتا کیوں کہ دونوں کی حقیقت و
ماہیت میں تباین محض اور تغایر حقیقی ہے بس ایک کو دوسرے کے ساتھ خلط کرنا آپ کے خبط
پر دلیل اول ہے۔

قولہ جیسا کہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں۔

اقول ہم بھی آپ کی صورت مصنوعی کو مٹا چکے ہیں

اربعہ سے ہیں ملاحظہ فرمایئے کہ ان میں یہ حدیث موجود ہے "وھو ھذا حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحوم الحمر الاھلیة و نکاح المتعة" یعنی حرام کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت خر اہلی کا اور نکاح متعہ۔

قال المجتہد استبصار و تہذیب میں یہ روایت اس طرح سے نہیں ہے۔

اقول جناب والا پھر کس طرح سے ہے بیان تو کیجیے۔

قولہ اور اس روایت میں خیانت کر کے لکھدیا ہے "حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحوم الحمر الاھلیة و نکاح المتعة"

اقول کیا خیانت کی اس کو ذکر تو کیجیے۔

قولہ اور حال یہ ہے کہ یہ روایت اس طرح سے نہیں ہے۔

اقول وہ طرح نہیں معلوم ہوتی بیان فرمایئے۔

قولہ اور نہ صاحب کتاب نے مثل اور روایتوں کے اس کو داخل کتاب کیا۔

اقول دخول فی الکتاب سے تمہاری کیا مراد ہے اگر یہ ہے کہ روایات جواز میں اس کو درج نہیں کیا تو بیشبہ صحیح ہے کیوں کہ اس روایت سے عدم جواز ثابت ہے مگر روایات جواز میں نہ درج کرنے سے عدم دخول فی الکتاب نہیں لازم آتا اور اگر یہ ہے کہ اس کی تصحیح نہیں کی بلکہ مصنف کتاب غیر صحیح جانتا ہے تو یہ غلط ہے مؤلف کتاب نے اس کی تصحیح اور اسناد میں کچھ کلام نہیں کیا بلکہ سلسلہ ور اسناد آ بواسطہ ائمہ علیہم السلام کے جناب مرتضوی کرم اللہ وجہہ تک پہونچا دیا اور ان سے رسول اللہ تک ملا دیا صرف موافق دستور قدیم کے عذر تقیہ کا پیش کیا کہ جو قادح اسناد وغیرہ نہیں ہوسکتا۔

قولہ بلکہ اس روایت کی اطلاع کی ہے۔

اقول لاریب اس نے ہم کو اطلاع کی ہے کہ ہمارے یہاں روایتیں حرمت متعہ کی بواسطہ ائمہ علیہم السلام مروی ہیں۔

قولہ اور اس کا حال ظاہر کیا ہے اس طرح سے کہ "اما ماروائه محمد ابن احمد ابن یحی المکنی بابی جعفر عن ابی الجوزة عن الحسین ابن علوان عن عمرو ابن الخالد عن زید بن علی عن ابائه عن علی علیه السلام حرم رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم خیبر لحوم الحمر الاهلیة و نکاح المتعة فان هذه الروایة وردت مورد التقیة" یعنی اور لیکن جو کہ روایت کیا ہے محمد ابن احمد نے اور فلانے اور فلانے نے اور زید ابن علی سے یہاں تک کہ علی علیہ السلام سے فرمایا کہ حرام کیا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بروز خیبر گوشت خر اہلی کا اور نکاح متعہ کا یہ روایت وارد ہوئی مقام تقیہ میں انتہی۔

اقول سبحان اللہ خوب حال ظاہر کیا یعنی اس کی اسناد میں کلام نہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت کرنے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے شک وشبہ نہیں مگر صحابہ کے خوف سے تقیہ فرمادیا ہمارے حضرت مخاطب فرماتے ہیں کہ رئیس الطائفہ نے جواب اس روایت حرمت متعہ کا یوں دیا کہ یہ روایت مقام تقیہ میں واقع ہوئی ہے لہذا ہم جہاں تک خوض کرتے ہیں تقیہ کی نہاد دو امر پر پائی جاتی ہے ایک صحابہ کرام خصوصاً خلفائے عظام کا جابر اور ظالم اور منحرف عن دین اللہ ہونا دوسرے جناب مرتضوی کا مغلوب و عاجز بے یار اور خلافت خلفائے کرام میں رہنا یہ دونوں امر ایسے ہیں کہ اگر ایک بھی ان میں سے غیر محقق قرار پائے گا تو تقیہ کلیۃً معدوم ہو جائے گا اگر صحابہ رسول اللہ عمدہ اور محمود اور قائم علی دین اللہ تھے جناب مرتضوی تقیہ کس سے کرتے تھے اور اگر معاذ اللہ صحابہ کرام اور خلفائے عظام برے تھے لیکن جناب امیر کو غلبہ تام حاصل تھا تو دین خدا کو کیوں چھپایا جاتا تھا بہر حال انہیں دو امروں

مدار تقیہ ہے جس پر سارا فساد و فتنہ برپا ہے ہمارا خیال اور ذہن جہاں تک پہونچتا ہے دونوں امروں کا نہ کہیں پتا لگتا ہے اور نہ نشان ملتا ہے نہ صحابہ کا برا ہونا معلوم ہوتا ہے نہ حضرت علی کا مغلوب و عاجز ہونا پایا جاتا ہے لہذا اولاً صحابہ رسول اللہ کے اعلی اور افضل ہونے کو تمامی امت سے اور "امر بالمعروف و ناهی عن المنكر" کلام الٰہی اور حدیث جعفری مرویہ کلینی سے ثابت کرتے ہیں پہلے ہم اکبر ثقلین کو کھولتے ہیں اور اس میں چوتھے پارہ سے اس آیت کو نکالتے ہیں۔

پہلی آیت

"كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تومنون بالله و لو امن اهل الكتاب لكان خير الهم منهم المؤمنون و اكثر هم الفاسقون" یعنی تم بہترین امت ہو چن لئے گئے ہو آدمیوں کے لئے حکم کرتے ہو نیک باتوں کا اور روکتے ہو بری باتوں سے اور ایمان رکھتے ہو خدا پر اور اگر ایمان لائیں اہل کتاب تو البتہ ہوئے بہتر واسطے ان کے بعض ان میں سے مومن ہیں اور اکثر انہیں اہل کتاب سے فاسق اس آیت میں اللہ جل شانہ صحابہ کرام کے بہتر اور افضل ہونے کو تمام امت سی ساتھ لفظ "كنتم خير امة اخرجت للناس" کے اور ان کی نیک باتوں کا حکم کرنے کو ساتھ لفظ "تامرون بالمعروف" اور بری باتوں سے بچانے کو ساتھ لفظ "تنهون عن المنكر" اور ان کے سچے ایمان رکھنے کو اللہ پر ساتھ لفظ "تومنون بالله" کے بیان فرماتا ہے حق سبحانہ تعالی نے اس آیت کریمہ اور نص صریحہ میں صحابہ کرام اور معاونین رسول انام کی چار صفتیں ظاہر فرمائیں پہلی ان کا تمام امت سے افضل اور اعلی بہتر اور اچھا ہونا دوسری ان کا ارکان دینیہ اور احکام شرعیہ پر امت رسول کو حکم کرنا۔ تیسری ان کا ممنوعات اسلامیہ اور منہیات ایمانیہ سے آدمیوں کو باز

رکھنا۔ چوتھی ان کا اللہ پر بالقلب ایمان رکھنا اس نص جلی میں حق جل وعلی صحابہ کی چار صفتوں میں چاروں مقام پر چار جمع اور وہ بھی چاروں مخاطب کے لایا ہے اور ان کی افضلیت کو تمام امت پر صیغہ اسم تفضیل سے بیان فرمایا پہلی کنتم دوسری تامرون تیسری تنھون چوتھی تومنون کیا کنتم خیر امت اخرجت للناس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تم تمام امت سے بہتر ہو منتخب کر لئے گئے ہو واسطے آدمیوں کے اور کیا تامرون بالمعروف کا یہ ترجمہ نہیں ہے کہ حکم کرتے ہو تم نیک باتوں کا اور کیا تنھون عن المنکر کی یہ تفسیر نہیں ہے کہ روکتے ہو تم آدمیوں کو بری باتوں سے اور کیا تومنون باللہ میں یہ تشریح نہیں ہے کہ تم خداتعالی پر ایمان رکھتے ہو اب فرمایئے کہ اگر صحابہ کبار کی یہ صفات اور ان کے ساتھ یہ مخاطبات نہیں ہیں تو وہ کون لوگ وقت نزول اس آیت کے حاضر تھے جن سے یہ خطاب فرمایا کہ "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" یعنی تم بہترین امت ہو چن لئے گئے ہو واسطے آدمیوں کے اور وہ کون آمرین بالمعروف حضرات موجود تھے کہ جن کے ساتھ مخاطبہ کر کے یہ تعریف کی گئی کہ "تامرون بالمعروف" یعنی تم حکم کرتے ہو نیک باتوں کا وہ کون ابرار اور اتقیا "ناھی عن المنکر" تھی جن سے خطاب کر کے یہ توصیف کی گئی کہ تنھون عن المنکر یعنی روکتے ہو لوگوں کو بری باتوں سے وہ کون مقدسین واصفیا مومن باللہ تھے جن کی حق تعالی تعریف فرما کر ان کے ایمان کی تصدیق فرماتا ہے کہ "تؤمنون باللہ" یعنی ایمان رکھتے ہو تم اللہ پر گو کہ اس آیت میں صیغہ مخاطب اور وہ بھی جمع کی بالتصریح والتوضیح دال ہیں کہ مخاطب صحابہ کرام ہیں اور انہیں کے یہ اوصاف عظام ہیں کیوں کہ کوئی جماعت ائمہ کی اس وقت میں نہ تھی کہ جن کے ساتھ یہ خطاب اور ان پر یہ صفات صادق ہوں نہیں بلکہ اصول حضرات شیعہ پر کسی زمانہ میں یہ" صفتیں یعنی "امر بالمعروف" اور "نھی عن المنکر" ائمہ پر صادق نہیں آسکتیں ورنہ

صفتیں تقیہ کی ان کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتیں وہ تو ہمیشہ معاذ اللہ اپنا دین چھپاتے تھے اور اپنے تبعین کو یہ تلقین کرتے تھے کہ تم ایسے دین کے ہو جو کوئی چھپائے گا عزیز رکھے گا اس کو اللہ اور جو کوئی ظاہر کریگا ذلیل کرے گا اس کو اللہ جیسا کہ کلینی نے روایت کیا ہے "انکم علی دین من کتمه اعزه الله و من اذاعه اذله الله" مگر ہم تفاسیر حضرات اہل تشیع کی طرف توجہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ مفسرین شیعہ اس آیت کی نسبت کیا کہتے ہیں اور اس مخاطبہ کو کن لوگوں کی طرف بتاتے ہیں اور ان اوصاف کو کن حضرات میں جمع فرماتے ہیں اور بہترین امت ہونے کو کس جماعت کے تسلیم کرتے ہیں صاحب تفسیر مجمع البیان تحت آیہ کریمہ "کنتم خیر امة" کے فرماتے ہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے امر۔ نہی کا ذکر فرمایا بعد اس کے ان لوگوں کا بیان کیا کہ جو عمدہ باتوں کا حکم کرتے تھے اور بری باتوں سے روکتے تھے اور اس واسطے ان لوگوں کی تعریف فرمائی تاکہ اور آدمی ان کا اتباع اور اقتدا کریں اور یہی وجہ ہے کہ انہیں سے خطاب کر کے فرمایا کہ تم بہترین امت ہو بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد مہاجرین ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ خطاب کل صحابہ سے ہے لیکن اور امت بھی مشترک ہے اور "کنتم خیر امة" اللہ جل جلالہ نے اس واسطے فرمایا کہ بیشک ایسا ہی ہوگا اور اس کے واقع ہونے میں کوئی شبہ اور شک نہ ہوگا اور صحابہ جیسے بہتر ہیں ویسے ہی رہیں گے اور اس کی مثال یہ ہیں کہ خدا اپنی نسبت فرماتا ہے "و کان الله غفورا رحیما" تو کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تھا مہربان اور اب نہیں ہے یا آئندہ نہ رہے گا عبارت اس کی ایک مقام کی یہ ہے "لما تقدم ذکر الامر و النهی عقبه معالی بذکر من تصدی للقیام بذلك مدحهم ترغیبا فی الاقتداء بهم فقال کنتم خیر امت اخرجت للناس قیل فیه اقوال احدها ان معناه انتم خیر امت" اور ایک مقام کی یہ ہے "واختلف فی المعنی بالخطاب فقیل هم المهاجرون خاصة

وقیل ھو خطاب للصحابة ولکنه یعم سائر الامة" اور ایک مقام کی یہ ہے
"ورابعھا ان کان مزیدة دخولھا کخروجھا الا انھا تاکیدا بوقوع الامر لا
محالة لانه بمنزلة ما قد کان فی الحقیقة فھی بمنزلة قوله تعالی واذکروا اذ
انتم قلیل وفی موضع اخر اذ کنتم قلیلا فکثرکم ونظره قوله تعالی وکان
الله غفورا رحیما لان مغفرة المسابقة کالماضیة فی تحقق الوقوع" یعنی
صاحب مجمع البیان فرماتے ہیں کہ آیت "کنتم خیر امة" میں بعض کہتے ہیں کہ خطاب اللہ کا
مہاجرین سے ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ کل صحابہ سے اور اللہ نے ان سے اس واسطے
خطاب کر کے ان کی یوں تعریف فرمائی کہ تم بہترین امت ہو تاکہ اور لوگ ان کی پیروی کریں
اوران کی راہ پر چلیں جیسا کہ الفاظ تفسیر کے "مدحھم ترغیبا فی الاقتداء لھم" ظاہر
کرتے ہیں اور پھر وہی صاحب مجمع البیان اس شبہ فاسد اور وہم کاسد کو بھی دفع کرتے ہیں کہ
جس کو اہل تشیع ہر وقت اور ہر ساعت اپنی زبانوں پر جاری رکھتے ہیں اور سلف سے خلف تک
کتابوں میں لکھتے چلے آتے ہیں کہ صحابہ کرام اور ان کے متبعین عظام سوائے دو چار کے دین
سے کلیۃً مرتد ہو گئے اور اللہ کے دین سے پھر گئے کہ "کنتم خیر امة" سے کوئی یہ نہ
سمجھے کہ صحابہ اسی وقت میں بہترین امت تھے جس وقت کہ اس آیت میں مخاطب کئے گئے
تھے نہیں بلکہ وہ ہمیشہ بہترین امت رہے جیسا کہ اللہ تعالی اپنی صفت اسی لفظ کان سے
بیان فرماتا ہے "وکان الله غفورا رحیما" اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ پہلے تھا
مہربان اب نہیں ہے یا آئندہ نہ رہے گا پس جیسا کہ اللہ تعالی کی صفت دائمہ و قدیمہ ہے
اسی طرح صحابہ کی یہ صفت مستمرہ ہے۔

کہاں ہیں حضرات شیعہ جو اس آیت قرآن کو دیکھیں اور کدھر ہیں بزرگوار امامیہ جو

اس عبارت مجمع البیان پر نظر کریں اور ذرا اپنے دل میں انصاف فرمائیں کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں بہترین امت فرمائے اور صاحب مجمع البیان ان کے بہترین امت ہونے کو دوانا دوسری آیت سے ثابت فرمائیں وہ حضرات کے یہاں بدترین امت قرار دئے جائیں حضرات شیعہ زرارہ کو جس کو ائمہ علیہم السلام بدتر یہود و نصاریٰ سے بتائیں اور شر من الیھود والنصاری فرمائیں اپنا مقتدا و پیشوا بنائیں اور آثار نبوت کے روشن کرنے والوں اور رسالت کے چمکانے والوں میں داخل فرمائیں اور صحابہ کرام کہ جن کو اللہ تعالیٰ خیر امة ارشاد فرمائے وہ حضرات کے یہاں شر امت قرار دئے جائیں اور نبوت کو مٹانے والے اور رسالت کے دفع کرنے والے بتائے جائیں سبحان اللہ اسی کا نام اسلام ہے اور یہی ایمان ہے۔

گر مسلمانی ہمین است کہ شیعہ دارند آہ گر از پئے امروز بود فردائے

جن مقدسین کی نسبت اللہ تعالیٰ فرمائے کہ تم منتخب کر لئے گئے ہو نیک باتوں کا حکم کرتے ہو ان کی نسبت جناب مخاطب اور ان کے اکابر فرماتے ہیں کہ وہ خدا کے حکم یعنی متعہ وغیرہ کو رد کر دیتے تھے افسوس ہے تمہارے حال پر اے قوم شیعہ اور حسرت ہے تمہارے مآل پر اے حضرات امامیہ کہ جن لوگوں کو تم نے منتخب کیا ہے مثل زرارہ اور ابو بصیر اور ابو الجارود وغیرہم کے وہ تو نبوت کا چمکا دیں اور رسالت کو روشن کریں باوصف اس بات کے کہ ائمہ علیہم السلام ہزار مرتبہ ان پر کفر کا اطلاق کریں اور لاکھ مرتبہ لعنت فرمائیں اور جن کو اللہ نے منتخب کیا ہے وہ خدا کے دین کو مٹائیں اور نور رسالت کو بجھائیں جن نفوس قدسیہ سے اللہ تعالیٰ فرمائے کہ تم لوگوں کو بری باتوں سے روکتے ہو اور منہیات شرعیہ سے باز رکھتے ہو ان کی نسبت حضرت مجیب اور ان کے مقتدا فرماتے ہیں کہ وہ تو عمدہ اور اچھی باتوں یعنی متعہ وغیرہ سے روکتے تھے سچ ہے متعہ کیوں نہ اچھا ہوگا کہ جس کے جماع کی وقت فرشتہ آسمان پر سے واسطے چوکیداری کے دوڑتے

چلے آتے ہیں جن بزرگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ فرمائے کہ تم سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو ان کو حضرات نعوذباللہ مرتد قرار دیں اور معاذاللہ کافر بتائیں ملازمان والا اپنے امام اعظم کے جواب کو کہ جناب مرتضیٰ نے متعہ کے حرام ہونے کو تقیہ سے کہہ دیا تھا ملاحظہ کیجئے اور ذرا حیا و شرم کو پیش نظر رکھ کر اس جواب میں غور فرمائیے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ بہترین امت فرمائے اور جن کو تمام امت سے منتخب کرے اور جن کو آمرین بالمعروف کے ساتھ ملقب کرے اور جن کو ناھین عن المنکر بتائے اور جن کو مؤمنین باللہ ارشاد کرے ان سے جناب مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ اپنا مذہب مخفی کریں اپنا مشرب پوشیدہ کریں اپنا مسلک چھپائیں جناب والا وہ کون مذہب اور مشرب اور مسلک تھا جو ان بزرگوں سے چھپایا جاتا تھا میں اس آیت کو اسی پر ختم کرتا ہوں اور دوسری آیت کو لکھتا ہوں۔

دوسری آیت

گیارہویں پارہ سورہ برات میں

"السابقون الاولون من المهاجرين و الانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضو عنه و اعدلهم جنات تجرى من تحتها الانهر خالدين فيها ابدا"

یعنی جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیچھے آئے نیکی سے اللہ راضی ان سے اور وہ راضی اللہ سے اور تیار کی ہیں واسطے ان کے جنتیں کہ نیچے بہتی ہیں ان کے نہریں رہا کریں وہ جنتوں میں ہمیشہ۔ اس آیت میں حق سبحانہ تعالیٰ مہاجرین اور انصار کی تعریف اس حد تک بیان کرتا ہے کہ جس سے ان کا جنتی ہونا قطعی اور یقینی

ثابت ہوتا ہے السابقون الاولون من المهاجرين و الانصار میں ہجرت کرنے والوں اوران کی مدد کرنے والوں کا ذکر ہے یعنی جولوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنے والے اور والذی اتبعوهم باحسان میں مہاجرین اور انصار کی پیروی کرنے والوں کا بیان ہے یعنی جن لوگوں نے مہاجرین اور انصار کے ساتھ نیکی کی پیروی کی اور رضی الله عنهم میں اللہ تعالی نے تینوں گروہوں سے اپنی رضامندی ظاہر کی یعنی راضی ہوگیا اللہ مہاجرین اور انصار اوران کی راہ پر چلنے والوں سے اور رضو عنه میں تینوں جماعتوں کی خوشنودی اپنی ذات مقدسہ سے بیان کی یعنی مہاجرین اور انصار اوران کے طریقے پر چلنے والے اللہ سے راضی ہوگئے اعدلهم جنات تجری من تحتها الانهار میں فرمایا کہ جنتیں ان تینوں جماعتوں کے واسطے تیار کی گئی ہیں یعنی تیار کیا اللہ تعالی نے واسطے مہاجرین اور انصار اور ان کے متبعین کے لئے جنتوں کو کیسی جنتیں کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں اور خالدین فيها ابدا میں تینوں گروہوں کے ہمیشہ جنتوں میں رہنے کو ارشاد فرمایا یعنی مہاجرین اور انصار اوران کے متبعین جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے اس آیت میں اللہ جل جلالہ مہاجرین اور انصار اور متبعین کی چار طرح سے صفت فرماتا ہے۔

اول اللہ کا ان سے راضی ہو جانا دوسرے ان کا اللہ سے رضامند رہنا تیسرے جنتوں کا ان کے واسطے تیار کیا جانا چوتھے ان کا جنتوں میں ہمیشہ عیش و آرام کرنا اسی عیش اور ارام کی نسبت فاضل کاشانی شیعی خلاصۃ المنہج میں اور صاحب تفسیر علوی اثناعشری تحت آیہ يا ايها الذين آمنوا اذكروا نعمت الله عليكم کے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں اللهم ان العيش عيش الاخرة فاغفر الانصار و المهاجرين یعنی اے اللہ تحقیق عیش عیش آخرت کا ہے پس بخش تو انصار اور مہاجرین کو اب فرمائیے کیا مہاجرین ان لوگوں کو نہیں کہتے ہیں کہ

جنہوں نے رسول کے ساتھ اپنی وطن یعنی مکہ کو چھوڑا اور کیا انصار کا ان لوگوں پر اطلاق نہیں ہے جنہوں نے رسول اللہ اور ان کے یاروں کی اعانت میں اپنے مال اور متاع کو صرف کیا کیا والذین اتبعونهم باحسان کا یہ مطلب نہیں ہے جن لوگوں نے اتباع مہاجرین اور انصار کا نیکی کے ساتھ کیا کیا رضی الله عنهم کا یہ ترجمہ نہیں ہے کہ خوش ہوگیا اللہ ان سے یعنی مہاجرین اور انصار اور ان کے مقلدین سے کیا رضوعنه کے یہ معنی نہیں ہیں کہ خوش ہوگئے وہ لوگ یعنی مہاجرین اور انصار اور ان کے تابعین اللہ جل جلالہ سے کیا واعدلهم جنات تجری من تحتها الانهار کا یہ مفاد نہیں ہے کہ مہاجرین اور انصار اور ان کے متبعین کے واسطے جنتیں تیار کی گئی ہیں اور کیا خالدین فیها ابدا میں یہ بیان نہیں ہے کہ مہاجرین اور انصار اور ان کے مقلدین جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے اگر نہیں ہے تو جناب مخاطب فرمائیں کہ مہاجرین کے کیا معنی ہیں اور انصار کا کیا ترجمہ ہے اور والذین اتبعوهم باحسان کی کیا تفسیر ہے اور رضی الله عنهم میں کس چیز کی تقریر ہے اور رضوعنه میں کس امر کی تصریح ہے و اعدلهم تجری من تحتها الانهار میں کس بات کی توضیح ہے اور خالدین فیها ابدا میں کس مطلب کی تلویح ہے اور اگر ہے تو اب ارشاد ہو کہ وہ چھوڑنے والے وطن کے رسول اللہ کے ساتھ میں اور مدد کرنے والے اللہ اور ان کے ساتھیوں کے کون لوگ تھے جن کو حق سبحانہ تعالیٰ نے چار صفتوں جموع متشابہ کے ساتھ بیان فرمایا پہلی سابقون دوسرے اولون تیسرے مہاجرین چوتھے انصار اور آپ کو امی سرجو کی قسم ہے سچ فرمایئے وہ پیروی کرنے والے مہاجرین اور انصار کے کون لوگ ہیں جن کو حق تعالیٰ جموع ثلاثہ کے ساتھ میں قصد فرماتا ہے پہلے الذین دوسرے اتبعو تیسرے هم آپ کو ہشام ابن الحکم خدا کے کھوکل بتانے والے کی قسم ہے انصاف سے فرمایئے وہ مہاجرین اور انصار خوش کرنے والے اللہ کے کون

حضرات ہے جن کی طرف حق تعالیٰ "رضی اللہ تعالی عنھم" میں ضمیر جمع کو پھیرتا ہے آپ کو صاحب الطاق کی قسم ہے صحیح کہیے وہ مہاجرین اور انصار خوش ہونے والے کون بزرگ ہیں فداے جن کی جانب حق تعالیٰ رضوعنہ میں ضمیر جمع کو راجع کرتا ہے آپ معلی القاب ابو الجارود کی قسم ہے سچ بتایئے وہ مہاجرین اور انصار موعود بالجنۃ کون اتقیا ہیں کہ جن کو حق تعالیٰ "اعدلھم جنات تجری من تحتھا الانھار" میں ضمیر جمع سے قصد فرماتا ہے آپ کو زرارہ کی قسم ہے ٹھیک بتایئے وہ مہاجرین اور انصار "خالدین فی الجنۃ" کون اصفیا ہیں کہ جن کو حق تعالیٰ خالدین فیھا ابدا میں صیغہ جمع سے ارادہ فرماتا ہے حضرت مجیب غیر مصیب ملاحظہ کریں اور خیال فرمائیں کہ گو آیت اولی کے تحت میں موافق آیت قرآن اور مطابق تفسیر مجمع البیان کے مہاجرین کا بہترین امت ہونا اور بالدوام افضل رہنا ثابت ہو چکا ہے اور وہم اہل تشیع کا کلیۃ باطل ہو چکا ہے مگر اس آیت میں تو حق تعالیٰ صاف وصریح بلفظ مہاجرین اور انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مکی اور احباب مدنی کا ذکر فرماتا ہے اور اپنی رضامندی کو صراحۃ بغیر کنایہ کے ان کی ذوات عالیہ کے ساتھ میں صیغہ ماضی دالہ علی الدوام سے متعلق فرمایا ہے اور ان کی رضامندی اور خوشنودی کو اپنی ذات سے بوضاحت تمام اور بصراحت مالاکلام صیغہ ماضی دالہ علی الاستمرار کے ساتھ ظاہر فرماتا ہے اس آیت میں مقتدایان شیعہ اور پیشوایان اثنا عشریہ ایک شبہ پیش کرتے ہیں اس پر بڑا غوغا مچاتے ہیں کہ بعض صحابہ کی ہجرت اور بعض انصار کی نصرت خالصا لوجه اللہ نہ تھی خصوصاً خلفائے ثلثہ کی ہجرت محض دنیا کے واسطے واقع ہوئی تھی لہذا ہر فرد مہاجرین کی ہجرت کے محمود ہ اور ہر شخص انصار کی نصرت کے عمدہ ہونے میں ایک ایک آیت بیان کرتا ہوں تاکہ جناب مخاطب اور ان کی قوم سے یہ شبہ بھی دفع ہو اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین کے مہاجرین سے

اخراج کی طرف خیال باطن اور وہم عاطل نہ مائل ہو "الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ" یعنی جو لوگ کہ نکالے گئے اپنے گھروں سے کوئی قصور نہیں تھا سوائے اس کے کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتے تھے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے نکالے گئے کوئی وجہ ان کے نکالے جانے کی نہ تھی سوائے اس کے کہ اللہ کو اپنا معبود مطلق اور خدائے برحق جانتے تھے بہر حال خلفائے راشدین کا مہاجرین میں داخل ہونا ظاہر ہے اور کل مہاجرین کا محمود خدا اور ممدوح کبریا ہونا ان آیات سے ثابت ہے "والذین تبؤ و الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم و لا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتو و یوثرون علی انفسھم و لو کان بھم خصاصۃ و من یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون" یعنی جو لوگ مہاجرین سے پہلے مدینہ منورہ میں رہتے تھے وہ چاہتے ہیں ان لوگوں کو جو ہجرت کر کے آئیں پاس ان کے اور جو کچھ مہاجرین کو دیا جاتا ہے اس کا کچھ خیال نہیں کرتے اور اس سے رنجیدہ نہیں ہوتے اگرچہ وہ خود بھی محتاج ہیں اور اپنی جانوں سے زیادہ مہاجرین کو چاہتے ہیں اور کچھ حرص و طمع نہیں رکھتے پس وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اگرچہ آیت اولی اور تفسیر طبرسی شیعی سے تمامی صحابہ کا بہتری امت ہونا اور آیت ثانیہ سے مہاجرین اور انصار اور ان کے متبعین سے خدائے تعالیٰ کا راضی ہونا اور ان کا خدائے تعالیٰ سے رضامند رہنا اور جنتوں میں ہمیشہ عیش و آرام کرنا تفصیلا اور تصریحا ثابت ہے اور ان دونوں آیتوں سے ہر فرد مہاجرین کی ہجرت کا اور ہر شخص انصار کی نصرت کا خالصاً لوجہ اللہ ہونا متحقق ہے مگر ہم خاصۃً جب کتب محدثین اہل تشیع کی طرف نگاہ کرتے ہیں اور احادیث ائمہ علیہم السلام کو دیکھتے ہیں تو ان میں صاف و صریح مہاجرین اور انصار خصوصا خلفائے راشدین کی تعریف اور توصیف پاتے ہیں اور ائمہ علیہم السلام ان کے برا کرنے والوں کو

مسلمانوں سے خارج بتاتے ہیں چنانچہ صاحب الفصول حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت امام باقر علیہ السلام ایک طرف ہو کر نکلے وہاں ایک جماعت بیٹھی تھی وہ لوگ خلفائے ثلاثہ کی عیب جوئی کرتے تھے آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اے لوگو کیا تم ان مہاجرین سے ہو کہ جو اللہ کے واسطے اپنے گھروں سے نکالے گئے اور خدا کی راہ میں جن کا مال لوٹا گیا اور جنہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مدد کی انہوں نے کہا کہ نہیں ہم ان میں سے نہیں ہیں آپ نے فرمایا پھر کیا ان لوگوں میں سے ہو کہ جنہوں نے دار ہجرت اور ایمان میں گھر بنایا تھا اور مہاجرین کو آرام دیا تھا انہوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا کہ خود تم بیزار ہوئے اور نہیں چاہتے کہ دونوں فریق میں سے ہو اور میں گواہی دیتا ہوں تم ان میں سے بھی نہیں جن کی نسبت خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ بعد ان مہاجرین اور انصار کے آئیں گے وہ ایسے مؤمن ہوں گے کہ یہ دعا کریں گے کہ اے اللہ ہماری اور ہمارے اگلے بھائیوں کو جو ہم سے ایمان میں سبقت لے گئے ہیں مغفرت کر اور ہمارے دل میں مسلمانوں کی طرف سے کینہ مت رکھ بیشک تو نرمی کرنے والا مہربان ہے عبارت اس کی یہ ہے "انه قال لجماعة خاضوا فی ابی بکر و عمر و عثمان الاتخبرونی انتم من المهاجرین الذین اخرجو من دیارهم و اموالهم یبتغون فضلا من الله و رضوانا و ینصرون الله و رسوله قالو الا قال فانتم من الذین تبوؤ الدار و الایمان من قبلهم یحبون من هاجر الیهم قالوا لا قال اما انتم فقد برئتم ان تکونوا احدمدین فریقین وانا اشهد انکم لستم من الذین قال الله تعالی و الذین جاء و امن بعدهم یقولون ربنا اغفرلنا و لاخواننا الذین سبقونا باالایمان و لاتجعل فی قلوبنا غلا الذین امنوا ربنا انك رؤف الرحیم

للہ اب بھی خلفائے کرام کی عیب جوئی سے باز آیئے ورنہ موافق گواہی امام باقر علیہ السلام کے اسلام اور ایمان سے ہاتھ اٹھایئے واے بر اسلام اس قوم کے کہ جن بزرگوں کو اللہ تعالیٰ فرمائے کہ میں ان سے راضی یہ مجھ سے راضی ان کو تو اللہ کے مغضوبون کو اللہ اور رد کرنے والوں حکم خدا میں داخل کریں اور جن پر ائمہ علیہم السلام لعنت فرمائیں اور یہود و نصاریٰ سے بدتر بتائیں ان کو نجبأ اللہ اور امنأ اللہ میں شامل کریں اب جناب مخاطب فرمائیں کہ جناب مرتضوی کرم اللہ وجہہ کیوں ان مہاجرین سے تقیہ کرتے تھے اور کیوں ان انصار سے اپنے دین کو مخفی کرتے تھے اور کس واسطے ان کے متبعین سے اپنے مذہب کو چھپاتے تھے جو آپ اور آپ کے امام اعظم نے فرمادیا کہ حضرت علی نے متعہ کے حرام ہونے کو تقیہ سے کہہ دیا اس آیت کو یہیں پر ختم کرتا ہوں اور تیسری آیت کو شروع کرتا ہوں۔

تیسری آیت

دسویں پارہ سورہ انفال میں

والذین آمنوا و ھاجروا و جاھدوا فی سبیل اللہ و الذین آووا و نصرو اولئک ھم المؤمنون حقا لھم مغفرۃ و رزق کریم یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور خدا کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں انہیں کے لئے مغفرت اور رزق باکرامت ہے اس مقام پر حق سبحانہ تعالیٰ مہاجرین کا اس طرح ذکر فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور گھر بار کو چھوڑ دیا حضرت کی معیت پر اور جہاد کیا اللہ کا کلمہ بلند کرنے پر وہی لوگ مومن ہیں اور واسطے انہیں کے بخشش ہے اور انصار کا تذکرہ اس طرح سے کرتا ہے کہ جن لوگوں نے جگہ دی مہاجرین کو اور

مدد کی رسول اللہ کی وہی لوگ سچا ایمان رکھتے ہیں اور انہیں کے واسطے بخشش ہے اس آیت میں بھی حق سبحانہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کا مجموع عشرہ کے ساتھ میں بیان فرمایا اور ان کی افعال وصفات کو مشرح ذکر فرماتا ہے اگرچہ نص اولیہ اور تفسیر طبرسیہ سے کل صحابہ کا بہتر ہونا اور افضل تمام امت سے بالدوام رہنا اور آیت ثانویہ اور حدیث باقریہ سے مہاجرین اور انصار اور ان کے مقلدین کبار کا قطعی جنتی اور یقینی بہشتی ہونا کما ینبغی محقق اور من جمیع الوجوہ متفق ہو چکا ہے لیکن ہم پھر واسطے تسکین حضرات شیعہ اور اطمینان اثنا عشریہ کی تفسیر مجمع البیان سے اس آیت کی تفسیر بجنسہ نقل کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرات اس کی نسبت کیا جواب دیتے ہیں مفسر موصوف فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں پھر مہاجرین اور انصار کا تذکرہ فرمایا اور ان کی ثنا وصفت بیان کی پس اللہ تعالیٰ کے اس قول "والذین امنوا و ھاجروا و جاھدوا فی سبیل اللّٰہ" کا یہ مطلب ہے کہ انہوں نے تصدیق کی اس کے رسول کی اور ہجرت کی اپنے گھروں سے یعنی مکہ سے مدینہ کو اور جہاد کیا خدا کے دین کی ترقی کے لئے اور "والذین اووا و نصرو" کے یہ معنی ہیں کہ جگہ دی مہاجرین کو اور مدد کی رسول کی اور اولئك ھم المؤمنون حقا" سے یہ مقصود ہے کہ وہی لوگ سچے مسلمان ہیں اس واسطے کہ انہوں نے اپنے ایمان کو ہجرت کر کے اور مدد دے کے ثابت کر دیا عبارت اس کی یہ ہے "ثم عاد سبحانہ الی ذکر المھاجرین و الانصار و مدحھم و الثناء علیھم فقال و الذی امنوا وھاجروا و جاھدوا فی سبیل اللّٰہ ای صدقوا اللّٰہ و رسولہ و ھاجروا من دیارھم و اوطانھم یعنی من مکۃ الی المدینۃ و جاھدوا مع ذلك فی اعلاء دین اللّٰہ و الذین او واونصروا ای ضموھم الیھم و نصروا النبی اولئك ھم المومنون حقا ای اولئك الذین حققوا ایمانھم بالھجرۃ و النصرۃ"

صاحب تفسیر مجمع البیان بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین ان لوگوں کو کہتے ہیں کہ جنہوں نے مکہ کو رسول اللہ کی معیت میں چھوڑ دیا اور مدینہ کو اپنا وطن بنالیا اور خدا کے دین کی ترقی کے واسطے جہاد کی اور انصار ان بزرگوں کو کہتے ہیں کہ جنہوں نے مہاجرین کو اپنے گھروں میں جگہ دی اور رسول اللہ کے دین کی مدد کی اور ان دونوں گروہوں نے اپنے ایمان کو ہجرت اور نصرت سے ثابت کر دیا دیکھئے اس آیت اور اس کی تفسیر سے مہاجرین اور انصار کا "مؤمنین باللہ" اور "مجاھدین فی سبیل اللہ لاعلاء دین اللہ" ہونا باحسن وجوہ ثابت ہو گیا اور خلفائے راشدین کا موافق حدیث باقری کے مہاجرین ممدوحین میں شامل ہونا اور اخیر تک افضل امت رہنا اور خاتمہ کا ایمان اور اسلام پر واقع ہونا باکمل وجوہ ظاہر ہو گیا اب ہم بالتخصیص مفسرین شیعہ سے خلفائے راشدین کا مہاجرین سے ہونا نقل کرتے ہیں خلاصۃ المنہج کاشانی میں لکھا ہے "روز بدر ہفتاد تن اسیر شدند و از جملہ ایشان عباس و عقیل بودند حضرت در باب ایشان با اصحاب مشاورہ کرد ابوبکر کہ از مہاجرین بود گفت یارسول اللہ اکابر و اصاغر این قوم اقارب و عشائر تو اند اگر ہر یک بقدر طاقت و استطاعت فدیہ بدہد باشد کہ زودی بدولت اسلام برسد" اس عبارت تفسیر کاشانی سے رسول اللہ کا اپنے اصحاب خصوصاً خلفائے راشدین سے مشورہ کرنا اور پھر ان کا مہاجرین سے ہونا اور اہل بدر میں معدود ہونا بخوبی معلوم ہوا اب جناب والا فرمائیں کہ جب مہاجرین کو اللہ تعالیٰ جابجا قطعی جنتی فرمائے اور ان کے واسطے مغفرت مقرر کرے تو کیا وہ لوگ کسی وقت میں خدا کے حکم کو رد کر سکتے ہیں اور اللہ کے دین سے منحرف ہو سکتے ہیں پس جب کہ ان بزرگوں کا "قائم علی دین اللہ" ہونا آیات قرآنی اور احادیث ائمہ اور تفاسیر شیعہ سے قائم ہو گیا تو پھر جناب مرتضوی نے کیوں کر متعہ کے حرام فرما دینے میں تقیہ کر لیا اور ان بزرگوں نے کس طرح خدا کے حکم کو رد کر دیا اس آیت کو یہیں پر چھوڑتا ہوں اور چوتھی آیت شروع کرتا ہوں۔

چوتھی آیت

چھبیسواں پارہ سورہ فتحنا

"لقد رضی الله عن المؤمنین اذیبایعوئك تحت الشجرة فعلم ما فی قلوبهم فانزل السکینة علیهم و اثابهم فتحا قریبا و مغانم کثیرة یاخذونها و کان الله عزیزا حکیما"

یعنی تحقیق اللہ راضی ہوگیا مومنین سے جب ہاتھ ملانے لگے تجھ سے اس درخت کے نیچے پس جان لیا جو کچھ ان کے دل میں تھا پھر اوتارا ان پر چین اور آرام اور انعام میں دی ان کو فتح نزدیک حضرات اہل تشیع عموماً اور جناب مخاطب خصوصاً ارشاد کریں اور کھل کر فرمائیں کہ کیا لفظ "لقد رضی الله عن المؤ منین" میں راضی ہوجانا خدا کا ان مومنین سے جنہوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی نہیں جانا جاتا اور کیا ان مومنین کی بیعت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیچے درخت کے "اذ یبایعونك تحت الشجرة" میں نہیں پایا جاتا اور کیا انہیں مومنین کی صفائی قلب "فعلم ما فی قلوبهم" سے نہیں معلوم ہوتی اور کیا ان میں مومنیں پر رحمت اور طمانیت خدائے تعالیٰ "فانزل السکینة علیهم" سے نہیں کبھی جاتی کیا انہیں مومنین کی تقدیر میں فتح قریب "و اثابهم فتحا قریبا" سے نہیں ظاہر ہوتی پھر اب فرمایئے وہ مومنین کون تھے کہ جن سے حق سبحانہ تعالیٰ راضی وخوش ہوگیا وہ بیعت کرنے والے کون بزرگ تھے کہ جنہوں نے رسول اللہ کے ہاتھ سے ہاتھ ملا دیا وہ کون نفوس قدسیہ تھے کہ جن کے قلوب کی صفائی کو عالم الغیب نے اپنے علم سے جانچ لیا وہ کون مقدسین اور ابرار تھے جن کے اوپر غفور رحیم نے اپنی رحمت اور طمانیت کو اتار دیا وہ کون مستحقین انعام

پروردگار تھے جن کے ساتھ پروردگار عالم نے وعدہ فتح کا کرلیا اگر صحابہ کرام سے خوش نہیں ہوا تو "رضی" صیغہ ماضی اور اس کا فاعل کیا ہوا اگر انہوں نے بیعت نہیں کی تو ضمیر "یبایعون" کہاں گئے اگر انہوں نے رسول اللہ کا ہاتھ نہیں پکڑ لیا تو کاف خطاب کا کدھر گیا اگر ان کے دلوں میں نفاق اور نقصان تھا تو "فعلم ما فی قلوبھم" میں کس کا بیان تھا اگر ان پر خدا کی رحمت اور طمانیت نازل نہیں ہوئی تو ضمیر علیھم کیا ہوئی اگر اوں کو مژدہ فتح نہیں دیا تو "فتحا قریبا" کے ساتھ کس سے حکم ہوا جناب مخاطب فرمائیں اور ان کے اقوام ارشاد کریں اگر صحابہ کبار مراد نہیں ہیں تو کون بزرگوار ہیں کن کی یہ تعریف کی جاتی ہے کن کی یہ توصیف فرمائی جاتی ہے کن لوگوں کی مدح میں یہ آیت اتاری گئی ہے کن کے وصف میں میں یہ نص نازل کی گئی آپ کچھ پیچ دل میں نہ لائیں اپنی مفسرین اور محدثین کی کتابوں میں کشف الغمہ اور تفسیر کاشانی کو ملاحظہ فرمائیں دیکھیے وہ کس راہ پر چلتے ہیں اور کن بزرگوں پر اس آیت کریمہ کو منطبق کرتے ہیں ہم اس مقام پر حدیث کشف الغمہ کو اس کے ترجمہ سے بعینہ نقل کرتے ہیں۔ "از جابر ابن عبد اللہ انصاری روایت است کہ ما دران روز ہزار و چہار صد کس بودیم دران روز زمن از حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم شنیدم کہ آن حضرت خطاب بحاضر انمود و فرمود کہ شما بہترین اہل روی زمین اید و ما ہمہ دران روز بیعت کردیم و کسی از اہل بیعت نکث نمود مگر قید ابن قیس کہ آن منافق بیعت خود را شکست" حضرت مخاطب خیال فرمائیں کہ صاحب کشف الغمہ حضرات بائعین تحت الشجرہ کا شمار چودہ سو کا کرتے ہیں اور ان بزرگوں کا بہترین روئے زمین ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں اور نہ فقط اس قدر بلکہ صراحۃ لکھتے ہیں کہ کسی نے اس بیعت سے انحراف نہیں کیا اور نہ کسی نے اس کو شکست کیا البتہ قید ابن قیس نے اس کو توڑ دیا کہ وہ نفس الامر میں منافق تھا دیکھیے کہ صاحب کشف الغمہ نے آیت "لقد رضی اللہ عن

المؤمنین" کو کس تکمیل کے ساتھ صحابہ کرام پر منطبق کیا اور کیسا ان کا بہترین روئے زمین ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور ان کی استقامت کو بیعت پر مادام الحیات بیان کیا اور قید ابن قیس منافق کو ان سے خارج کیا اسی روایت کشف الغمہ سے صاحب تقلیب المکاید کا کید عظیم اور مکر سقیم صاف کھل گیا اور ان پر کلیہ منقلب ہو گیا وہ لکھتے ہیں کہ بامین تحت شجرہ سے حضرت شیخین وغیرہما رضی اللہ تعالی عنهما و عنهم نے بیعت کو توڑ دیا اور اپنے آپ کو بوجہ نکث بیعت الرضوان سے خارج کر دیا چنانچہ عبارت ان کی یہ ہے کہ "امابودن ابوبکر وعمر در اہل بیعت رضوان پس فائدہ بحال شان نمی رساند زیرا کہ حق سبحانہ وتعالی می فرماید ان الذین یبایعونک این کلام معجز نظام دلالت می کند برین کہ بعضی اہل بیعت رضوان نکث بیعت خواہند کرد چنانچہ از ابوبکر وعمر و دیگران بظہور رسید" اب اس عبارت کی تقلیب کو "کہ بعضی اہل بیعت رضوان نکث بیعت خواہند کرد چنانچہ از ابوبکر وعمر و دیگران بظہور رسید" اس عبارت ترجمہ کشف الغمہ سے "کہ کسی از اہل بیعت نکث نہ نمود مگر قید ابن قیس کہ آن منافق بیعت خود را شکست" ملایئے اور دیکھئے کہ صاحب تقلیب کا قول روایت کشف الغمہ سے جھوٹا ہے یا سچا صحیح ہے یا غلط اب کہاں ہیں صاحب تقلیب المکاید اور ان کے اولیا اور کدھر ہیں ان کے متبعین حضرات امامیہ للہ ان سے اس قدر تو پوچھئے اور اتنا تو دریافت کیجئے اب بھی صاحب تقلیب کے قول پر اڑے رہیں گے یا کسی طرح ان کا پیچھا چھوڑیں گے سچ فرمایا اللہ جل جلالہ نے وسیعلم الذین ظلموا اے منقلب ینقلبون یعنی قریب ہے کہ جان لیں گے وہ لوگ کہ کس طرح پر ان کا ظلم کہ کیا ہے انہوں نے لوٹتا ہے ان پر ملازمان سامی کے سامنے ایک امر اور عرض کئے دیتے ہیں کہ گو آپ صاحب مصائب النواصب کو مقدمہ متعہ دوریہ میں غیر معتمد ٹھہرا چکے ہیں اور ان کو اس وجہ سے پایہ اجتہاد سے گرا چکے ہیں مگر پھر مذہب کا پاس آ ہی جاتا ہے اور ہم مشربی کا لحاظ پڑ

ہی جاتا ہے شاید آپ ان کے قدم پر قدم رکھنے لگیں اور ان کی تقلید کر کے یہ فرمانے لگیں کہ بیعت صحابہ کرام کی ضرور ہوئی رحمت خدا کی بیشک ان پر نازل ہوئی رضامندی ان سے خدا کی بچی جانچ اللہ تعالی کی پکی مگر ان سے اور افعال قبیحہ وقوع میں آ گئے اور خلافت غصب کر گئے اس لئے مغضوب خدا ہو گئے جیسا کہ مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ "مدلول آیت عند التحقیق رضای حق تعالی است از آن فعل خاص کہ بیعت است و کسی منکر این نیست کہ بعضی از افعال حسنہ مرضیہ از ایشان واقع است سخن در این است کہ بعضی افعال قبیحہ از ایشان بوجود آمدہ کہ مخالف آن عہد و بیعت است چنانکہ در امر خلافت" جناب والا اگر قول شہید ثالث کا سچا ٹھہرے تو قطع نظر اس کے کہ رضامندی خدا طاق میں رکھی رہے گی اور بیعت رسول علیحدہ پڑی رہے گی خدا کی جانچ جھوٹی ہو جائے گی اور طمانیت اس کی بیکار جائیں گی تفاسیر شیعہ جھوٹے ٹھہرتے ہیں تفسیر کاشانی کو ملاحظہ کیجئے کاشانی نے خلاصۃ المنہج چھبیسویں پارہ سورہ فتحا آیت کریمہ "و من یطع اللہ و رسولہ یدخلہ جنات تجری من تحتھا الانھار"[1] کے تحت میں لکھا ہے کہ "ہرگاہ رسول مقبول از مدینہ متوجہ مکہ شد در حدیبیہ رسید و ناقہ از رفتن بایستاد آن حضرت صلوۃ اللہ علیہ وسلم عثمان را نزد ابو سفیان و اشراف قریش فرستاد چون نزدیک مکہ رسید ابان ابن سعد بعد ملاقات نمود از اسپ خود فرود آمد و عثمان را سوار کردہ خود در عقب او نشستہ بمکہ رفتند و عثمان پیغام مذکورہ بایشان رسانید ایشان گفتند کہ ما محمد را نگذاریم کہ در مکہ در آید اگر تو خواہی طواف کن و باز گرد او گفت کہ پیش از رسول صلی اللہ علیہ وسلم طواف نکنم و چون خواست باز گردد مانع شدند و دیر امحبوس کردند آوازہ قتل او در حدیبیہ شایع شد حضرت صلوۃ اللہ علیہ اصحاب را زیر درخت سمرہ جمع کردہ با ایشان

---

[1] ترجمہ:- جو لوگ اللہ و اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں انہیں ان باغات میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں

تجدید بیعت کرد کہ با قریش قتال کنند واز حرب روگردان نشوند شہید شوند یا فتح نماید ہمہ باین وجہ بیعت کردند مگر ابن قیس وایشان بقول اصح یک ہزار و پانصد وبست وپنج نفر بودند حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ شما بہترین اہل زمین اند از جابر مروی است فرمود بدوزخ نرود یک کس از مومنان کہ در زیر شجرہ بیعت کردند واین بیعت رابیت الرضوان نام نہادند بجہت آنکہ حق تعالی در حق ایشان فرمود عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ خلاصہ یہ کہ صاحب تفسیر خلاصۃ المنہج فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام حدیبیہ میں پہونچے اور اونٹنی کھڑی ہو رہی آپ نے حضرت عثمان کو اشراف قریش کے پاس بھیجا وہ لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے مانع ہوئے مگر حضرت عثمان کو اجازت دی کہ تم کعبۃ اللہ کا طواف کرلو آپ نے فرمایا کہ میں ہرگز کعبہ کا طواف بغیر رسول خدا کے نہ کروں گا پھر حضرت عثمان نے لوٹنے کا قصد کیا کفار نے ان کو محبوس کرلیا اور رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم کے پاس نہ آنے دیا مقام حدیبیہ میں آپ کے قتل کی خبر مشہور ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت سمرہ کے نیچے کل اصحاب موجودہ سے بیعت قتال پر لی سب نے کی مگر قید نے تخلف بیعت سے کیا اس وقت اصح قول پر پندرہ سو پچیس صحابی تھے آپ نے سب اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم بہترین اہل زمین ہو اور یہ بھی فرمایا کہ جن لوگوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی ان میں سے کوئی شخص دوزخ میں نہ جائے گا اور اس بیعت کو بیعت الرضوان کہتے ہیں اس واسطے کہ ان لوگوں کے حق میں فرمایا "لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ" اس عبارت تفسیر کاشانی سے چند فائدہ حاصل ہوئے اول یہ کہ حضرت عثمان کو کس درجہ ادب رسول خدا کا ملحوظ خاطر تھا کہ طواف کعبہ باوجود اصرار قریش بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ کیا دوسرے یہ جمیع صحابہ کرام نے بے تکلف برضائے قلب بیعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان نثار

کرنے پر اختیار کرلیا صرف قیدابن قیس نے کہ وہ موافق ترجمہ کشف الغمہ کے نفس الامر میں منافق تھا تخلف کیا تیسرے یہ کہ بائعین تحت شجرہ کہ جن کا تخمینہ پندرہ سو پچیس کا ہوتا ہے بہترین اہل زمین تھی چوتھے یہ کہ وہ سب یقینی بہشتی تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نسبت فرمادیا کہ ان لوگوں میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے گا بہرحال جب کہ صحابہ کرام بائعین تحت شجرہ خصوصاً خلفائے عظام کا نکث بیعت نہ کرنا بلکہ ان کا قطعی جنتی ہونا بخوبی تحقق ہوگیا تو قول قاضی نور اللہ شوستری صاحب مجالس المومنین کا کہ " بعضی افعال قبیحہ از ایشان بوجود آمدہ کہ مخالف آن عہد وبیعت است چنانکہ درامر خلافت " محض لغو وبیہودہ ہوگیا الغرض ہم کو مانحن فیہ میں اس رد وتردید سے بحث نہیں مقصود یہ ہے کہ جیسا کہ قرآن مجید وفرقان حمید سے صحابہ کرام خصوصاً خلفائے عظام کا قطعی جنتی ہونا پایا جاتا ہے ویسا ہی کتب شیعہ سے بھی سمجھا جاتا ہے وہو المقصود اب ہم جناب مخاطب سے پوچھتے ہیں کہ جب آیت کنتم خیر امۃ میں صحابہ رسول اللہ کا بہترین امت ہونا اور لوگوں کو نیک باتوں پر حکم کرنا اور آدمیوں کو بری باتوں سے باز رکھنا اور خدا پر بالقلب ایمان رکھنا اور آیت والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار میں مہاجرین اور انصار سے خدائے تعالی کا راضی ہونا اور ان کو حق سبحانہ تعالی سے رضا مندر ہنا اور ان کے واسطے جنتوں کا تیار کیا جانا اور ان کا جنتوں میں ہمیشہ عیش وآرام کرنا اور آیہ "والذین آمنوا و ھاجروا و جاھدوا فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا" میں مہاجرین اور انصار کا مومن باللہ ہونا اور ان کے واسطے خدائے تعالی کا وعدہ مغفرت قطعی کرنا اور آیہ "لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ" میں مبائعین تحت شجرہ سے خدائے تعالی کا خوش ہونا اور ان کا رسول اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور خدائے تعالی کا ان کی صفائی قلوب کو معلوم کرلینا اور ان پر اللہ کی طمانیت نازل ہونا

اور خدائے تعالیٰ کا ان سے وعدہ فتح کر لینا کما ینبغی مشرح ہے اور تفسیر مجمع البیان شیعہ اور ترجمہ کشف الغمہ اور فصول اثنا عشری اور تفسیر کاشانی میں جمیع امور مذکرہ بالا بخوبی مصرح ہیں پس ایسے بزرگوں کی نسبت یہ اعتقاد خبیث رکھنا کہ وہ بدترین امت تھے بری باتوں کا حکم کرتے تھے اور نیک باتوں سے باز رکھتے تھے خدا پر ایمان نہ رکھتے تھے خدا کے پسندیدہ نہ تھی خدا کو راضی کرنے والے نہ تھے جنتوں کے مستحق نہ تھے خلود فی الجنة کے لائق نہ تھے بیعت رسول اللہ توڑ دیتے تھے خدا کے علم میں عمدہ نہ تھے رحمت اور طمانیت خدا کے قابل نہ تھی اس وجہ سے حضرت علی ان سے اپنا دین چھپاتے تھے اپنا مذہب مخفی کرتے تھے اپنا مشرب پوشیدہ رکھتے تھے ضروریات دنیا میں ان کے خوف سے خلاف خدا اور رسول کے کہہ دیا کرتے تھے امور مشروعہ میں مخالف رسول کے موافق خلفاء کے فرما دیا کرتے تھے اپنے دین کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے اپنے مذہب کا وعظ علی الاعلان نہیں کہہ سکتے تھے اپنے مسلک کی کھل کر لوگوں کو تلقین نہیں کر سکتے تھے یہی وجہ ہے کہ متعہ کے حرام ہونے کو لوگوں سے موافق خلیفہ ثانی کے از راہ تقیہ کے کہہ دیا کرتے تھے بلکہ بعض اوقات میں متعہ کے حلال کہنے والوں کو بظاہر زجر و توبیخ کرتے تھے اور عیاش فرمانے لگتے تھے خلفا کے سامنے نہ خدا کا پاس کرتے تھے نہ رسول کا لحاظ رکھتے تھے ہر وقت انہیں سے ڈرتے رہتے تھے اور ہر ساعت انہیں کا دباؤ مانتے تھے کتنا بڑا کفر صریح اور کیسا ارتداد قبیح ہے اب آپ کو ہشام ابن الحکم اور ہشام ابن سالم اور میثمی اور جوالیقی اور صاحب الطاق خدا کے کھوکل اور جسم حقیقی بتانے والوں کے عقیدہ کی قسم ہے اور زرارہ ائمہ کے لعنت کیے گئے کی ایمان کی قسم ہے اور ابو ابصیر امام جعفر صادق کو دنیا پرست جاننے والے فہم کی قسم ہے اور سرحوب کے آنکھوں کی قسم ہے جس طرح ہم نے صحابہ رسول رب العالمین خصوصاً خلفائے راشدین کا بہترین امت اور "آمرین بالمعروف و ناهین عن المنكر اور مؤمنين بالله اور

مرضیہ اللہ اور راضین عن اللہ اور خالدین فی الجنۃ اور بایعین تحت شجرۃ" آیات کلام الہی سے صراحۃ ثابت کیا ہے اسی طرح آپ بھی معاذ اللہ ان کا کافر اور مرتد اور مخلد فی النار اور ناکثین بیعت اور آمر بالمنکر اور ناہی عن المعروف اور مغضوب من اللہ اور منافق باللہ ہونا صرف دو ایک آیتوں قرآن سے ثابت کیجئے ورنہ برائی خدا اپنے منھ کو ان بزرگوں کی بدگوئی سے بند کیجئے اور اپنی عاقبت کو خراب نہ ہونے دیجئے و ما علینا الا البلاغ اب جناب مخاطب اپنے امام اعظم کے جواب میں کہ یہ روایت حرمت متعہ کی وارد ہوئی ہے مقام تقیہ میں غور تو کریں آیا کوئی عاقل ایسی بات منھ سے نکال سکتا ہے اور جناب مرتضوی کی روایت کو کہ حرام کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت گدھوں اہلی اور نکاح متعہ کا محمول ان کے خوف اور خشیت پر کر کے اس کو جھوٹا سمجھ سکتا ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہم اس کو موضوع اور دروغ جانتے ہیں ملا زمان والا آپ کو اور آپ کے امام اعظم کو ایسا کہہ دینا بجا و سزا ہے کسی مسلمان ایماندار کو تو نازیبا ہے اب ہم کلام الہی سے قطع نظر کرتے ہیں حدیث کلینی اور نص جعفری کو لکھتے ہیں۔

حدیث کلینی و نص جعفری

کلینی نے باب "من یجب علیه الجهاد و من لا یجب" میں روایت کیا ہے "عن علی ابن ابراهیم عن ابیه عن بکیر ابن صالح عن انفسهم بن یزید عن ابی عمر الزبیری عن ابی عبد الله قال قلت اجزنی عن الدعاء الی الله و الجهاد فی سبیله اهو بقوم لایحل الابهم و لا بقوم الا من کان منهم ام هو مباح بکل

من وحد الله عزوجل و امن رسول الله صلى الله عليه و اله و من كان كذا فله ان يدعوا الى الله عزو جل و الى طاعة و ان يجاهد في سبيله فقال ذلك لا يحل لهم الاهم و لا بقوم بذلك الا من كان منهم قلب من اولئك قال من قام بشرائط الله عزوجل في القتال و الجهاد على المجاهدين فهو الماذون له في الدعاء الى الله عزوجل و من لم يكن قائما بشرائط الله في الجهاد على المجاهدين فليس يماذون له في الجهاد و لاالدعاء الى الله حتى يحكم الله في نفسه ما اخذ الله عليه من الشرائط الجهاد قلت فيهن بي يرحمك الله قال ان الله تبارك و تعالى اخر في كتابه لدعاء اليه وصف الدعاه اليه فجعل ذلك لهم درجات لعرف بعضنا و يستدل بعضنا على بعض فاجر انه تبارك و تعالى اول من دعى الى نفسه فدعى الى طاعته و تبارع امره فبدأ بنفسه فقال والله يدعوا الى دار السلام و يهدى من يشاء الى صراط مستقيم بقرلى برسوله فقال ادع الى سبيل بربك بالحكمة و الموعظة الحسنة و جادلهم بالتي هي احسن يعنى بالقران و لم يكن داعيا الى الله عزوجل من خالف امر الله و يدعوا اليه بغير ما امرنى كتابه و الذين امر لايدعى الايه و قال في نبيه صلى الله عليه واله و انك لتهدى الى صراط مستقيم لقول يدعوا ثم ثلث بالدعاء اليه بكتابه ايضاً فقال ان هذا القران يهدى للتي هى اقوم اى يدعوا يبشر المؤمنين ثم ذكر من اذن في الدعاء بعده و بعد رسوله في كتابه فقال و لتكن امة يدعون الى الخير و

يـامرون بـالمعروف و ينهون عن المنكر و اولئك هم المفلحون ثم اجز عن هـذه الامة وممن بنى وافها من ذرية ابراهيم و من ذرية اسماعيل من مكان الحرم ممن لم يعبد و اعز الله قط الذين وجبت لهم الدعوة دعوة ابراهيم و اسـماعيل مـن اهـل المسجد الذين اجز عنهم فى كتابه انهم اذهب عنهم الـرجس و طهرهم تطهيرا الذين وصفنا هم قبل هذا فى صفته امة ابرهيم الـذيـن عـنا هم الله تبارك و تعالى فى قوله ادعو الى الله على بصيره انا و من ابتـغى يعنى اول من ابتغه على الايمان به و التصديق له و بماجاء به من عند الله عز وجل من الامة التى لقنت فيها و منها و اليها قبل الحق من لـم يشرك بـالله قط و لم يئس ايمانه بظلم و هو الشرك ثم ذكر اتباع نبيه صلى الله عـليـه و الـه وسـلـم و اتبـاع هـذه الامة التـى وصفها فى بالامر بالمعروف و النهى عن المنكر جعلها داعية اليه و ان له فى الدعاء اليه فقال يـا ايها النبى حسبك الله و من اتبعك من المؤمنين ثم وصف اتباع نبيه من الـمؤمنيـن فقال عز وجل محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحمـاء بيـنهم تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله و رضوانا سيماهم فـى وجـوههم من اثر السجود ذلك مثلهم فى التوراة و مثلهم فى الانجيل و قـال يـوم لا يـخزى الله النبى و الذين امنوا معه نورهم يسعى بينا ايديهم و بـايمانهم يقولون ربنا اتمم لنا نورناو اغفرلنا انك على كل شى قدير يعنى لـوليك المؤمنون فقال قد افلح المؤمنون ثم اجلا هم وصفهم كيلا يطمع فى

اللحاق بهم الا من كان منهم فقال في ما حلاهم و وصفهم الذين هم في صلوتهم خاشعون والذين هم عن اللغو معرضون الى قوله تعالى اولئك هم الوارثون الذين يرثون الفردوس هم فيها خالدون ثم حلا هم ووصفهم كيلا يطمع في اللحاق بهم الامن كان منهم فقال في ما حلاتهم به و وصفهم و قال في وصفهم و حليتهم ايضاً الذين لايدعون مع الله الها اخر ثم اجزانه اشترى من هولاء المؤمنين و من كان على مثل صفتهم انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة يقاتلون في سبيل الله فيقتلون و يقتلون وعداً عليه حقا في التورلة و الانجيل و القران ثم ذكر وفاهم له بعهده و مبايعته فقال و من اوفى بعهده من الله و استبشروا ببيعكم الذى بايعتم به وذلك هو الفوز العظيم فلما نزل هذه الايه ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم اموالهم بان لهم الجنة قام رجل الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال يانبى الله ارتبك الرجل باخذ فيقاتل حتى يقتل الا انه يقترف من هذه المحارم الاشهيد هو فانزل الله عزوجل التائبون العابدون الحامدون السائحون الراكعون السجدون الامرون بالمعروف و الناهون عن المنكر و الحافظون لحدود الله و بشر المؤمنين ففسر النبى صلى الله عليه وسلم المجاهدين من المؤمين الذين هذه صفتهم و حليتهم بالشهادة و الحبة و قال التائبون من الذنوب العابدون الذين لا يعبدون الا الله و لا يشكرون به شيئا الحامدون الذين يحمدون الله على كل حال في الشدة و الرخاء السائحون و هم الصائمون

الراكعون الساجدون الذين يواظبون على الصلوة الخمس الحافظون لها
و المحافظون عليها بركوعها و سجودها و فى الخشوع فيها و فى اوقاتها
الامرون بالمعروف بعد ذلك و العاملون به و يناهون عن المنكر و لتنهون
عنه قال فبشر من قتل و هو قائم بهذه الشروط بالشهادة و الجنة ثم اجز
تبارك و تعالى انه لم يامر بالقتال الااصحاب هذا الشروط فقال عز و جل
اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا و ان الله على نصر هم بقدير الذين
اخرجوا من ديارهم بغير حق الا ان يقولوا ربنا الله و ذلك ان جميع ما
بين السماء و الارض لله عزوجل و لرسوله و لاتباعه من المؤمنين من اهل
هذه الصفة فيما كان من الدنيا فى ايدى المشركين و الكفار و الظلمة
والعجاز من اهل الخلافت لرسول الله صلى الله عليه وسلم و المولى عن
طاعتها مما كان فى ايديهم ظلموا فيه المؤمنين من اهل هذه الصفات
وغلبوهم عليه ما افاء الله على رسوله فهو حقهم لقاء الله عليهم رده اليهم و
انما معنى الفئ كلما صار الى المشركين ثم رجع مما قد كان عليه اوقيه فما
رجع الى مكانه من قول او فعل فقد فاء مثل قول الله عز وجل فان فاءو
فان الله غفور رحيم اى رجعوا ثم قال و ان عرض الطلاق فان الله سميع
عليم و قال ان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فاصلحوا بينهما فان بغث
احداهما على الاخرى فقاتلوا التى تبتغى حتى تفى الى امر الله اى يرجع
فان فائت اى رجعت فاصلحوا بينهما با لعدل و اقسطوا ان الله يحب

المقسطين يعنى بقوله نفى ترجع فذلك الدليل على ان الفئ كل راجع الى مكان قد كان عليه اوفيه و يقال للشمس اذا زالت قدفائت الشمس حين تفى الفى عند رجوع الشمس الى زوالها و كذلك ما افاء الله على المؤمنين من الكفار فانما هى حقوق المؤمنين رجعت اليهم بعد ظلمهم اياهم فذلك قوله اذن الذين يقاتلون بانهم ظلموا ما كان المؤمنون احق به منهم و انما اذن المؤمنين الذين قاموا بشرائط الايمان التى وصفناها و ذلك انه لايكون ماذوناله فى القتال حتى يكون مظلوما ولايكون مظلوما حتى يكون مؤمنا و لايكون مؤمنا حتى يكون قائما بشرائط الايمان التى شرط الله عز جل على المؤمنين و المجاهدين فاذاتكاملت فيه شرائط الله عزجل كان مؤمنا و اذا كان مؤمنا كان مظلوما و اذا كان مظلوما كان ماذونا فى الجهاد بقوله عز وجل اذن الذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم لقدير و ان لم يكن مستكلملا بشرائط الايمان فهو ظالم ممن يبغى و يجب جهاده حتى يتوب و ليس مثله ماذونا فى الجهاد و الدعاء الى الله عز وجل لانه ليس من المؤمنين المظلومين الذين اذن لهم فى القتال فلما نزلت هذه الاية اذن الذين يقاتلون بانهم ظلموا فى المهاجرين الذين اخرجهم اهل مكة من ديارهم و اموالهم احل لهم جهادهم بظلمهم اياهم و اذن لهم فى القتال فقلت فهذه الاية نزلت فى المهاجرين بظلم مشركى اهل مكة لهم فما بالهم فى قتال كسرى و قيصر و من دونهم من مشركى قبائل

العرب فقال لو كان ايمان اذن لهم فى قتال من ظلمهم من اهل مكة فقط لم يكن لهم فى قتال جموع كسرى و قيصر و غير اهل مكة من قبائل العرب سبيل لان الذين ظلموهم غير هم و انما اذن لهم فى قتال من ظلمهم من اهل مكة لاخراجهم اما هم من ديارهم و اموالهم بغير حق و لوكانت الاية انما غيب المهاجرين الذين ظلمهم اهل مكة كانت الاية مرتفعة الغرض عمن بعد هم اذا لم يبق من الظالمين و المظلومين احد و كان فرضا مرفوعا عن الناس بعد هم اذ لم يبق من الظالمين و المظلومين احد و ليس كما ظننت و لا كما ذكرت و لكن المهاجرين ظلموا من حيثهم ظلمهم اهل مكة باخراجهم من ديارهم و اموالهم فقاتلوهم بان الله تعالى لهم فى ذلك و ظلمهم كسرى و قيصر و من كان دونهم من قبائل العرب و العجم بما كان فى ايديهم مما كان المؤمنون احق بهم منهم فقد قاتلوهم باذن الله عزوجل لهم فى ذلك و لحجة هذه الاية تقابل مومنوا كل زمان و انما اذن الله عز و جل للمؤمنين الذين قاموا بما وصف الله عز وجل من الشرائط التى شرها الله على المؤمنين فى الايمان و الجهاد و من كان قائما بتلك الشرائط فهو مؤمن و هو مظلوم و ما ذون له فى الجهاد بذلك المعنى ومن كان على خلاف ذلك فهوظالم و ليس من المظلومين و ليس بما دون له فى القتال و لا بالنهى عن المنكر و الامر بالمعروف لانه ليس من اهل ذالك و لا ماذون له فى الدعاء الى الله عزوجل لانه ليس هديماً مثله و امر بدعائه و لايكون

مجاهدا من قد امر المؤمنون بجهاد اوخطر الجهاد عليه و منعه منه و لايكون داعيا الى الله عزوجل من امر بدعاء مثله الى التوبة و الحق و الامر بالمعروف والنهى عن المنكر و لايامر بالمعروف من قد امران يومر به و لاينهى عن المنكر من قد امران ينهى عنه فمن كانت قد تمت فيه شرائط الله عز وجل اللتى وصف بها اهلها من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم و هو مظلوم فهو ماذون فى الجهاد كما اذن لهم لان حكم الله عزوجل فى الاولين و الاخرين و فرائضه عليهم سواء الا من عليه احاديث يكون والاولون و الاخرون ايضاً فى منع الحوادث شركاء و الفرائض عليهم واحده يسال الاخرون من اواء الفرائض عما يسال عنه الاولون و يحاسبون عما به يحاسبون و من لم يكن على صفة من اذن له فى الجهاد من المؤمنين و ليس من اهل الجهاد ليس بماذون له فيه حتى بقى بما شرط الله عزوجل عليه فاذا تكاملت فيه شرائط الله عزوجل على المؤمنين و المجاهدين فهو من الماذونين لهم فى الجهاد فليتق الله عزوجل عبد ولا تغيرنا لانالى التى نهى الله عز وجل عنها من هذه الاحاديث الكاذبه على الله التى مكذبها القران و شرائطه منها و من حملنا و روايتها و لاتقدم على الله عزوجل لشبهة لابقدر بها فانه ليس وراء المعترض للقبل فى سبيل الله منزلة يوفى الله من قبلها و هى غاية الاعمال فى عظم قدرها فليحكم امر النفسه و يسرها كتاب الله عزوجل و يعرضها

عليه فانه لا احدا عرف بالمرآ من نفسه فان وجدها قائمه بما شر الله عليه فى الجهاد فليقدم على الجهاد و ان علم تقصير فليصلحها و لتقمها على ما فرض الله عليها من الجهاد ثم ليقدم بها و هى طاهره و مطهرة من كل دنس بحول بينها و بين جهادها بقول لن اراد الجهاد و هو على خلاف ما وصفنا من شرائط الله عزوجل على المؤمنين و المجاهدين لايجادوا و لكن بقول قد علمنا كم ما شرط الله عز وجل على اهل الجهاد الذين بايعهم و اشترى منهم انفسهم و اموالهم بالجنان فيصلح امرآ ماعلم من نفسه من يقصر عن ذلك و ليقرضها على شرائط الله فان راه انه و فى بها و تكاملت فيه فانه ممن اذن الله عزوجل فى الجهاد و ان ابى لما يكون مجاهدا من الاصرار على المعاصى و المحارم و الاقدام على الجهاد بالخيط و العمى و القدوم على الله عز و جل بالجهل و الروايات الكاذبة فلقد عمرى جاء الاثر فى من فعل هذا الفعل ان الله عز وجل بنصر هذا الذين باقوام لاخلاق لهم فيلتق الله عزوجل امر و ليحذران يكون منهم فقد بين لكم و لاعذر لكم لعد البيان فى الجهل و لاقوة الا بالله حسبنا الله عليه توكلنا و اليه المصير.

ماحصل حدیث کلینی ونص جعفری

راوی کہتا ہے کہ پوچھا میں نے امام صادق علیہ السلام سے کہ دعوت کرنا طرف خدا کی اور جہاد کرنا اللہ کی راہ میں مخصوص ہے کسی قوم کے ساتھ ہے یا مباح ہے ہر موحد مومن کو فرمایا خاص ہے ساتھ ایک قوم کے اور قائم نہیں ہو سکتا ہے کوئی مگر وہ شخص کہ ان میں سے ہو پوچھا میں نے وہ کون قوم ہے فرمایا وہ لوگ کہ مجتمع شروط ہیں کہ خدا نے ان کو مجاہدین اور داعین الی اللہ کے مرتبہ پر مقرر فرمایا ہے اور جو شخص کہ خالی ان شروط سے ہوگا نہ اذن دیا گیا ہے دعوت الی اللہ میں نہ جہاد کفار میں عرض کیا میں نے کہ بیان فرمایئے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں مرتبہ اور درجہ مقرر فرمائے ہیں اول اپنی دعوت کو اس طرح بیان فرمایا "واللہ یدعوا الی دارالسلام و یھدی من یشاء الی صراط مستقیم" پھر بیان فرمایا دعوت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح سے "ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ و جادلھم بالتی ھی احسن" اور بھی فرمایا انک لتھدی الی صراط مستقیم پھر ہدایت قرآن مجید کو ارشاد فرمایا کہ ان ھذاالقران یھدی للتی ھی اقوم پھر اس قوم کو بیان کیا کہ جو اذن دیے گئے ہیں بیچ دعوت کے اور فرمایا خدائے تعالے نے "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر" یعنی چاہیے کہ ہوئے تم میں سے ایک گروہ کہ بلائیں لوگوں کو ساتھ نیکی کے اور حکم کریں اچھی باتوں کا اور باز رکھیں بری باتوں سے اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں پھر خبر دی اللہ تعالی نے اس گروہ سے

کہ یہ لوگ ذریت حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام سکنہ حرم سے ہیں کہ غیر خدا کو نہیں پوجا انہوں نے کبھی اور مصداق آیہ تطہیر کے ہو گئے ہیں اور مقصود اس آیہ سے ہیں "ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا و من تبعنی" کہ بلاتا ہوں میں طرف خدا کے اوپر بینائی کے اور جو پیروی کرے میری یعنی اول وہ شخص کہ جس نے تابعداری ایمان کی کی اور تصدیق کی اور شرک سے پرہیز کیا پھر اتباع پیغمبر اور اتباع اس گروہ موصوفہ کو نام لیکر فرمایا یاایھا النبی حسبک اللہ و من تبعک من المؤمنین اے نبی کافی ہے تجھ کو خدا اور جس شخص نے پیروی کی تیری مؤمنین سے پھر بیان کیا اتباع پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنین سے پس فرمایا "محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا سیما ھم فی وجوھھم من اثر السجود وذلک مثلھم فی التوراۃ و مثلھم فی الانجیل" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے ہوئے خدا کے ہیں اور جو لوگ کہ ہمراہ ہیں ان کے سخت ہیں اوپر کافروں کے اور مہربان ہیں آپس میں دیکھتے ہو تم ان کو رکوع اور سجدہ کرنے والے اور طلب کرتے ہیں فضل کو خدا سے اور خوشنودی کو اس سے علامتیں ان کے ان کے چہروں پر سجدہ کرنے سے ظاہر ہیں یہ جو مذکور ہوا یہ صفت ان کی توریت میں لکھی ہے اور صفت ان کی انجیل میں ہے اور پھر فرمایا اللہ جل جلالہ نے "یوم لاتخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہ نورھم یسعی بین ایدیھم و بایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا اغفرلنا انک علی کل شی قدیر" یعنی فرمایا اللہ نے ان کی صفت میں کہ قیامت کے روز نہیں شرمندہ کرے گا اللہ تعالیٰ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اور نہیں رسوا کرے گا ان لوگوں کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں اور ساتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ان

کے چمکتے ہوں گے آگے ان کے اور دائیں بائیں ان کے پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے "قد افلح المؤمنون الذین ہم فی صلوتہم خاشعون و الذین ہم عن اللغو معرضون الی قولہ تعالی اولئک ہم الوارثون الذین یرثون الفردوس ہم فیہا خالدون" یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس گروہ کی صفت میں کہ تحقیق فلاح پائی ایمان والوں نے پھر توصیف کی ان کی تاکہ توقع ان کے ساتھ الحاق کی پکڑے مگر وہ شخص کہ جو ان کی سی صفت رکھتا ہو کہ اپنی نماز میں ڈرنے والے ہیں اور بیہودہ باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں یہاں تک کہ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ یہ گروہ وارث ہیں اور فردوس ان کی میراث میں ہے اور ہمیشہ رہیں گے اس میں پھر صفت کی اس گروہ کی "الذین لا یدعون مع اللہ الہا آخر" یعنی نہیں بلاتے ہیں ہمراہ خدا کے معبود دوسرے کو پھر خبر دی اللہ جل جلالہ نے اسی گروہ کی نسبت "ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون و یقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراۃ و الانجیل و القرآن" یعنی خرید اللہ جل جلالہ نے اس گروہ کی جان اور مال کو ساتھ جنت کے اور جہاد کرتے ہیں یہ لوگ اللہ کی راہ میں پس قتل کرتے ہیں اور قتل ہو جاتے ہیں وعدہ ہو چکا اس کے ذمہ پر سچا توریت اور انجیل اور قرآن میں پھر فرمایا حق تعالیٰ نے "و من اوفی بعہدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ و ذلک ہو الفوز العظیم" یعنی فرمایا اللہ جل جلالہ نے کون ہے زیادہ وفا کرنے والا عہد اپنے کو خدائے تعالیٰ سے یعنی کوئی نہیں پس شاد ہو تم کہ مول لیا تم نے جنت کو اور بیچ ڈالا اپنے آپ کو متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور یہ بیع بزرگ ہے جس وقت کہ اتری آیت "ان اللہ اشتری" ایک شخص اٹھا اور عرض کیا کہ یا نبی

اللہ جو شخص کہ تلوار ہاتھ میں لے اور قتل ہو جائے آیا شہید ہوگا یا نہیں پس حق تعالیٰ نے نازل فرمایا اس آیت کو "التائبون والعابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الامرون بالمعروف و الناھون عن المنکر و الحافظون لحدود اللہ و بشر المؤمنین" یعنی لائق شہادت اور جنت کے وہ لوگ ہیں کہ گناہوں سے توبہ کرنے والے ہیں عبادت خدا ادا کرنے والے ہیں تنگی اور فراخی میں شکر کرنی والے ہیں بے تعلق رہنے والے ہیں رکوع کرنے والے ہیں سجدہ کرنے والے ہیں نیک باتوں پر حکم کرنے والے ہیں بری باتوں سے باز رکھنے والے ہیں اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ایسے شخص مبشر بشہادت اور جنت ہیں پھر خبر دی خدائے عزوجل نے کہ حکم نہیں کیا ساتھ قتال کے مگر ان لوگوں کو جن میں یہ شروط پائی جاتی ہیں پس فرمایا اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا و ان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ۔ یعنی حکم کیا گیا ان لوگوں کو جن سے لڑتے ہیں اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے وہ وہ لوگ ہیں کہ نکالے گئے ہیں گھروں اپنے سے کوئی قصور نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ کو اپنا رب کہتے ہیں کس واسطے کہ جو کچھ درمیان آسمان و زمین کے ہے خدا اور رسول اور مومنین کے ہے پس مشرکین اور کفار اور ظالمین اور فاجرین کہ صاحب ریاست ہیں ظلم کیا انہوں نے اوپر ان مومنین کے اور جو کچھ ان کے پاس ہے وہ سب حق ان مومنین کا ہے جو مورد آیہ اذن کے ہیں باقی رہا یہ امر کہ فقط انہیں مومنین نے پروانگی جہاد کی نہیں ہو سکتی مگر اس شخص کو کہ مظلوم ہو اور مظلوم نہیں ہوگا مگر مومن اور مومن نہیں ہوگا مگر وہ شخص کہ قائم ہے شرائط ایمان پر وہ شرطیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرار دی ہیں واسطے مجاہدین کے بعد ان شرطوں کے پائے جانے کے مومن مظلوم جہاد کا اذن

دیا جاتا ہے ورنہ ظالم ہے جب کہ آیت اذن بیچ مہاجرین کے اتری حلال ہوا ان کو جہاد کفار سے راوی کہتا ہی کہ پوچھا میں نے امام علیہ السلام سے کہ مہاجرین نے پروائگی قتال اہل مکہ کے پائی تھی پس ان لوگوں نے جہاد کسری اور قیصر اور دوسرے مشرکین پر کس واسطے کیا امام نے فرمایا کہ اگر فقط اہل مکہ کے لئے اذن ہوتا تو ہرگز کسری اور قیصر پر جہاد نہ کرتے کیوں کہ یہ لوگ مہاجرین پر ظالم نہ تھے بلکہ ظالمین اہل مکہ تھے اور اگر فقط مراد مہاجرین ہی ہوتے تو حکم اس آیت کا مہاجرین سے اٹھ جاتا کس واسطے کہ نہ ظالم رہا نہ مظلوم ایسا نہیں ہے جیسا کہ تو نے گمان کیا کیونکہ مہاجرین مظلوم ہیں دو طرف سے ایک اہل مکہ سے دوسرے کسری اور قیصر سے اس واسطے کہ سلطنت ان کی حق مہاجرین کا تھا پس قتل کرنا مہاجرین کا کسری اور قیصر کو ساتھ اذن خدا کے تھا اور اسی دلیل سے ہر وقت کے مسلمان جہاد کر سکتے ہیں لیکن اذن جہاد انہیں لوگوں کو ہے مستجمع شرائط ہیں تا کہ ایمان اور مظلومی اور ماذونی حاصل ہو جائے اور جو شخص کہ ایسا نہیں ہے ظالم ہے نہ مظلوم داعی ہے نہ مجاہد بلکہ مومنین کو حکم ہے کہ اس کے ساتھ قتال کریں اور امر بالمعروف نہیں ہو سکتا ہے تا وقتیکہ یہ نہ کہیں کہ ایسا کر اور نہی عن المنکر نہیں ہو سکتی ہے جب تک کہ باز نہ رکھیں گناہ سے پس جو شخص کہ مستجمع ایسی شرائط کا ہو جیسا کہ حق تعالی نے ان لوگوں کو جن میں یہ شرائط پائی جاتی ہیں بیان کیا ہے کہ وہ لوگ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں وہی شخص مظلوم اور ماذون فی الجہاد ہے جیسا کہ اذن دی گئی تھی اللہ کی طرف سے اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے کس واسطے کہ حکم الہی بیچ اولین اور آخرین کے برابر ہے اور فرائض الہی ان لوگوں میں برابر جاری ہوتے ہیں اور بغیر اجتماع ان شروط کے ہرگز آدمی مامور بجہاد نہیں ہو سکتا پس چاہئے آدمی کو اپنے نفس پر غرہ نہ کرے اور شروط کو ملاحظہ کرے اگر اپنے آپ کو مستجمع شروط پائے اقدام جہاد

پر کرے اور جس شخص میں یہ شروط مفقود ہیں یعنی اصرار کرتا ہی معاصی پر اگر وہ اقدام جہاد کرے پ
بس البتہ مصداق اس خبر اور اثر کا ہوگا کہ بالیقین اللہ تعالیٰ تائید کرے اس دین کو ساتھ ان قوموں
کے کہ بہرہ نہ رکھیں حضرات شیعہ لحاظ کریں اور مجتہدین اثناعشریہ خیال کریں کہ یہ حدیث صادق
ونص جعفری اس کتاب غیر مرتاب کی ہے کہ جو امام عصر کی نظر سے گذر چکے ہے جو اقدم اصول
اربعہ قرار پا چکی ہے جس کے اعتماد واعتبار پر متقدمین ومتاخرین شیعہ کا اقرار ہے جس کا استناد و
اشتہار مذہب تشیع میں "کالشمس فی نصف النہار" ہے ہم اس کی تعریف کہاں تک کو
سکتے ہیں اور کس حد تک توصیف کر سکتے ہیں صرف اس مرتبہ کے جان لینا چاہئے اور اس درجہ کے
سمجھ لینا چاہئے کہ اگر مذہب اثناعشری حق ہے تو یہ کتاب کلینی بھی حق ہے چنانچہ مجتہد لکھنوی نے
آئینہ حق نما میں بعد نقل کرنے حدیث فضیلت علم وعلماء دین کے لکھا ہے کہ در کتاب کلینی کہ "در
مذہب امامیہ بہتر ومعتمد تر ازاں جناب کتابی نیست واگر مذہب اثناعشری حق است آن کتاب
حق است از جناب صادق علیہ السلام منقول است انتہی" یہ وہ حدیث ہے کہ جو امام ابوعبداللہ
جعفر صادق علیہ السلام کی زبان سے نکلی ہے یہ وہ حدیث ہے کہ مقتدائے شیعہ نے اپنی کتاب
میں روایت کی ہے یہ وہ حدیث ہے کہ ہر فقرہ اس کا مذہب شیعہ کو مٹاتا ہے یہ وہ حدیث ہے کہ
ہر حرف اس کا مسلک اثناعشریہ کو محو کرتا ہے اسی حدیث کی یہ صفت ہے کہ اصول وفروع مذہب
تشیع کو بیخ وبن سے کاٹتی ہے اسی حدیث کی یہ مدح ہے کہ خشک وتر اکابر شیعہ کو سوخت کرتی ہے
اسی حدیث کی یہ توصیف ہے کہ صحابہ اکبر اور مجاہدین کسریٰ اور قیصر کے جنتی ہونی کی خبر دیتی ہے
اسی حدیث کی یہ تعریف ہے کہ خلفائے کرام کے استحقاق خلافت کو ظاہر کرتی ہے ہم متحیر ہیں کہ
کیوں کر اس کے تمام فوائد اس رسالہ مختصرہ میں لکھ سکتے ہیں ہم متحیر ہیں کہ کس طرح جمیع شواہد

اس تحریر میں لا سکتے ہیں بہر حال بمقتضائے ما لا یدرک کله لا یترک کله چند فائدہ واسطے تنبیہ اہل تشیع کے لکھتے ہیں اور چند قاعدہ واسطے تائید اہل تسنن کے ذکر کرتے ہیں۔

فائدہ اولی اول یہ کہ اس نص امام جعفر صادق اور اس حدیث امام بحق ناطق علیہ السلام وعلی اباءہ الکرام سے آیت معیت مہاجرین اور خلفاء راشدین کے حقیقت اور مجاہدین کسری اور قیصر متبعین و مسلمین خلافت فاروق و صدیق اکبر پر باکمل وجوہ منطبق اور باحسن وجوہ مطابق ہوگئی یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آیت معیت "محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم تراهم رکعا سجدا یبتغون فضلا من الله و رضوانا سیماهم فی وجوههم من اثر السجود ذلك مثلهم فی التوراة و مثلهم فی الانجیل کزرع اخرج شطئه فازره فاستغلظ فاستوی علی سوقه یعجب الزراع لیغیظ بهم الکفار و علی وعد الله الذین امنوا و عملوا الصالحات منهم مغفرة و اجرا عظیما"

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے ہوئے خدا کے ہیں اور جو لوگ کہ ہمراہ ان کے ہیں سخت ہیں یہ اوپر کافروں کی اور مہربان ہیں آپس میں ایک دوسرے پر دیکھتے ہو تم ان کو رکوع اور سجدہ کرنے والے اور طلب کرتے ہیں فضل اور خوشنودی کو خدا سے علامتیں ان کی ان کے چہروں سے ظاہر ہیں سجدہ کرنے سے یہ جو مذکور ہوا یہ صفت ان کی توریت میں لکھی ہے اور علامت و تمثیل ان کی بیچ انجیل کی یہ ہے جیسا کھیتی نے اوگایا اپنا پٹا اور پھر اس کی کمر مضبوط کی پھر موٹا ہوا پھر کھڑا ہوا اپنے نال پر خوش لگتا ہے کھیتی والوں کو تا کہ جلائیں ان سے جی کافروں کا وعدہ کیا اللہ نے ان میں سے جو یقین لائے ہیں اور کئے ہیں بھلے کام معافی کی اور اجر عظیم کی مہاجرین نامور

اور مجاہدین کسریٰ وقیصر کی شان میں نازل ہوئی ہے کیسی آیت کہ جس میں مہاجرین اور مجاہدین کی رسول اللہ کے ساتھ میں معیت مذکور ہے کیسی آیت کہ جس میں مہاجرین اکبر ومجاہدین کسریٰ وقیصر کی کفار پر شدت و رحمت مسطور ہے کیسی آیت کہ جس میں مہاجرین کے تقویٰ اور عبادت کا بیان ہے کیسی آیت کہ جس میں مجاہدین کے ابتغائے رحمت خدا کا نشان ہے کیسی آیت کہ جو مہاجرین اور مجاہدین کسریٰ وقیصر کی مقبولیت عبادت کو انجیل میں بیان کر رہی ہے کیسی آیت کہ جو مہاجرین ور مجاہدین کسریٰ اور قیصر کی علامتوں مندرجہ توریت کو بتا رہی ہے پس مہاجرین، خلفائے راشدین اطہر اور ان کے تابعین مسلمین مجاہدین کسریٰ وقیصر جن کی نسبت حق تعالیٰ آیت معیت میں موافق فرمان امام صادق کے خبر دیتا ہے کہ یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت رکھتے ہیں یہ لوگ کفار پر تشدد تام کرتے ہیں یہ لوگ آپس میں ساتھ رافت وشفقت کے رہتے ہیں یہ لوگ عبادت خدا ساتھ خشوع کے ادا کرتے ہیں یہ لوگ خدا کی رضامندی ساتھ خضوع کے ڈھونڈتے ہیں ان لوگوں کی مقبولیت عبادت کا ذکر انجیل میں موجود ہے ان بزرگوں کی علامتیں توریت میں مرقوم ہیں اگر العیاذ باللہ صادیق آتش میں مقید کوئے جائیں اور عذاب جہنم میں معذب کئے جائیں جیسا کہ تابعین زرارہ اور متبعین ابونصیر اور متبعین مومن الطاق اور مقلدین اُمی سرحوب گمان کرتے ہیں بلکہ یقیناً جانتے ہیں لازم آتا ہے کہ امام صادق صادق نہ رہیں بلکہ کاذب ہو جائیں ہذا خلف دیکھئے کہ جناب صادق علیہ السلام ان لوگوں کی شان میں کہ جنہوں نے رسول اللہ کے ساتھ معیت کو اختیار کیا جنہوں نے خلافت خلفائے راشدین کو تسلیم کیا جنہوں نے شیخین کے حکم سے کسریٰ وقیصر وغیرہ پر جہاد کیا جنہوں نے حضرت فاروق وصدیق کے ارشاد سے بلاد وامصار کو فتح کیا جنہوں نے فاروق اعظم کے فرمانوں کو اطراف واکناف

میں جاری کیا آیت محمد رسول الله والذین معه کو بتائیں ان کو دی ان اللہ کے لقب سے ملقب کریں ان کو ماذون من اللہ فرمائیں انہیں بزرگوں سے جناب مرتضوی تقیہ کریں انہیں کے خوف سے متعہ کی حرمت کا اعلان جاری کریں انہیں کے ڈر سے حرمت متعہ کی رسول اللہ پر تہمت کریں جو آپ اور آپ کے امام اعظم صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت علی خوف کے مارے اس جھوٹی روایت "حرم رسول الله لحوم الحمر الاهلیه و نکاح المتعة" کو نقل کرتے ہیں۔

فائدہ ثانیہ دوسرے یہ کہ اس حدیث کلینی اور اس روایت کافی سے ایت معیت "یوم لایخزی الله النبی والذین امنوا معه" ان بزرگوں کے حق میں کہ جنہوں نے نبی اللہ کی معیت میں اپنے وطنوں کو ترک کیا جنہوں نے رسول کی رفاقت میں غربت کو اختیار کیا جنہوں نے حبیب اللہ کی اعانت میں مال اور اولاد کو چھوڑ دیا اور ان اکابروں کی شان میں کہ جنہوں نے خلافت خلفائے راشدین کا اقرار کیا جنہوں نے حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم کی بیعت کو اختیار کیا جنہوں نے نائبین رسول اللہ کے حکم سے کسریٰ اور قیصر کے شہروں میں اللہ کے کلمہ کو بلند کیا جنہوں نے احکام شرعیہ کو موافق بیان شیخین کے جاری کیا جنہوں نے مسائل دینیہ کو مطابق فرمان فاروق کے تعلیم کیا با کمال تام و تکمیل مالا کلام مستقر ہوئی یعنی گنجینہ اسرار مطلع الانوار جناب امام صادق علیہ التحیۃ والثنا فرماتے ہیں اور یوں ارشاد کرتے ہیں کہ آیت "یوم لایخزی الله النبی والذین امنوا معه نورهم یسعی بین ایدیهم و بایمانهم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا و اغفر لنا انك علی کل شیٔ قدیر" یعنی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نہیں شرمندہ کرے گا اپنے پیغمبر کو اور نہیں رسوا کرے گا رسول اللہ کے یاروں کو کہ جو اللہ کے

رسول پر ایمان لائے ہیں اور ساتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نوران کے چمکتے ہونگے کہتے ہیں وہ لوگ کہ اے رب ہمارے تمام کر ہمارے نوروں کو اور بخش تو ہم کو تحقیق تو اوپر ہر شی کے قادر ہے مہاجرین و مستحقین خلافت راشدہ اور مجاہدین کسری و قیصر وغیرہ کی صفت اور مدح میں نازل کی گئی ہے سبحان اللہ کیسی آیت کہ جس میں حق سبحانہ تعالی صاف وصریح فرماتا ہے کہ روز قیامت کے میں اپنے نبی کو شرمندہ نہیں کروں گا کھول کر ارشاد کرتا ہے روز جزا میں ان کے ساتھیوں کو رسوا نہیں کروں گا رسول خدا کی معیت میں یوم الحشر کو انہیں کے نور سے ان کے آگے پیچھے روشنی کردوں گا نبی الوری کے ساتھ میں یوم النشر کو انہیں کے نور کو ان کے دائیں بائیں چمکا دونگا اللہ اکبر کیا شان اعلی ہے مہاجرین وخلفاء راشدین کی اور کیا کیفیت اقصی ہے کسری و قیصر کے مجاہدین کی معیت دینویہ ان کو موافق آیت محمد رسول اللہ کے اسی دینا میں حاصل تھی کہ کفار ان کی جمعیت کو دیکھ کر غیظ میں آتے تھے اور غصہ میں جلتے تھے اور معیت اخرویہ مطابق آیہ "یوم لایخزی اللہ النبی" اس طرح ظاہر ہوگی کہ یوم البعث کو رسول اللہ کے ہمراہی میں پھرتے ہونگے انوار ان کے حوالی میں چمکتے ہونگے کفار اس وقت ندامت اٹھائیں گے سرگریبان ہونگے ہر کافر یہی تمنا کرے گا۔ "یالیتنی کنت ترابا اللھم احشرنا تحت تراب اقدام احبائك وارزقنا شفاعته نبیك و حبیبك"[۱] پس اگر مہاجرین ممدوحین اور مجاہدین موصوفین خلافت جناب مرتضوی کو غصب کرتے یا جناب سیدہ پر ظلم کرتے یا اہلبیت سے انحراف کرتے یا ان کی اعانت سے دست بردار ہوتے یہاں تک کہ جناب امیران

۱۔ ترجمہ:۔ اے کاش میں مٹی ہوتا۔ اے اللہ ہمارا حشر اپنے محبوبوں کے قدموں کی مٹی کے نیچے فرما اور ہمیں اپنے حبیب نبی کی شفاعت نصیب فرما۔

کی جبر سے دین خدا کو چھپاتے ان کے ظلم سے محرمات کو حلال اور محللات کو حرام فرماتے آپ کے ان کے رعب سے جھوٹی روایتیں مثل حرمت متعہ وغیرہ کے نقل کرتے تو ضرور یہ بزرگ معذب بعذاب جہنم کیے جاتے اور رسول اللہ کے دونوں معتوں سے محروم رکھے جاتے وھو خلاف النص اب جناب مخاطب فرمائیں کہاں ہے خلافت جناب مرتضوی میں قصہ غدیر یہ اور کدھر ہے حرمت متعہ میں جناب مرتضوی کا تقیہ برائے زرارہ اب بھی جھوٹی قصوں سے باز آیئے اور لغو تہمتوں سے ہاتھ اٹھایئے۔

فائدہ ثالثہ تیسرے یہ کہ امام مفترض الطاعت مجمع علیہ الامامت کے فرمان واجب الایقان سے معلوم ہوا کہ جن اوصاف پر آیات شروع سورہ مومنون نازل کی گئی تھیں وہ صفات مہاجرین اور مجاہدین میں کما ینبغی راسخ اور متمکن تھیں یعنی برہان حجت نبوی جگر گوشہ جناب مرتضوی عارف عاشق امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ صفات مقبولہ بارگاہ خداوندی جن پر آیہ کریں "قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلوتهم خاشعون والذین هم عن اللغو معرضون و الذین هم للزکوٰۃ فاعلون والذین هم لفروجهم حافظون الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم فانهم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک هم العادون والذین هم لاماناتهم و عهدهم راعون والذین هم علی صلوتهم یحافظون اولئک هم الوارثون الذین یرثون الفردوس هم فیها خالدون" تحقیق فلاح پائی ایمان والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور جو بری باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ دینے والے ہیں اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں مگر اپنی عورتوں پر یا اپنے ہاتھوں کے مال پر پس تحقیق ان پر نہیں ہے ملامت پھر

جو کوئی ڈھونڈے اس کے سوائے بس وہی حد سے بڑھنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد سے خبردار ہیں اور جو اپنی نمازوں پر حفاظت کرتے ہیں وہ لوگ میراث لینے والے ہیں اور جنت کے وارث ہونے والے ہیں اور وہی لوگ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں شامل ہے نفوس قدسیہ مہاجرین اور کسری وقیصر کے مجاہدین میں متحقق اور واقع تھیں سبحان اللہ کیسی آیت ہے جو اپنے اول میں مہاجرین ومجاہدین کی فلاح تامہ کو بیان کر رہی ہے اور اپنے آخر میں جنت کو ان کی میراث میں بتا رہی ہے اپنے وسط میں ان کے صفات کو فرداً فرداً ظاہر کر رہی ہے کہ نمازوں میں یہ لوگ خشوع کرتے ہیں بری باتوں سے پرہیز کرتے ہیں زکاۃ کو ادا کرتے ہیں اپنی زوجہ یا مملوکہ سے مقاربت کرتے ہیں ان دونوں کے سوائے سب کو حرام جانتے ہیں امانتوں میں دیانت رکھتے ہیں اپنے عہد کو کبھی نہیں توڑتے ہیں اپنی نمازوں پر ہمیشہ محافظت کرتے ہیں بس ان اوصاف کے موصوفین جنت کے وارث ہیں فردوس کے مورث ہیں بہشت ان کے ارث میں ہے خلد ان کی میراث میں ہے پس اگر بعد وفات سید کائنات مہاجرین ومجاہدین کسریٰ وقیصر کہ جو مطابق ارشاد فیض بنیاد امام جعفر علیہ السلام کے مومنین کامل تھے "ماذونین من اللہ" تھے "مجاهدين في سبيل الله" تھے متصف بصفات مندرجہ آیات سورہ مومنون تھے جنت کو ارث میں پائی ہوئی تھی جناب سیدہ پر معاذ الله من ذلك تہمت زنا کی کرنے اور العیاذ باللہ جناب بضعۂ رسول کو زدوکوب کرتے اور نعوذ باللہ حضرت سیدۃ النساء کے حمل کو ساقط کر دیتے اور پیغمبر کے گھر کو جلا دیتے یا ان امور کو حق سمجھتے جیسا کہ مجلسی نے تذکرۃ الائمہ میں لکھا ہے کہ "کہ حق چنین حق دانستند آنچہ شیخین نسبت باہل بیت رسالت واقع ساختند ولبت زنا استغفر اللہ بحضرت فاطمہ دادن ودشنام دادن وغصب فدک وخلافت نمودن وکشتن وزدن

آن مظلومہ بان سقط شدن محسن شش ماہہ و آتش بخانہ پیغمبر انداختن الی آخر ابد یانات" تو بھی امام علیہ السلام ان کو مومن کامل نہ بتاتے ان کو "ماذون من الله" نہ فرماتے ان کو "مجاھد فی سبیل الله" سے نہ ملقب کرتے ان میں صفات مندرجہ آیات مذکورہ کو محمول نہ فرماتے "وھو باطل قطعا کما عرفت آنفا" جناب مخاطب سوچیں اور سمجھیں کہ جب اللہ جل جلالہ ان بزرگوں کی فلاح کی خبر دے اور جنت کو ان کے ارث میں بتائے لغو باتوں سے ان کے اعراض کو بیان کرے ان کے استحکام اور دیانت کو عہد و امانت میں ظاہر کرے صلوٰۃ و زکوٰۃ پر ان کی حفاظت تامہ اور ادائے کاملہ کو ارشاد فرمائے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث سے تصدیق و تائید کامل ہوئے تو کیا قیاس میں آ سکتا ہے اور گمان و وہم پہونچ سکتا ہے کہ یہ بزرگ منہیات شرعیہ کو جاری کرتے تھے اور خدا کے حکم کو رد فرماتے تھے اور جناب مرتضوی ان سے تقیہ کرتے تھے جو آپ اور آپ کے امام اعظم نہایت طمطراق سے فرماتے ہیں کہ جناب مرتضوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹی روایت حرمت متعہ کو تقیہ نقل کرتے ہیں۔

فائدہ رابعہ چوتھے یہ کہ نص جعفری اور حدیث کلینی سے واضح اور شایع ہوا کہ یہ جماعت موصوفہ مورد آیہ کریمہ "ان الله اشترى" کی تھی یعنی جناب سلطان الطریقت برہان الحقیقت امام جعفر صادق علیہ الثنا والتحیہ ارشاد فرماتے ہیں اور یوں اظہار کرتے ہیں کہ آیہ بشارت "ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة يقاتلون فى سبيل الله فيقتلون و يقتلون وعدا عليه حقا فى التوراة والانجيل والقران و من اوفى بعهده من الله فاستبشروا ببيعكم الذى بايعتم به و ذلك هو الفوز العظيم" یعنی اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور

مال اس قیمت پر کہ ان کو بہشت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں وعدہ ہو چکا اس کے ذمہ پر سچا توریت انجیل وقرآن میں اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ سو خوشیاں کرو اس اپنے بیع پر جو تم نے کی ہے اللہ سے اور یہی ہے بڑی مراد ملنے والی ان بزرگوں کی شان میں کہ جنہوں نے رسول اللہ کے ساتھ میں ہجرت کی اور کسری قیصر اور دوسرے کفاروں کے خون میں تلوار ڈبوئی نازل ہوئی ہے سبحان اللہ کیسی آیت کہ جس میں حق جل وعلا اور سبحانہ تعالی صاف وصریح فرماتا ہے اور اس طرح تشریح کرتا ہے کہ مول لے لیا اللہ نے مہاجرین اور کسری وقیصر کے مجاہدین کی جان و مالکو اور دیدیا اس کے عوض میں روضہ رضوان کو پس خوش ہو تم اے مہاجرین مجاہدین اس بیع رحمان پر اور محظوظ اور مسرور ہو اس فوز عظیم الاحسان پر اللہ اللہ کیا رحم ہے مہاجرین پر اور کیا کرم ہے مجاہدین پر کہ خدائے تعالی نے جان ومال کو ان کی مول لے لیا اور اس کے عوض میں جنت میں داخل کرنے کا وعدہ کر لیا اور پھر اس عہد کو قرآن و توریت وانجیل سے مستحکم کر دیا اور پھر اس بیع پر بشارت اور خوشخبری کو سنادی اور پھر اس معاملہ کو فوز عظیم فرمادیا سبحان اللہ بکرمہ وبرحمہ جب کہ مہاجرین مجاہدین کسری اور قیصر نے اپنی جان و مال کو بیچ ڈالا اور رضائے تعالی نے اس کو قبول کر کے ان کے جنت میں داخل کرنے کا وعدہ صریح کر لیا اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس امر کو بہ ندائے بلند فرمادیا کہ بے شبہ مہاجرین مجاہدین کسریٰ وقیصر نے اپنے نفوس کو بیچا اور اس کے عوض میں جنت کو پایا پس اگر یہ حضرات رضوان اللہ علیہم اجمعین روز قیامت کو معاذ اللہ بعوض جنت کو جہنم میں داخل کئے جائیں اور بدلے ثواب کے عذاب میں مبتلا کئے جائیں جیسا کہ طائفہ ہوائیہ کا اعتقاد ہے تو خدا تعالی کے وعدہ میں تخلف صریح لازم آئے گا اور اس کی شان میں ظلم قبیح پایا جائے گا وھو محال۔

فائدہ خامسہ پانچویں یہ کہ حضرت امام صادق بحق ناطق علیہ السلام کی تصریح کرنے اور تشریح فرمانے سے روشن اور واضح ہوا کہ جو صفات اور اوصاف آیہ کریمہ ونص عظیمہ "التائبون العابدون" میں مذکور اور مسطور ہیں ان بزرگوں کی ذات میں کہ جنہوں نے ہجرت کو اختیار کیا اور کسریٰ اور قیصر اور دوسرے قبائل کفار ومشرکین پر جہاد کیا متمکن اور مستقر تھے یعنی سفینہ بحر دیانت سکینہ اہل متانت حضرت امام ابوعبداللہ علیہ الثنا والتحیہ یوں فرماتے ہیں اور اس طرح ارشاد کرتے ہیں کہ آیہ کریمہ "التائبون العابدون السائحون الراکعون السجدون الامرون بالمعروف الناھون عن المنکر و الحافظون لحدود اللہ و بشر المؤمنین" یعنی توبہ کرنے والے گناہوں سے عبادت کرنے والے خدا کی اور شکر کرنے والے تنگی اور فراخی میں اور روزہ رکھنے والے اور رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنے والے اور حکم کرنے والے نیک باتوں کا اور باز رکھنے والے بری باتوں سے اور حفاظت کرنے والے اللہ کے حدود پر اور خوشخبری دو تم مومنین کو میں جن صفتوں کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اور جن اوصاف کو کہ ظاہر فرمایا ہے مہاجرین مجاہدین کسریٰ وقیصر ان جمیع صفات کے جامع تھے اور ان کل اوصاف کے مجتمع تھے سبحان اللہ کیسے مجاہدین کہ جو ہر وقت خدا کے سامنے توبہ کرتے رہتے تھے کیسے مہاجرین کہ ہر ساعت خدا کی راہ میں مصروف رہتے تھے کیسے مجاہدین کہ ہر لحظہ خدا کے شکر میں مشغول رہتے تھے کیسے مہاجرین کہ ہمیشہ صائم رہتے کیسے مجاہدین کہ علی الدوام رکوع میں جھکے رہتے کیسے مہاجرین کہ آٹھ پہر سجدہ میں پڑے رہتے کیسے مجاہدین کہ جو نیک باتوں کا حکم کرتے کیسے مہاجرین کہ جو بری باتوں سے باز رکھتے کیسے مہاجرین مجاہدین کہ جو اللہ کی حدود سے کسی حالت میں تجاوز نہ کرتے کیسے مجاہدین ومہاجرین کہ جو ان امور کی مقبولیت پر خدائے

تعالیٰ کی جانب سے بکراۃ ومراۃ بشارت خوشخبری سے مشرف ہوتے پس اگر یہ بزرگ العیاذ باللہ متصف صفات ذمیمہ قرار دیے جائیں اور موصوف بامور غیر مشروعہ ٹھہرائے جائیں جیسا کہ پیرواں شیخ حلی اور متبعین شیخ طوسی کہتے ہیں تو لازم آتا ہے جھوٹا ہونا امام صادق علیہ السلام کا "وھو بدیھی البطلان"۔

فائدہ سادسہ چھٹے یہ کہ فریقین اس امر کو جانتے ہیں اور طرفین اس بات کو مانتے ہیں کہ کسریٰ وقیصر اور دوسرے قبائل کفار پر جہاد بعد وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ خلافت راشدہ خصوصا عہد شیخین میں واقع ہوا اور انہیں کے حکم سے یہ کل ملک مفتوح ہوا خاصۃ جناب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملک فارس کو فتح کیا اور آپ ہی کے لشکر نے جابجا ان بلاد وامصار میں نیزہ اسلام کو نصب کیا اور خدا کے دین کو بشوکت وحشمت جاری کیا پس اے اہل ایمان اور اے اہل ایقان خیال کرو کہ یہ متبوعین یعنی خلفائے راشدین اور ان کے تابعین یعنی مہاجرین مجاہدین وہ لوگ تھے کہ جن کی نسبت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان کو معیت رسول اللہ کی دارین میں حاصل تھی ان کی شدت کفار پر کونین میں روشن تھی ان کی عبادت کی قبولیت کتب مقدسہ اور صحف معظمہ سے ظاہر تھی ان کے اعمال کی مقبولیت قیامت میں ظاہر ہوگی ان کی روشنی صحابیت حشر کے روز چمکے گی یہ لوگ خدا کی طرف سے فلاح پا چکے ہیں یہ لوگ حق سبحانہ کی جانب سے بمشرف جنت ہو چکے ہیں ان لوگوں نے خدائے تعالیٰ کے ہاتھ اپنی جان ومال کو بیچ ڈالا ان لوگوں کو حق تعالیٰ نے بعوض جان ومال کے جنت کو دے ڈالا یہ لوگ خدائے تعالیٰ کی عبادت ساتھ خشوع کے ادا کرتے تھے یہ لوگ رضامندی خدائے تعالیٰ کے ساتھ خضوع کے ڈھونڈتے تھے ان لوگوں نے جنت کو ارث میں لے لیا تھا ان لوگوں نے اپنے

عہد و پیمان کو مستحکم کر لیا تھا یہ لوگ تائب تھے یہ لوگ عابد تھے یہ لوگ راکع تھے یہ لوگ ساجد تھے یہ لوگ "آمر بالمعروف" تھے یہ لوگ ناهی عن المنکر تھے یہ لوگ حافظ لحدود الله تھے یہ لوگ مجاهد فی سبیل الله تھے ان لوگوں کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے دعوت الی اللہ کا اذن دیا گیا تھا ان لوگوں کو حق تعالیٰ کی جانب سے جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا تھا ان لوگوں کو ایمان ساتھ کمال کے حاصل تھا ان لوگوں میں اسلام ساتھ تکمیل کے موجود تھا یہ لوگ جامع صفات ایمان تھے یہ لوگ مجتمع شروط اذن دعوت و جہاد تھے پس ہم اب حضرات شیعہ سے استفسار کرتے ہیں اور کبریٰ اثنا عشریہ سے پوچھتے ہیں کہ جن لوگوں کو حدیث کلینی جنتی بتا رہی ہے جن بزرگوں کو نص جعفری بہشتی بیان کر رہی ہے جن لوگوں کو امام ابو عبداللہ ماذون من اللہ کہہ رہے ہیں جن بزرگوں کو جگر گوشہ رسول اللہ داعی الی اللہ فرما رہے ہیں جن لوگوں کی شان میں امام جعفر صادق ان آیات کو کہ جن سے ان کا مقبول خدا اور محبوب کبریا ہونا ثابت ہے محمول فرماتے ہیں جن بزرگوں کی ذات کو امام بحق ناطق ان صفات کے ساتھ کہ جن سے اعلیٰ و افضل اور عمدہ کوئی صفت امت رسول اللہ میں نہیں ہے موصوف بتاتے ہے آیا ان کو غاصب یا ظالم یا جابر یا مرتد یا منافق یا منحرف عن دین اللہ یا راد حکم اللہ کہنا درست اور جائز ہے جیسا کہ طائفہ ہوائیہ اور فرقہ واہیہ کہتا ہے کہ صحابہ کرام نے خلافت کو غصب کیا اہلبیت پر ظلم کیا جناب مرتضوی پر جبر کیا جناب سیدہ کے گھر کو جلا دیا ان کی اعانت و مدد سے ہاتھ کو کھینچ لیا سوائے دو چار صحابہ کے کل نے ارتداد کو اختیار کیا خدا کے حکم کو رد کیا ممنوعات شرعیہ کو حلال کیا محللات شرعیہ کو حرام کیا الی آخر الہذیانات والخرافات۔

خلاصہ یہ کہ زمانہ خلافت راشدہ خلفاء راشدین میں بحکم خلفاء راشدین کے کسریٰ و

قیصر پر مہاجرین جہاد کرتے تھے اور جو حضرات کہ ایسے تھے وہ لائق دعوت جہاد کے تھے پس خلفائے کرام بنص امام لائق دعوت وقابل جہاد کے ہوئے اور لائق دعوت وجہاد بمطوق حدیث کلینی وہ شخص ہے کہ مستجمع شروط مذکورہ اور صفات مسطورہ کا ہو پس خلفاء عظام مستجمع شروط اور جامع صفات تھے وہو المطلوب الحمد للہ کہ اس حدیث کلینی اور اس نص جعفری سے صحابہ رسول اکرم خصوصاً مہاجرین مجاہدین کسریٰ وقیصر کا اعلیٰ اور افضل امت ہونا بدرجۂ اتم ثابت ہوا اور خلفائے راشدین کی خلافت کا حق ہونا باکمل مراتب محقق ہوا اب جناب مخاطب فرمائیں اور حضرت مجیب ارشاد کریں کہ جناب مرتضوی کو کیا ضرورت تھی ان بزرگوں سے تقیہ کرنے کی اور کیا حاجت تھی ان اکابر سے مذہب کے پوشیدہ رکھنے کی جو آپ اور آپ کے رئیس اعظم فرماتے ہیں کہ حضرت علی اس حدیث حرمت متعہ کو تقیہ روایت کرتے ہیں۔

تکمیل جس وقت علماء اہل سنت حضرات اہل تشیع پر جمیع طرق فرار کو مسدود کر دیتے ہیں اور کل توجیہات رکیکہ شیعہ کو مردود فرما دیتے ہیں اس وقت حضرات موافق مضمون "الغریق یتعلق بکل حشیش" مایوس محض ہو کر مطابق مفہوم "کل شیئ یرجع الی اصلہ" دامن تقیہ پر ہاتھ مارتے ہیں عجب نہیں کہ ہمارے مخاطب لاثانی اور ان کے برادران ایمانی اس حدیث جعفری میں بھی وہی طریقہ اختیار فرمائیں اور اسی وتیرہ پر قدم ناز اٹھائیں لیکن بحمد اللہ کہ اس نص صادقی میں وہ طریقہ کلیۃً مدفوع ہے اور اس حدیث جعفری میں وہ وتیرہ بالکلیہ مرفوع ہے کیوں کہ کلینی سے ثابت ہے کہ ائمہ علیہم السلام کے واسطے جو صحیفہ خدائے تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوئے تھے ہر امام موافق اپنے صحیفہ کے عمل فرماتے تھے امام جعفر کے صحیفہ میں یہ حکم تھا کہ تو علی الاعلان اپنے مذہب کی دعوت کرنا اور علی روس الاشہاد اپنے آباء واجداد کے علوم کو ظاہر کرنا

خبردار کسی سے خوف مت کرنا اور ہرگز تقیہ کوئی بات مت کہنا اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا اور اسی پر ہروقت توکل کرنا کوئی تجھ کو ضرر نہ پہونچا سکے گا تو ہمیشہ خدا کی امان میں رہے گا عبارت اس کی یہ ہے" حدث الناس و افتهم و لاتخافن احد الا الله و انشر علوم اهل بيتك و صدق ابائك الصالحين فانك في حرزوا امان المنة لله" کہ یہ حدیث تقیہ سے بھی محفوظ رہی اور تمام خس وخاشاک سے پاک ہوئی دست درازی حضرات کی اس سے منقطع ہوئی اور زبان تاویلات علیلہ سے بند ہوئی صحابہ کرام خصوصاً خلفائے عظام کی افضلیت "من جميع الوجوه على جميع الامة" محقق ہوئی پس ہم کو امر اول سے فراغت حاصل ہوئی یعنی جس حالت میں کہ صحابہ کرام کا اعلیٰ و افضل ہونا آیات کلام الٰہی اور حدیث کلینی سے ثابت ہوا پس غاصب و جابر ہونا صحابہ رسول اللہ کا بالکلیہ باطل ہوا اور یہی بنائے تقیہ کا امر اول تھا جس پر اہل تشیع کو بڑا شور وشغب تھا اب ہم امر ثانی کو دیکھتے ہیں یعنی مغلوبیت جناب مرتضوی کی نسبت احادیث اہل تشیع میں جہاں تک نگاہ کرتے ہیں کسی طرح سے اس کا وجود نہیں پاتے گو بعض مواقع پر بعض اہل تشیع اہل سنت سے مجبور ہو کر جناب مرتضوی کی مجبوری کو بجبر اپنا جواب بنانے کے واسطے ظاہر کرتے ہیں مگر عموماً محققین شیعہ جناب امیر کے غلبہ تام کو خلفاء عظام کے عہد میں بہ براہین ساطعہ اور حجج قاطعہ ثابت کرتے ہیں پس ہم اس کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ بالفرض اگر صحابہ کرام اور خلفائے عظام کی افضلیت کو نہ تسلیم کیا جائے اور آیات کلام الٰہی کو ان کے عمدہ ہونے کے باب میں نہ سنا جائے اور حدیث جعفری اور نص صادقی کو ان کے مقبول خدا اور محبوب کبریا ہونے میں نہ مانا جائے بلکہ العیاذ باللہ موافق اصول اہل تشیع کے ان کو غاصب ان کو مرتد ان کو ظالم ان کو جابر قرار دیا جائے تب بھی جناب مرتضوی اسد اللہ الغالب علی کل غالب

ایسی حالت میں نہ تھے کہ خلفاء سے ڈر کر صحابہ سے دب کر ضروریات دینیہ اور مسائل فرعیہ میں تقیہ کیا کرتے اور معاذ اللہ اپنے زمانہ میں قرآن مجید کو جو رکن اعظم دین ہے بلکہ خلاصہ دین جلوا دیتے اور چپ کے بیٹھے رہتے خدا کے حکم کو رد کرنے دیتے اور دم نہ مارتے جناب سیدہ بضعہ رسول اللہ پر تازیانہ لگنے دیتے اور خود بذاتہ جنبش نہ فرماتے بلکہ بزعم اہل تشیع رتق و فتق جہاں بجز ان کے اقتدار میں تھا اسم اعظم ان کے اختیار میں تھا موکلین پر وہ حاکم تھے ملائکہ کے وہ ناظم تھے قوم یاجوج ان کے مطیع تھے قوم ماجوج ان کی متبع ابران کے تابع تھا ہوا ان کی محکوم تھی خلقت کوہ قاف جو اس مخلوقات ظاہری سے صدہا حصہ زائد تھی ان کی منقاد انبیاء علیہم السلام کو وہ زندہ فرماتے تھے درخت ان سے کلام کرتے تھے زمین کی وہ سیر کرتے تھے آسمان پر وہ عروج فرماتے تھے ذوالفقار میں ان کی وہ قدرت تھی کہ ایک لحظہ میں قوم عاد کو کہ جو نہایت قوی ہیکل تھی قتل کر ڈالا اور ایک ساعت میں تہ تیغ فرمایا ہم اس مقام پر حدیث بساط کو نقل کرتے ہیں جس کو صاحب کنز التحقیق اور مؤلف معجزات مرتضوی عروۃ المحدثین ابن مالویہ صدوق قمی بطرق متعددہ حضرت سلمان فارسی اور مقداد اسود کندی وغیرہما سے روایت کرتے ہیں اور افضلیت امیر المومنین جناب مرتضوی کو جمیع انبیائے مرسلین پر اسی حدیث سے ثابت کرتے ہیں اور عالم محقق فاضل اور مدقق اردستانی بھی اس کے معتمد اور مستند ہونے کا اقرار فرماتے ہیں ہم کتاب امامت اردستانی سے اس کو اس طرح پر نقل کرتے ہیں۔

حدیث بساط

روایت می کند ابن مالویہ بسند خود از سلمان فارسی کہ گفت نشستہ بودم نزد سید و مولای خود امیر المومنین دران وقت کہ مردمان بیعت بعمر بن الخطاب کردہ بودند و در خدمت آنحضرت حسنین و محمد بن حنفیہ و محمد بن ابی بکر و عمار بن یاسر مقداد بن اسود نیز بودند و از ہر در سخنان می گذشت امام حسن متوجہ پدر بزرگوار شد و گفت یا امیر المومنین حضرت ملک و دود سلیمان بن داؤد را عجب سلطنتی دادہ بود آیا از ان سلطنت عطیہ بوصی او رسیدہ باشد شاہ سریر ولایت تبسم فرمود و گفت آن معبودی کہ دانہ خشک را ور زمین سر سبز می گرداند و بہ آن قادر یکہ آدم را از خاک تیرہ آفریدہ قسم کہ آنچہ پدر ترا دادہ ہیچ از اولیاء اوصیاء ماضیہ ندادہ و بعد ازین ہیچ کس بہ این کرامت فائز نہ خواہد شد پس امام حسن و حضار التماس نمودند کہ یا امیر المومنین می خواہم کہ شما از آنچہ واہب عطیات بشما موہبت نمودہ بمشاہدہ کنیم و معائنہ بہ بینم تا موجب ازدیاد ایمان و باعث تقویت علم و ایقان گردد سید اوصیاء علیہ السلام فرمود کہ حیا و کرامۃ یعنی چنان کنم کہ شما می خواہید و چیزی از چیزہا کہ حضرت عزت بمن کرامت نمودہ بر شما ظاہر می سازم پس برخاستہ دو رکعت نماز کرد و کلمہ چند بر زبان معجز بیان گذرانید کہ ہیچک از حضار فہم آن نتوانست کرد از آنجا بمیان خانہ آمدہ دست مبارک بجانب مغرب دراز کرد بعد از لمحہ دست را بزیر آورد و بر کف دست مبارکش پارچہ ابری دیدیم آن را گذاشتہ بار دیگر دست دراز کرد پارچہ دیگر بروی دستش دیدیم سلمان گوید لا الہ الا اللہ و ان محمد رسول اللہ و انک وصی نبی کریم من شك فیك هلك و من تمسك بك سلك سبیل النجات یعنی گواہی می دہیم کہ خدا یکی است و محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

برگزیده است و تو وصی و خلیفه برگزیدهٔ که هر که شک آرد در وصایت و خلافت تو هلاک شود و هر که بعروة الوثقائی محبت تو چنگ زند نجات یابد پس دیدیم که آن دو ابر چون دو قائمه پهن شدند در پهلوی یک دگر قرار گرفتن چنانچه گوئی یک جوزه اند از آن هر یک بوی مشک اذفر به دماغ اہل ایمان می رسید پس فرمود که برخیزند و برین بساط بنشینند همه برخاسته بر یک ابر نشستیم و آنحضرت تنہا بر یک ابر دیگر پس کلمه چند تکلم فرمود که ہیچ کس نه فہمید پس اشاره به ابر کرد که بجانب مغرب روانه شو باری در زیر آن دو ابر در آمد و ابر را بآہستگی تمام برداشته بر ہوا برد و ما درین وقت چون به آنحضرت نگاه کردیم دیدیم که جامه زر پوشیده و تاجی از یاقوت سرخ بر سر دارد و نعلین که بند آن از یاقوت آبدار بود در پا کرده و انگشتری از مروارید سفید براق که روشنی آن چشم را خیره می ساخت در انگشت دارد و بر کرسی از نور نشسته امام حسن علیه السلام به آنحضرت گفتند که ای پدر بزرگوار همه مخلوقات سلیمان را بجهت انگشتری اطاعت می نمودند و شما را بچه سبب منقاد اند فرمود که "یا ولدی انا وجه الله و انا عین الله و انا لسان الله الناطق و انا ولی الله و انا نور الله الذی لا یطفی و انا باب الله یوتی و انا حجة الله علی عباده و انا کنز الله فی ارضه و انا قسیم الجنة و النار و انا سد ذی القرنین و انا جعلتهما له" یعنی ای نور دیده من وجه الله و عین الله و لسان الله و ولی الله منم و آن نوریکه فرو نشیند منم و آن دریکه از آن در بخدا توان رسید منم و حجت خدا بر خلق منم و گنج خدا در زمین منم و قسمت کنندهٔ بهشت و دوزخ منم و سدی که ذو القرنین بسته منم و ذو قرن را برای اسکندر قرار داده بودم که به آن مشهور شده بود اگر خواہی که خاتم سلیمان بتو نمایم دست در بغل کرده انگشتری بر آورد از طلای احمر و نگینش بود از یاقوت سرخ فرمود ای فرزند من این خاتم سلیمان است نامهای ما است که در و نقش کرده اند

سلمان گوید تعجب حضار زیادہ شد بحدیکہ گویا اور اانمی شناختند پس فرمود لہٰذا از مثل من عجب نیست بخدا سوگند کہ بنمایم امروز بشما آنچہ پیش ازین شما ندیدہ باشید پس امام حسن گفت آرزوی ما آنست کہ سد ذوالقرنین را بما نمای پس آنحضرت باد را امر فرمود کہ ما را آن طرف کہ حسن می خواہد بہ برو مقارن آن از باد آوازی چون آواز رعد بمار سیدہ و ما را برداشتہ بہ ہوا برد و امیر المومنین علیہ السلام بران کرسی نشستہ از پی ما می آمد تا باد ما را بہ کوہ بلندی رسانید درختی عظیم بران کوہ بود خشک شدہ و برگہایش ریختہ یکی از ما گفت یا امیر المومنین این درخت را چہ رسیدہ کہ اوراقش ریختہ آنحضرت فرمود کہ از وبہ پرسید تا حال خود بگوید امام حسن پیش نمود و از درخت سوال کرد کہ مالک ایتھا الشجرہ یعنی چہ شدہ است ترا ای درخت کہ سبزی از تو رفتہ و برگ ریختہ جواب نداد امیر المومنین فرمود اجبھم باذن اللہ ایتھا الشجرۃ و اخبر ھم بخبر ای درخت بہ فرمان الٰہی جواب ایشان بگو سلمان گوید بخدا قسم کہ درخت متکلم شد و گفت لبیک لبیک یا وصی رسول اللہ خلیفۃ من بعدی و خطاب با امام حسن کرد کہ ہر شب فرقت سحر پدرت بہ نزد من می آمد و دو رکعت نماز گزاردہ بہ تسبیح و تقدیس حق تعالیٰ مشغول می شد و می رفت و آمدن و رفتنش بر کرسی نور میان ابر سفید می بود کہ از ان بوی مشک اذفر مشام می رسید و من از استشمام روح روح افزای آنحضرت و آن نور سرسبز و باطراوت می بودم و اکنون چہار شب شدہ کہ تشریف از رانی نہ فرمودہ از مفارقت پدرتست کہ کہ حالم بدین مرتبہ رسیدہ اگر از ایشان استدعا کنی کہ لطف خود ازین مہجور دور ندارد آمدن او مرا بحال خود باز می آرد پس شاہ ولایت بہ نزد آن درخت رفتہ دو رکعت نماز گذاردہ دست مبارک بران درخت مالید سلمان گوید کہ بخدا قسم کہ ازان درخت کہ مشتاق نہ برخاست فی الفور سبز شدہ و برگ آوردہ میوہ بیرون کرد پس آنحضرت بر کرسی خود قرار گرفت و ما را برداشتہ بلند شد بہ حدی کہ

دنیا تمامی در نظر ما سبزی می نمود در هوا فرشته دیدیم سر او در زیر قرص آفتاب و پای در قعر محیط و یک
دست در مشرق و یکی در مغرب از علی علیہ السلام پرسیدیم کہ این کیست فرمود بحکم خدا من او
درین موضع نصب کردہ ام و بہ تاریکی شب و روشنای روز موکل ساختہ و چنین خواہد بود تا روز
قیامت پس باد ما را بہ نزد یاجوج بردو آنحضرت علیہ السلام یا با بر خطاب نمود کہ اهبطی تحت
هذا الجبل یعنی ای ابر در زیر کوہ فرود و آن کوہ بلند ظلماتی گویا شی بود سیاہ بوی دود آنجا مشام می
رسید یاجوج را دیدیم و از کثرت ایشان تعجب نمودیم و ایشان را سہ صنف دیدیم کہ یکی طول ایشان
بست گز و عرض دہ گز و صنفی طول صد گز و عرض ہفتاد گز و صنفی یک گوش را لحاف و دیگر را دواج می
کردند یکی از حال آنہا پرسید حضرت علیہ السلام فرمود حاکم این جمع نامحصور منم و ہمہ در حکم من اند
پس بہ باد حرفی گفت باد ما را برداشت بکوہ قاف رسانید کوہی دیدیم چون یاقوت سرخ کہ محیط ہمہ
دنیا بود و فرشتہ بہ شکل آدم بروی موکل چون آن فرشتہ را چشم بر ما افتاد گفت السلام علیك یا
امیر المؤمنین پس رخصت طلب کرد کہ مطلب خود را عرض کند آنحضرت فرمود کہ رخصت
زیارت برادرت و مصاحبت می خواہی برو رخصت دادم پس فرشتہ بسم الله الرحمن
الرحیم گفتہ راہی شد بعد از آن درختی دیدیم چون درخت اول بہ ہمان طریق سوال و
جواب واقع شدہ درخت گفت "ثلث اول شب علی علیہ السلام نزد من می آمد و پس از نماز و تسبیح و
تقدیس بر ابری سوار شدہ می رفت و من سبز و خورم بودم چہل روز است کہ فیض قدوم از من گرفتہ و جسم
گداختہ و اوراقم فرو ریختہ از مفارقت اوست و امام حسن التماس نمود حضرت دست مبارک بر و کشید
درخت گفت "اشهد ان لا الـه الا الله و ان محمدا رسول الله و انك امیر
المؤمنین فی الامة المبارکة الطیبة وصی رسول رب العالمین من تمسك

بك نجى و من تخلف عنك هوى" پس آن سبز و خورم شد و طراوت یافت و ما در زیر آن ساعتی آرام گرفته پرسیدیم که یا امیر المومنین آن فرشته کجا رفت فرمود که دیروز بر خیل ظلمت که عبور نمودیم فرشته که بران موکل است رخصت زیارت این فرشته طلبیده بود امروز این رفت که تدارک آن نماید یکی از یاران گفت که مگر ملائکه همه باذن شما از محل و مکان خود حرکت می کنند فرمود بخدای که آسمانها را بی ستون آفریده که هیچ یک قدرت ندارد که بی رخصت من از جای خود حرکت نماید و اگر بی اذن من بقدر نفسی حرکت نماید حضرت رب العزت ببرق غضب خود آن را بسوزد و بعد از من فرزندم حسن و بعد از و حسین و بعد از و نه کس از اولاد او که نهم ایشان قائم آل محمد است صلی الله علیه و علیهم این حال دارند و هیچ ملکی از ملائکه مقربین را حد نه باشد که یک نفس بی اراده ایشان بر آرد یکی نام فرشته که موکل قاف است پرسید فرمود برخائیل من گفتم یا امیر المومنین نه ما دیروز در خدمت شما بسر بردیم کدام وقت نزول اجلال دران کوه شده بود فرمود چشم خود را به پوشانید پوشانیدیم امر بکشودن کرد کشودیم خود را در مملکتی دیگر یافتیم گفتیم "ان هذا الشی عجاب" فرمود ملک الموت در قبضه اقتدار من است که شما را طاعت اخلاع بران نیست و مع ہذا من بنده قائم چون مخلوقات دیگر و در اکل و شرب و خواب و نکاح مانند دیگران و اگر اندکی از آنچه من می دانم بدانید دلهای شما تاب شنیدن آن ندارد و بدانید که اسم اعظم حق تعالی هفتاد و سه حرفست نزد آصف برخیا که تخت بلقیس را بیک چشم زدن آورد نزد سلیمان یک حرف بود نزد من هفتاد و دو حرف و یک حرف علم غیب است که مخصوص ذات اوست "و لاحول و لاقوة الا بالله العلی العظیم" شناخت هر که مرا شناخت و منکر شد هر که مرا منکر شد پس آن ابر را امر فرمود که ما را با بافی رساند که در سبزی و خوشی با روضه بهشت برابری نماید در آن جا جوانی را در میان دو قبر مشغول دیدیم گفتیم یا امیر

مومنین این جوان کیست فرمود برادر من صالح نبی است و این دو قبر از پدر و مادر اوست و چون
ستم صالح بر صالح المومنین افتاد بیتابانه پیش آمد و سینه بی کینه آنحضرت را بوسید و گریه کنان بخشو
ر آمد آنحضرت او را تسلی می داد پرسیدیم که صالح چرا می گرید فرمود که ازو بپرسید امام حسن فرمود
ایها السعید الصالح" چه چیز ترا می گریاند فرمود که پدرت هر روز وقت طلوع صبح نزد من می
آمد و با هم نماز می کردیم و باعث نشاط و رغبت من بود در عبادت امروز ده روز است که تشریف
نیاورده چون او را ندیدم طاقتم نماند گفتم یا امیر المومنین این عجب تر است ما هر روز صبح در خدمت شم
سر می بریم چگونه بی اطلاع ما اینجا آمده با حضرت صالح نماز می کنی فرمود که اگر خواهید سلیمان را
زیارت کنید گفتم یا امیر المومنین ما را آرزوی ایشت شاه ولایت برخاست روانه شد در خدمتش به
بستانی رسیدیم که کسی مانند آن نشنیده و ندیده آبهای جاری و مرغان خوش الحان و فواکه بسیار چون
آن مرغان را چشم بر آنحضرت افتاد دور او را فرو گرفتند و پر می زدند و طواف می کردند و در میان
بهشت تختی از فیروزه دیدیم جوانی بر رو خوابیده و دستهای خود بر سینه نهاده و دو مار بالای سر و پایین
پای او قرار گرفته چون ماران آنحضرت را دیدند در قدم او غلطیدند گفتیم یا امیر المومنین این جوان
کیست فرمود سلیمان انگشتری را از انگشت خود بر آورده در انگشت او کرد و گفت "قم باذن
الله الذی یحی العظام و هی رمیم فی الحال سلیمان علیه السلام برخاست و گفت اشهد
ان لا اله الاالله وحده لاشریک له و ان محمدا عبده و رسوله ارسله
بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله و لوکره المشرکون و اشهد
انک وصی رسول الله الهادی المهدی الذی سالت الله بمحبة و محبة
اهلبیته ما اتانی الملک" یعنی گواهی می دهم که خدا سزای پرستش یکیست و او را شریکی نیست،

بدرستیکه محمد بنده اوست وفرستاده او واو را فرستاد برهنمائی واظهار کردن دین حق وبر دین غیر دین اوست باطل باشد ودین او ناسخ دین ها باشد اگرچه مشرکان زین معنی کراهیت داشته باشند وگواهی می دهم که تو وصی وجانشین رسول الله وتوئی راهنماینده وراه یافته که بوسیله تو سوال کردم من از حق تعالی محبت تو ومحبت اهلبیت تو وبه من حق تعالی آنچه داده از ملک وبادشاهی مثل آن هیچ یک از اولاد آدم نداده بود اگر محبت تو شفیع نمی ساختم آن سلطنت وبزرگی به من عطا نمی فرمود پس زمانی آن سرور نزد سلیمان علیه السلام نشست به پابوس آن پیغمبر مشرف شدیم پس سلیمان را وداع نموده بر خاست وسلیمان بحال خود برگشت وما پرسیدم که یا امیر المومنین شما را علمی بانچه در پس کوه قاف است هست فرمود که خلاق عالم وموجد بنی آدم چهل عالم در عقب کوه قاف آفرید که هر عالمی چهل برابر دنیا باشد وعلم من بماورای کوه همچو علم من است بحال این دنیا وآنچه درین دنیا است بعد رسول خدا صلی الله علیه وآله وسلم نگهدارنده آن عالمها منم وهمچنین بعد از من اولاد من حافظ شریعت نبوی ووارث علم مصطفوی خواهند بود تا روز قیامت ومن داناترم براهها که در آسمان هاست وراهها که در زمین است وما ئیم اسم مکنون واسم مخزون الهی وما ئیم اسماء حسنی که چون خدا را به آن اسماء به خوانند وما ئیم صاحب آن نامها که بر عرش وکرسی بنشسته است وما ئیم قسمت کننده بهشت و دوزخ واز ما تعلیم گرفته ان ملائکه آسمانها تسبیح وتقدیس وتهلیل وتکبیر وتوحید الهی وما ئیم آن کلماتی که چون آدم علیه السلام را تلقین نمود توبه اش قبول شد ومن می دانم این امور عجیبه واسرار عجیبه را ببرکت اسم اعظم که اگر به برگ زیتون به آن حرفی به نویسند ودر آتش اندازند نسوزد وظرا وآتش میل پژمردگی نه کند وبر کجا است روشنی روز از نامهائی نامی ماست واسامی مارا چون بر آسمان نقش کردند بی ستون استقامت یافت وزمین به آن منقش گشته مسطح شد وچون بر باد خوانند در حرکت آمد وبر برق

نوشتند لمعان شد و بر رعد رقم نمودند خاسته شد و بر جبه اسرافیل نقش کردند متکلم بکلام سبوح قدوس رب الملائکه والروح گردید و چون کلام معجز نظامش به این مقام رسید فرمود چشمهای خود را به پوشید پوشیدیم باز گفت بکشائید بکشادیم و خود را در شهری دیدیم مشتمل بر بازارها معمور و قصرهای رفیع مردمش در نهایت بلندی قامت و کمال استقامت بر یکی چون نخلی پس فرمود که این گروه از بقیه قوم عاد اند که هنوز در کفر و ضلالت و ظلم و جهالت گرفتار اند و ایمان برب ارباب و روز حساب نه دارند و شهر ایشان از شهرهای مشرق بود من بامر خالق بی چون قلع و قمع انها نموده به این مکان شان نقل نمودم تا شما را در پنجابه ببیند و شما بران مطلع گشتید و من داعیه دارم که با این گروه مقابله نمایم پس آن قوم را بوحدانیت خدا و رسالت محمد مصطفی صلی الله علیه وسلم و ولایت خود دعوت نمود ایشان ابا نمودند و بسیاری را بکشت و چون خوف ما را مشاهده نمود نزد ما آمده دست مبارک را بر سینه ما مالید خوف از ما زائل شد بار دیگر به آواز بلند ایشان را به اسلام خواند ایمان نیاوردند برق و صاعقه ظاهر شد و چیزی چندی خواند که ما نه فهمیدیم و ما را چنان مشاهده می شد که این برق و رعد و صاعقه از دهن آنحضرت بر می آمد و چندان صدهای هولناک پدید آمد که ما گفتیم البته آسمان بر زمین آمده کوه‌های از هم فرو می ریزد تا آنکه یک متنفس از ایشان نماند و چون از مجادله آن قوم فارغ شد و آن رعد و برق برطرف شد استدعا نمودیم که یا امیر المومنین ما را بوطن باز رسان که زیاده برین طاقت مشاهده این امور نداریم آن ابر را طلبید بران سوار شدیم و آنحضرت متکلم بکلامی شد باد ما را به هوا برده بجای رسانید که دنیا بقدر درهمی معاینه می کردیم و بعد از لمحه خود را در خانه امیر المومنین دیدیم از همان مکان که مسافر شده بودیم و چون فرود آمده نشستیم بانگ موذن شنیدیم که اذان ظهری می گفت یا اول صبح بود از طلوع آفتاب راهی شده بودیم که در پنج ساعت پنجاه ساله راه را طی نمودیم و

چون مارا متعجب دید فرمود بہ خدای کہ نفس من بہ ید قدرت است کہ اگر خواہم شارو در طرفۃ العین در ہمہ آسمانہا و زمینہا بگردانیم و بران قادرم و این قدرت عظیمہ باذن خالق البریہ واز برکت خیر الخلقیہ یافتہ ام و منم ولی و وصی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حین حیات و در زمان رحلت ولیکن اکثر مردمان نمی دانند سلمان گفت "لعن الله من غصب حقك و خمدك و اعرض عنك ضاعف العذاب الاليم انتهى بلفظه"

خلاصہ حدیث بساط

خلاصہ یہ کہ ابن بابویہ قمی اپنی سند سے حضرت سلمان فارسی سے یوں روایت کرتے ہیں کہ سلمان فرماتے ہیں کہ ایک روز میں اپنے مولا اور سردار امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر تھا اس وقت عمر ابن خطاب کے ہاتھ پر لوگوں کی بیعت کا بازار گرم تھا میرے علاوہ خدمت مبارک امیر المومنین میں دونوں صاجزادی یعنی حسنین علیہما السلام حاضر تھے اور محمد ابن الحنفیہ اور محمد ابن ابی بکر عمار بن یاسر اور مقداد بن اسود بھی موجود تھے باتیں آپس میں ہو رہی تھیں تذکرہ باہم دگر ہر قسم کے کیے جاتے تھے اتنے میں حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا کہ ای امیر المومنین اور اے امام المسلمین اللہ تعالی نے سلیمان ابن داؤد کو عجیب سلطنت بخشی کچھ اس میں سے خدائے تعالی نے اپنے وصی یعنی آپ کو بھی عنایت کی حضرت شاہ سریر ولایت مسکرائے اور فرمایا قسم کھاتا ہوں میں اس معبود کی کہ جو دانہ خشک کو زمین سے اگاتا ہے اور حلف کرتا ہوں اس قادر مطلق کا کہ جس نے آدم کو خاک سے پیدا کیا ہے کہ جو سلطنت تیرے باپ کو دی ہے سلف میں نہ کسی وصی کو دی اور نہ کسی ولی کو عطا فرمائی

اور نہ اب آئندہ کسی کو دے گا پس امام حسن اور ان کے ساتھ حضار مجلس نے عرض کیا کہ یا حضرت ہم چاہتے ہیں کہ جو کچھ خدائے تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے اس میں سے کچھ ہم کو بھی دکھلایئے تاکہ ایمان ہمارا زائد ہو اور علم و ایقان ہمارا قوی سید اوصیا نے فرمایا کہ اچھا ہم تمہیں کس قدر دکھلاتے ہیں اور یہ کہہ کر دو رکعت نماز فوراً ادا فرمائی اور بعد نماز کے کچھ کلمہ ایسے فرمائے کہ حضار مجلس کی سمجھ میں نہ آئے اور ہاتھ کو طرف مغرب کے بڑھایا ایک لمحہ کے بعد جو ہاتھ کو کھینچا تو حضارین نے آپ کے ہاتھ پر ایک ٹکڑا ابر کا دیکھا اس کو وہیں رکھ کر پھر اپنے ہاتھ کو طرف مغرب بڑھا دیا کہ معاً دوسرا ٹکڑا مشتاقین کو دکھا دیا حضرت سلمان اس وقت پکار کر کہنے لگے کہ بیشک خدا ایک ہے اور اس کا رسول حق ہے اور بے شبہ تم اس کے وصی ہو جو کوئی شک کرے گا تمہاری وصایت وخلافت میں ہلاک ہوگا اور جو تمہاری پیروی کرے گا نجات پائے گا پھر وہ دونوں ابر پھیل گئے آپ نے سب حاضرین سے فرمایا کہ اٹھو اور بیٹھ جاؤ اس بساط یعنی فرش پر سب لوگ ایک ابر پر بیٹھ گئے اور حضرت دوسرے ابر پر سوار ہو گئے آپنے پھر کچھ کلمہ فرمائے کہ کسی نے ان کو نہ سمجھا اور اشارہ ابر کو طرف مغرب کے کیا اسی وقت ہوا ابر کے نیچے آ گئی اور بآہستگی تمام ابر کو اڑا کر پہاڑوں کی طرف لے چلی اس وقت جو ہم نے حضرت کو دیکھا تو آپ زرد جامہ پہنے ہوئے تھے اور ایک تاج یاقوت کا سر پر رکھے ہوئے تھے اور نعلین مبارک کے بند بھی یاقوت کے بنے ہوئے تھے اور ایک انگوٹھی مروارید کی بھی زیب دست مبارک کئے ہوئے تھے اور ایک کرسی نور پر تشریف فرما تھے امام حسن علیہ السلام حضرت امیر المومنین سے عرض کیا کہ تمام مخلوقات بوجہ انگشتری کے سلیمان علیہ السلام کے مسخر تھی اور آپ کی کس وجہ سے مطیع ہوئے آپ نے فرمایا کہ اے بیٹے میرے میں اللہ کا منہ ہوں میں اللہ کی آنکھ ہوں میں اللہ کی زبان ہوں میں اللہ کا ولی ہوں میں

اللہ کا نور ہوں کہ نہیں بجھا سکے گا کوئی مجھ کو میں اللہ کی حجت ہوں اس کے بندوں میں اللہ کا خزانہ ہوں اس کی زمین میں میں بانٹنے والا جنت اور دوزخ کا ہوں میں ذوالقرنین کی دیوار ہوں تم کو ہم سلیمان کی بھی انگوٹھی دکھائی دیتے ہیں فوراً آپ نے ہاتھ بغل میں کیا انگوٹھی سلیمان کو معاً دکھا دیا طلائے سرخ کی تھی اور نگینہ یاقوت سرخ کا فرمایا اے بیٹی یہ انگوٹھی تھی سلیمان کی ہمارے ہی نام اس پر بھی منقوش ہیں سلمان فارسی کہتے ہیں کہ حاضرین اور زیادہ متعجب ہوئے آپ نے فرمایا ابھی سے تم کیا تعجب کرتے ہو ہم آج تم کو وہ عجائبات دکھائیں گے کہ تم نے کبھی نہ دیکھے ہونگے حضرت امام حسن نے فرمایا کہ ہم کو دیوار ذوالقرنین کی دکھایئے آپ نے ہوا کو حکم کیا کہ اسی طرف کو چل معاً ہوا میں سے ایک آواز مشابہ رعد کے نکلی اور ہوا اسی طرف کو لے چلی یہاں تک کہ ایک پہاڑ پر پہونچایا اس پر ایک درخت عظیم کھڑا ہوا دیکھا مگر خشک ہو گیا تھا حضرت امام حسن نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اس درخت کو کیا ہو گیا آپ نے فرمایا کہ اسی سے نہ پوچھ لو آپ نے اس وقت درخت سے پوچھا کیا ہوا تجھ کو اے درخت جو خشک ہو گیا اس نے کچھ جواب نہ دیا تب امیر المومنین نے فرمایا جواب کیوں نہیں دیتا جواب دے حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اسی وقت درخت بولنے لگا اور کہنے لگا حضرت امام حسن سے کہ تمہارے باپ ہر شب وقت سحر کے کرسی نور پر بیٹھ کر ابر پر سوار ہو کر میرے پاس آیا کرتے ہیں اور ان کی خوشبو سے میں تروتازہ رہتا تھا چار شب سے حضرت تشریف نہیں لائے اس جدائی سے میرا یہ حال ہوا اور اس مفارقت سے میں خشک ہو گیا میری سفارش حضرت سے کردو کہ مجھ کو مجبور نہ کریں امیر المومنین نے دو رکعت نماز اس درخت کے نیچے پڑھی اور ہاتھ اپنا اس پر پھیر دیا وہ اسی وقت سر

سبز میوہ دار ہو گیا پھر کرسی نور پر بیٹھے اور وہاں سے چلے سلمان فارسی کہتے ہیں کہ ہوا میں ایک
فرشتہ دیکھا سر اس کا آفتاب کے قرص کے نیچے تھا اور پاؤں قعر محیط میں ایک ہاتھ اس کا مشرق
میں اور ایک مغرب میں امیر المومنین سے ہم نے پوچھا یہ کون ہے فرمایا کہ میں نے اس کو خدا
کے حکم سے اسی مقام پر مقرر کیا ہے اور رات و دن کی تاریکی اور روشنی پر موکل ٹھہرایا ہے قیامت
تک یہ ایسا ہی رہے گا پس ہوا ہم کو یاجوج و ماجوج کے پاس لے گئی حضرت امیر نے ابر سے فرمایا
کہ ہم کو اس پہاڑ کے نیچے اتار وہ پہاڑ بہت تاریک تھا قوم یاجوج کی تین قسمیں تھیں بعضے تو بیس
گز کے لمبے اور دس گز کے چوڑے تھے اور بعضے سو گز کے لمبے اور ستر گز کے چوڑے اور بعضے
ایسے تھے کہ ایک کان اپنا اوڑھتے تھے بجائے لحاف کے اور ایک بچھاتے تھے بجائے توشک کے
حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ حضرت ان کا حاکم کون ہے جناب امیر نے فرمایا کہ اس قوم
بیشمار کا میں حاکم ہوں اور یہ سب میرے محکوم ہیں پھر آپ نے کچھ کلمے ہوا سے فرمائے ہوا ہم کو
کوہ قاف کو لے گئی وہ پہاڑ یاقوت سرخ کا تھا اور تمام زمین کو گھیرے ہوئے تھا ایک فرشتہ بشکل
آدمی کے اس پر موکل تھا جس وقت اس نے ہم کو دیکھا حضرت کو سلام کیا اور رخصت چاہی آپ
نے اس کو رخصت دی چلدیا پھر ایک درخت مثل درخت اول کے دیکھا اس سے بھی وہی سوال و
جواب واقع ہوئے درخت نے کہا کہ حضرت امیر ہر شب اول رات میں میرے پاس آ کر نماز
پڑھتے ہیں چالیس روز سے نہیں آئے اس واسطے سوکھ گیا ہوں حضرت امام حسن نے حضرت
امیر سے سفارش کی آپ نے ہاتھ اپنا اس پر پھیر دیا وہ درخت گواہی دینے لگا خدا رسول و اس
کے وصی کی اور سرسبز ہو گیا حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ یا حضرت سب ملائک آپ کے حکم
میں ہیں آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ بے اذن میرے کوئی فرشتہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا

اگر کرے تو خدائے تعالےٰ اپنے آتش غضب سے اسے جلادے اور بعد میرے حسن کو اور ان کے بعد حسین کو اور ان کے بعد نو آدمیوں کو میری اولاد سے کہ نویں ان کے قائم آل محمد ہونگے یہی حکومت حاصل ہوگی ملائکہ مقربین سے کوئی دم نہ مار سکے گا بے ان کے اذن کے کسی نے پوچھا کہ حضرت کوہ قاف کے موکل کا کیا نام ہے فرمایا کہ برخائیل پھر آپ نے حاضرین سے فرمایا آنکھیں بند کرو سب نے بند کرلیں فرمایا کھول دو سب نے کھول دیں تمام حاضرین نے اپنے آپ کو ایک دوسرے ملک میں پایا اس وجہ سے اور زیادہ تعجب آیا آپ نے فرمایا کہ ملک الموت میرے اختیار میں ہے باوصف اس کے کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور جو کچھ میں جانتا ہوں تھوڑا سا بھی تم کو سناؤں تو تمہارے دل سننے کی تاب نہ لاسکیں گے پھر فرمایا آپ نے کہ اسم اعظم کے تہتر حرف ہیں وزیر سلیمان علیہ السلام آصف برخیا کو ایک حرف معلوم تھا جس کی وجہ سے وہ تخت بلقیس کو اڑا لایا تھا اور مجھ کو ستر اور دو بہتر حرف معلوم ہیں البتہ ایک حرف علم غیب ہی کہ وہ مخصوص خدا کے ساتھ ہے پہچانا مجھ کو جس نے پہچانا اور منکر ہوا جو منکر ہوا وہاں سے پھر ابر نے ایک باغ میں پہونچایا کہ وہ مثل بہشت کے تھا اس میں ایک جوان کو ہم نے دیکھا کہ دو قبروں کے درمیان میں بیٹھا تھا ہم نے عرض کیا کہ حضرت یہ کون شخص ہے آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارے بھائی صالح نبی ہے اور یہ دونوں قبریں ان کے ماں باپ کی ہیں حضرت صالح دیکھتے ہی حضرت علی کو بے تابانہ دوڑے اور حضرت کے سینہ کے بوسہ لینے لگے اور ڈیک مار کر رونے لگے اور شکوہ وشکایت کرنے لگے آپ نے ان کی تسکین کردی ہم نے پوچھا کہ یا حضرت صالح کیوں روئے آپ نے فرمایا انہیں سے پوچھ لو حضرت امام حسن نے پوچھا کہ تم کیوں رودئے انہوں نے کہا کہ تمہارے باپ ہر روز وقت صبح کے میرے پاس آکر میرے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اس وجہ سے

میں محظوظ اور مسرور رہتا تھا آج دس روز ہوئے کہ آئے نہیں تھے ہم نے کہا کہ اے امیرالمومنین ہم روز وقت صبح کے آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں آپ کیوں کر یہاں آ کر حضرت صالح کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ سلیمان کو دیکھو گے ہم نے کہا ہماری بھی یہی آرزو تھی حضرت وہاں سے روانہ ہوئے ایک باغ میں پہونچے کہ کسی نے اس کے مثل نہ دیکھا ہوگا تمام جانور اس کے حضرت کا طواف کرنے لگے درمیان بہشت کے ایک تخت فیروزہ پر ایک جوان سو رہا تھا اور دو سانپ اس کے سر اور پیر کے پاس بیٹھے تھے دونوں سانپ حضرت کے قدموں پر لوٹنے لگے ہم نے پوچھا کہ حضرت یہ کون شخص ہے کہ جس کے سرہانے اور پائیں دو سانپ ہیں آپ نے فرمایا یہی سلیمان ہیں آپ نے انگوٹھی اپنے ہاتھ سے اتار کر ان کے ہاتھ میں پہنا دی اور فرمایا کہ اٹھ تو اس کے حکم سے جو بوسیدہ ہڈیوں کو جلاتا ہے فوراً سلیمان علیہ السلام اٹھ بیٹھے اور گواہی خدا و رسول و اس کے وصی کی دینے لگے اور کہنے لگے میں نے آپ کے واسطہ سے سلطنت پائی تھی اگر آپ کا توسل نہ ہوتا تو یہ سلطنت مجھ کو کبھی نہ ملتی پھر حضرت سلیمان سے رخصت ہوئے اور وہ بدستور مردہ ہو گئے حاضرین نے عرض کیا کہ یا حضرت امیر کوہ قاف کے بعد کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ چالیس عالم ہیں ہر عالم مثل اس جہان کے ہیں مجھے سب کا علم ہے اور بعد رسول خدا کے میں عوالم کا حاکم ہوں اور بعد میرے میری اولاد حافظ شریعت نبوی اور وارث علم مصطفوی ہوگی اور ہم آسمان کی بھی راہیں جانتے ہیں اور زمین کے راستہ بھی پہچانتے ہیں اور ہم خدا کے اسماء حسنیٰ ہیں اور ہم دوزخ و جنت کی تقسیم کرنے والے ہیں اور فرشتوں نے ہم ہی سے تسبیح و تہلیل سیکھی ہے آدم کے کلمات ہم ہی ہیں کہ جس سے آدم کی توبہ مقبول ہوئی ہمارے ہی نام عرش پر لکھے ہیں ہمارے ہی ناموں کے سبب سے آسمان بے ستون کے قائم ہے

زمین پر ہمارے نام منقوش ہیں ہم اسم اعظم کو جانتے ہیں ہمارے ہی نام عرش پر لکھے ہیں ہمارے نام جب ہوا پر لکھے گئے چلنے لگے اور برق پر پڑھے گئے تو وہ چمکنے لگی رعد پر منقوش ہوئی تو وہ عاجزی کرنے لگے پھر حضرت نے فرمایا کہ آنکھیں بند کرو بند کرلیں پھر کہا کھول دو کھول دیں ہم نے دیکھا کہ ایک شہر عظیم الشان میں پہونچے آپ نے فرمایا کہ قوم عاد کے باقی ماندہ لوگ اسی میں آباد ہیں ابھی تک کفر میں گرفتار ہیں میں ہم نے سب کا قلع قمع کردیا تھا البتہ یہ شہر رہ گیا ہے میں دعوی رکھتا ہوں کی اس گروہ سے اکیلا مقابلہ کروں گا یہ کہہ کر آپ نے ان لوگوں پر خدا کی وحدانیت اور رسول کی رسالت اور اپنی ولایت کو پیش کیا انہوں نے انکار محض کیا آپ نے ذو الفقار سے اکثر کو قتل کردیا پھر آپ نے جب ہم لوگوں کو خائف دیکھا ہمارے پاس چلے آئے اور سینوں پر ہاتھ پھیرا وہ خوف زائل ہوگیا پھر آپ نے قوم عاد کے لوگوں پر باواز بلند اسلام کو پیش کیا انہوں نے پھر انکار محض کیا اس وقت آپ کے منھ سے صاعقہ و برق و رعد نکلنے لگے اور سخت آوازیں ظاہر ہونے لگیں وہ لوگ اس صدمہ سے سب مر گئے جب آپ ان لوگوں سے فارغ ہوئے تب ہم نے کہا کہ اے امیر المومنین ہم کو ہمارے وطن پہونچا دیجئے اب ہم لوگوں میں طاقت کسی امر کے مشاہدہ کی نہیں ہے حضرت نے ابر کو بلایا اور کچھ کلمہ فرمائے کہ ہم نہ سمجھے ہوا ہم کو اس مقام تک لے گئے کہ دنیا وہاں سے ایک درہم کی مانند معلوم ہوتی تھی بعد ایک لحہ کے ہم وطن پہونچ گئے اسی وقت موذن نے ظہر کی اذان دی تھی وقت طلوع آفتاب سے ہم نے سفر کیا تھا ظہر کے وقت آ گئے اتنی دیر میں پچاس برس کی راہ طی کی حضرت نے جب ہم کو متعجب دیکھا فرمایا میں تم کو پلک مارنے میں تمام زمین و آسمان کو دکھا سکتا ہوں یہ قدرت خدا نے مجھ کو بخشی ہے میں ولی و وصی ہوں رسول کا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں سلمان نے کہا کہ اللہ لعنت کرے

اس شخص پر جس نے تمہارے حق کو غصب کیا فقط۔

اے گروہ شیعہ اور اے فرقہ امامیہ دیکھو اس حدیث بساط کو اور خیال کرو جناب مرتضوی کے اقتدار اور اختیار کو کہ ہر شی آپ کے محکوم ہر چیز آپ کو معلوم تمام مخلوقات کے آپ حافظ جمیع بندگان خدا کے آپ واعظ ملائکہ آپ کے قبضہ قدرت میں موکلیں آپ کی ملکیت میں بہشت کے جانور آپ کا طواف کریں حضرت سلیمان کے سانپ آپ کے قدموں پر لوٹیں زمین و آسمان کی ایک ساعت میں آپ سیر کریں ابر و ہوا بغیر آپ کے حکم کے حرکت نہ کریں فرشتہ آپ کے بے اذن جنبش نہ کریں درختوں کو آپ سرسبز کریں مردوں کو آپ زندہ فرمادیں انبیا آپ کے وصی ہونے کا اقرار کریں نباتات آپ کے ولی ہونے کا اظہار کریں تینوں قسمیں یاجوج و ماجوج کی آپ کے ہوا خواہ چالیسوں عالم کوہ قاف کے آپ کے خیر خواہ فرشتہ روشنی و تاریکی کا آپ کا تابعدار موکل کوہ قاف کا آپ کا فرماں بردار رعد آپ کے دہن میں کڑکے برق آپ کے منہ سے چمکے ذوالفقار آپ کے کفار کو ایک دم میں تباہ کرے صاعقہ آپ کے فجار کو ایک لحمہ میں خاک سیاہ کرے الغرض ہر طرح سے قدرت آپ کا ساحل تھی اور ہر نوع سے مقدرت آپ کی کامل تھی پھر صحابہ کرام سے تقیہ کرنے کی آپ کو کیا ضرورت تھی اور خلفائے عظام سے مذہب چھپانے کی کیا حاجت تھی جو آپ اور آپ کے امام اعظم فرماتے ہیں کہ حضرت علی متعہ کے حرام ہونے کو تقیۃً کہتے ہیں گو کہ اس حدیث بساط میں جناب مخاطب اور ان کے ہم مشرب کی تبکیت اور اسکات کے واسطے بہت فوائد ظاہر ہوتے ہیں مگر ہم بہ نظر اختصار چند امور کا استفسار کرتے ہیں۔

اول یہ کہ آپ نے قوم یاجوج وماجوج کو کہ جن کے سو سو گز کے لمبے قد اور ستر ستر گز کے چوڑے سینہ اور کان ایسے کہ ایک اوڑھیں اور ایک کو بچھائیں کیوں نہ حکم فرمادیا کہ دین محمد کو خس وخاشاک سے صاف کرو مرتدین سے پاک کرو شریعت محمدی کی معاونت کرو دین احمدی کی اعانت کرو افسوس صد افسوس کہ جو لوگ خدا کے حکم کو رد کریں اہلبیت پر جبر کریں شریعت کو بدل دیں طریقت کو پلٹ دیں جناب سیدہ پر تازیانہ لگائیں بضعۂ رسول پر تجتیں کرائیں ان سے جناب مرتضوی باوجود اس اقتدار کے کچھ بھی نہ فرمائیں اور فرمانا کیسا ان کے حکموں کو تسلیم کریں ان کے فرمانوں کی تائید کریں اس کے ہر وقت شریک رہیں ان کے ہر ساعت سہیم رہیں ان کے مسائل شرعیہ میں اقتدا کریں ان کے پیچھے نماز کو ادا کریں پس باوجود اقتدار کے دم نمارنا شریعت معظمہ میں رخنہ پڑنے دینا ملت مقدسہ میں فتنہ وفساد اٹھنے دینا خلاف کلام الہی اور مخالف حدیث رسالت پناہی ہے۔

دوسرے یہ کہ جناب مرتضوی نے جس طرح قوم عاد پر اسلام کو پیش کیا اور اپنی وصایت وولایت کو ظاہر کیا اور انہوں نے انکار محض کیا تو آپ نے اپنے ایک صاعقہ سے ان کو برباد کردیا اسی طرح خلفاء عظام پر بھی اصل شریعت نبوی اور وصایت وخلافت مرتضوی کا ظاہر فرماتے اگر وہ اقرار کرتے فبہا ومرحبا اور اگر انکار کرتے تو آپ فوراً ایک صاعقہ کو منھ سے نکال دیتے کہ وہ سب معاذ اللہ برباد ہوجاتے خصوصاً جس وقت خلیفہ دوم نے خدا کے حکم کو رد کیا تھا یعنی متعہ کے حرام ہونے کو ظاہر فرمایا تھا اسی وقت آپ اس کی حلت کو بیان فرماتے اگر لوگ مانتے بہتر وخوبتر ورنہ ایک مرتبہ مثل رعد کے آواز فرمادیتے سب معدوم محض ہوجاتے تمام جھگڑا

اٹھ جاتا اور کل قصہ فیصل ہو جاتا۔

تیسرے یہ کہ جناب مرتضوی اور ان کے متبعین قیامت کے روز روبروئے رسول خدا کے حاضر ہوئیں گے اور جناب سرور عالم ان سے استفسار فرمائیں گے کہ تم نے بعد میرے ثقلین یعنی قرآن مجید اور اہل بیت حمید کے ساتھ کیا کیا جیسا کہ تفسیر اہل بیت میں لکھا ثم ترد علی رائه مع امام المتقين و سيد المرسلين قائد العز المحجلين وصی رسول رب العالمين فاقول ماذا فعلتم بالثقلين من بعدی یعنی پھر وارد ہوں گی نیچے نیزے کے ساتھ امام المتقین وسید المرسلین قائد العز المحجلین وصی رسول رب العالمین کے پس فرماتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ پوچھوں گا میں کہ کیا کیا تم نے پیچھے میرے ساتھ کتاب اللہ اور اہل بیت رسول اللہ کے معلوم نہیں کہ اس وقت اصول اہل تشیع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ استفسار رسول خدا کا کیا جواب دیں گے البتہ قرآن مجید کی نسبت کہہ سکتے ہیں اور یہ جواب عرض کر سکتے ہیں کہ آپ ہم سے کیا پوچھتے ہیں حضور تو پہلے ہی خود تحریف فرما چکے ہیں جیسا کہ مجتہد لکھنوی نے عماد الاسلام میں لکھا ہے اور ہم نے اس کو مبحث تحریف قرآن میں نقل کیا ہے لیکن اگر اہل بیت کی نسبت اپنی عاجزی و بے کسی ظاہر فرما دیں گے تو ضرور رسول خدا ارشاد فرما دیں گے کہ کاش اگر تم اس موکل کو کہ جس کا سر آفتاب کے قرص کے نیچے تھا اور پاؤں قعر محیط میں اور ایک ہاتھ شرق میں اور دوسرا غرب میں حکم کر دیتے تو کیوں بضعہ رسول پر تازیانہ لگنے پاتے اس قدر خلقت کوہ قاف کی تمہارے اقتدار میں اس کثرت سے قوم یاجوج ماجوج کی تمہارے اختیار میں اس درجہ موکلین تمہاری اطاعت میں ذوالفقار تمہاری وہ کہ جس سے قوم عاد کو

ایک لمحہ میں قتل کر دیا صاعقہ تمہارا ایسا جس کے ایک شعلہ سے صدہا آدمیوں کو دفعۃً خاک سیاہ کر دیا پھر تم کیوں کر بے یار و یاور اور کس طرح بیکس تھے بار خدایا شاید اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ جواب دیں کہ جناب سیدہ اہل بیت سے خارج نہیں جیسا کہ صاحب شافی شارح کلینی نے لکھا ہے اور ہم نے قبل میں نقل کیا ہے۔

چوتھے یہ کہ جناب مرتضوی اپنے مصاحبین کے ساتھ جس ابر پر سوار ہو کر واسطے سیر کے تشریف طرف کوہ قاف وغیرہ کے لے گئے تھے اس حالت میں کہ جب صحابہ نے شریعت محمدی کو برباد کیا ملت احمدی کا ستیاناس کیا جناب سیدہ پر ظلم و جبر کیا کیوں نہ اس ابر پر مع جناب سیدہ کے سوار ہو کر کسی ملک کو چلے گئے صحابہ کے ظلم سے نجات پاتے کفار و مرتدین کے جلسوں سے اپنے آپ کو بچاتے۔ تتمیم حضرات شیعہ جس وقت حضرت مرتضوی کے اخبار تام کو اپنی ہی کتابوں میں دیکھتے ہیں اور اقتدار عام کو اپنے ہی محدثین سے سنتے ہیں تو مجبور ہو کر حدیث وصیت کو اڑاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ بیشک حضرت علی کو غلبہ تام حاصل تھا اور تسلط تمام کامل تھا لیکن مجبور اس وجہ سے تھے اور معذور اس سبب سے تھے کہ رسول خدا نے ان کو وصیت کر دی تھی اور نصیحت فرما دی تھی کہ خلفا سے مقابلہ ہرگز نہ کرنا اور صحابہ سے مجادلۃً کبھی پیش نہ آنا گو کہ نعوذ باللہ وہ شریعت کو بدل ڈالیں اور معاذ اللہ مرتد ہو جائیں اہل بیت پر ظلم کریں تمہارے حق کو غصب کریں حلال کو حرام کریں اور حرام کو حلال کہیں تم دم نہ مارنا اور اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا مگر الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ یہ ترانہ بھی حضرات کا محض پوچ ہے اور یہ ربانہ بھی سخت لچر ہے ہم پوچھتے ہیں کہ جس وقت جناب مرتضیٰ علی نے حضرت عباس کے پرنالہ کے باب میں ذوالفقار کو کھینچا ہے

اور قنبر کو بلایا ہے اور حضرت عمر کے قتل کا ارادہ کیا ہے اور پرنالہ کو پھر اپنے مقام پر لگوایا ہے اس وقت کہاں گئی تھی یہ حدیث وصیت اور کدھر گئی تھی جناب رسول خدا کی نصیحت آپ نے کیوں نہ حضرت عباس سے کہہ دیا کہ چچا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ نے مجھ کو منع کر دیا ہے اور صاف صاف فرما دیا ہے خلفا سے مت لڑنا صحابہ سے مت بھڑنا میں کیوں کر پرنالہ لگوا سکتا ہوں اور کس طرح ان کے مقابلہ میں تلوار اٹھا سکتا ہوں حیرت تو یہ ہے کہ حضرت عباس بھی حدیث وصیت کو بھول گئے اور خدا کے رسول کی نصیحت کو فراموش کر گئے جو حضرت علی کو فساد پر برانگیختہ کیا اور خواہ مخواہ پرنالہ اپنا لگوا لیا اور جناب مرتضوی بھی چچا کی فریاد سن کر بے تکلف کھڑے ہو گئے اور جناب فاروق اعظم کے قتل پر مستعد ہو گئے علی الاعلان آپ نے کہہ دیا اور علی رؤس الاشہاد فرما دیا کہ جو کوئی اب پرنالہ کو اکھڑوائے گا اپنے سر کو تن سے جدا کروائے گا حدیث پرنالہ کو شیعوں کے قبلہ و کعبہ مجتہد دلدار علی لکھنوی کی عماد الاسلام سے ہم قبل میں نقل کر چکے ہیں افسوس صد افسوس کہ صحابہ شریعت نبوی کو منقلب کر دیں ملت مصطفوی کو بدل ڈالیں قرآن کو جلا دیں جناب سیدہ پر تازیانہ لگا دیں خدا کے حکم کو رد کریں اس پر جناب مرتضوی دم نہ ماریں سکوت محض کریں چپکے بیٹھے رہیں اور ایک پرنالہ پر یہ جوش وخروش فرمائیں کہ فوراً قنبر کو بلائیں ذوالفقار کو منگائیں لوگوں کو مسجد نبوی میں جمع کریں سب کے سامنے بیان کریں کہ اگر اب کسی نے پرنالہ کو اکھڑوایا تو میں اس کو قتل کرونگا اور دنیا سے نیست و نابود کرونگا "لاالٰہ الااللہ" کیا شریعت نبوی کا پرنالہ کے برابر بھی رتبہ نہ تھا کیا طریقت مصطفوی کا پرنالہ کے برابر بھی مرتبہ نہ تھا کیا قرآن مجید کی پرنالہ کے برابر بھی حقیقت نہ تھی کیا جناب سیدہ کی پرنالہ کے برابر بھی وقعت نہ تھی غضب تو یہ ہے کہ

حضرت عباس تھوڑے سے شکوہ پر وہ بھی مقدمہ پرنالہ میں حضرت علی بے تکلف تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور خلفاء کے قتل پر مستعد ہو گئے حضرت عباس کو گھر میں بھیج دیا اور ان کے عوض میں اپنے سینہ کو سپر کر دیا اور العیاذ باللہ حضرت سیدہ کو معاذ اللہ صحابہ زدوکوب کریں اور خلفاء منبروں پر زنا کی تہمت لگائیں پیغمبر کا گھر جلائیں بضعۂ رسول کا حمل گرا دیں اور بنت نبوی جناب مرتضوی سے فریاد کریں نالہ و زاری فرمائیں طعنہ و تشنیع کریں کہ تم کونے میں گھستے پھرتے ہو خائنوں کی طرح گھر کے اندر بھاگتے ہو بچہ رحم کی طرح پردہ میں چھپتے ہو مگر جناب اسد اللہ نے کچھ بھی نہ سنا ذرا بھی جناب سیدہ کے زار و نالہ پر خیال نہ کیا کچھ بھی طعن و تشنیع کا جواب نہ دیا نہ رسول اللہ کے بیٹی ہونے کا لحاظ کیا نہ اپنے ناموس اکبر کا پاس کیا کلیۃً سکوت محض کیا "انا للہ و انا الیہ راجعون" اے قوم شیعہ تم نے صحابہ کرام کی عداوت میں اور خلفائے عظام کی بغاوت میں اہل بیت رسول اللہ کو بھی نہ چھوڑا ان سے بھی منہ کو موڑا خوارج کے کان کترے نواصب سے بھی بڑھ گئے تم نے ہر طرح سے اپنے دین کو برباد کیا اپنے مذہب کا ستیاناس کیا علاوہ ازیں جناب مخاطب کو معلوم ہوگا اور حضرت مجیب کو یاد ہوگا کہ ہم حدیث مرتضوی بحر المناقب سے نقل کر چکے ہیں جس کا مضمون یہ اور مفہوم یہ ہے کہ ایک روز مجمع صحابہ میں جناب فاروق اعظم نے فرمایا کہ اگر میں تم لوگوں کو منہیات شرعیہ کی طرف راجع کروں اور امور مشروعہ سے باز رکھوں تو تم کیا کرو گے اور میرے ساتھ کیسے پیش آؤ گے اس امر کو تین مرتبہ فرمایا کسی نے جواب نہ دیا لیکن جناب مرتضوی نے ارشاد کیا کہ ہم تم سے توبہ طلب کریں انہوں نے کہا کہ اگر توبہ نہ کروں آپ نے فرمایا کہ ہم تمہارے سر کو چھوڑ دیں جس میں یہ تمہاری آنکھیں ہیں ہمارے مجیب صاحب

فرمائیں کہاں رہی حدیث وصیت اور کدھر گئی رسول خدا کی نصیحت جو آپ لوگ اس کو اڑاتے ہیں اور خواہ مخواہ صحابہ پر تہمتیں لگاتے ہیں اب میں اس تمیم کو معرکہ فدک پر ختم کرتا ہوں اور اس باب میں حدیث ارشاد القلوب دیلمی کو لکھتا ہوں جس کا ماحصل یہ ہے اور ملخص اس طرح سے ہے کہ خلیفہ اول نے ابوبکر اشجع کو فدک کا متولی مقرر کیا تھا بھائی اس کا حضرت علی کے ہاتھ سے مقتول ہوا تھا اس نے اہل بیت کی جاگیر کو ضبط کرلیا تھا رعایائے فدک پر ظلم بھی کیا تھا ساکنین فدک نے جناب مرتضوی سے اس کے ظلم کی کسی قدر شکایت کی اور اس کے جبر کی حکایت کی آپ بعجلت تمام سوار ہوئے اور جانب فدک راہی ہوئے عمامہ سیاہ سر پر باندھا و تلواروں کو کمر میں لگایا حضرت امام حسین اور عمار اور فضل اور عبداللہ ابن عباس کو ساتھ لیا مسجد قریہ میں قیام کیا حضرت امام حسین کو حکم ہوا کہ ابوبکر اشجع کو پکڑ لاؤ اور ابھی اپنے ہمراہ حاضر لاؤ حضرت امام حسین نے اس کو حکم سنایا کہ امیر المنین نے تجھ کو بلایا ہے اور مسجد میں طلب فرمایا ہے اس نے کہا کون امیر المومنین آپ نے فرمایا کہ ہمارے باپ اس نے کہا کہ سوائے ابوبکر کے کون مسلمانوں کا حاکم ہوسکتا ہے اور کون ان کا امام بن سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ بہتر اسی میں ہے کہ تم چلے چلو اور امیر المنین کے پاس حاضر ہو اس نے کہا کہ میں حاکم فدک ہوں اور تمہارا باپ عوام میں سے ہے حضرت نے فرمایا کہ کیوں کر ہوسکتا ہے کہ تو حاکموں میں داخل ہو اور میرا باپ عوام میں شامل ہو اس نے کہا کہ تمہارے باپ نے ابوبکر صدیق کی بیعت باکراہ کی ہے اور میں نے بطیب خاطر قبول کی ہے الغرض وہ نہ آیا آپ نے عمار کو بھیجا کہ اس کو لاؤ کہ وہ اہل ضلالت سے ہے اور ہم مثل کعبہ کے ہیں کعبہ کی زیارت کو لوگ آتے ہیں نہ یہ کہ وہ کسی کے پاس جاتا ہے عمار سے گفتگو

سخت آ گئی اور نوبت بقبضہ تلوار پہونچی جس وقت امیر المئمنین نے اس خبر کو سنا مع رفقاء کے اسی
مقام کا قصد کیا اور رفقاء جناب اس کو بذلت وخواری آپ کے سامنے لائے آپ نے اس سے
فرمایا کہ کیوں اہل بیت کے مال کو ضبط کیا اور کیوں رعایا۔فدک پر ظلم کیا اس نے کہا صدیق کی
اطاعت کو میں بہتر جانتا ہوں تمہاری تابعداری سے آپ نے اس کو سخت وسست کہا اس نے بھی
وہی جواب دیا اور یہ بھی کہا کہ تم خلفا کے حسد میں ایسی باتیں کرتے رہو گے اور آخر میں
ہلاک ہو جاؤ گے فضل کو غصہ آیا سر کو اس کے تن سے جدا کر دیا اس کے سواروں نے حضرت پر حملہ
کیا آپ نے ذوالفقار کو میان سے کھینچ لیا اور آنکھوں سے روشنی کو ظاہر کر دیا سب نے ہتھیار رکھ
دیے اور سر پیروں پر ڈال دیئے آپ نے فرمایا کہ جاؤ اور اس کا سر ابو بکر کے پاس لے جاؤ ابو بکر
نے جس وقت یہ حالت دیکھی تمام مہاجرین وانصار کو جمع کیا اور کہا کہ علی نے ہمارے تابعدار کو
قتل کر دیا سب سکتہ میں رہ گئے کسی نے کچھ جواب نہ دیا ابو بکر نے کہا کیا تم زبان نہیں رکھتے جو
جواب نہیں دیتے ایک اعرابی نے کہا کہ اگر تم مقابلہ کو چلو گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہوئیں گے
دوسرا اسی جماعت میں سے بولا کہ ملک الموت کا دیکھنا بہتر ہے علی کے پاس جانے سے ابو بکر نے
کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی جو علی سے ایسا ڈرتے ہو میرے سامنے ایسی باتیں کرتے ہو آخر کو بمشورہ
عمر خالد کو مع پانچ سو سواروں کے مقرر کیا اور کہا کہ علی نے ہمارے شیعہ کو قتل کر ڈالا ہے تم ان کو
حاضر کرو اور زندہ گرفتار کر لاؤ خالد مع پانچ سو سواروں کی پہونچے اور حضرت علی کے سامنے آئے
آپ نے فرمایا کہ اگر صنادید قریش اور قبائل حنین اور سواران ہوازن آئیں گے تب بھی ہم
مقابلہ سے منھ نہ پھیریں گے اور ذرا بھی خیال ان کی بہادری کا دل میں نہ لائیں گے خالد نے کہا

یہ کیا تمہاری حرکت تھی جو ابو بکر اشجع کی گردن بدن سے جدا کردی آگ بجھ گئی مگر تم پھر طنز کرتے ہو اور ان باتوں سے اب تک باز نہیں آتے ہو آپ نے فرمایا کہ تو اپنی شجاعت اور ابو بکر سے مجھ کو ڈراتا ہے کیا مجھ کو بھی مالک ابن نو برہ مقرر کیا ہے اگر تو کہے تو اس مسجد کے میدان میں تجھ کو مار ڈالوں اور ابھی خاک میں ملادوں خالد غصہ میں آ گئے اور جنگ پر مستعد ہو گئے آپ نے ذوالفقار کو کھینچ لیا اور خالد کے قتل کا ارادہ کر دیا خالد نے جس وقت کہ ذوالفقار کو دیکھا اور حضرت کی آنکھوں کی روشنی کو معلوم کیا فوراً الحاح کرنے لگے اور بلجاجت پیش آئے آپ نے تلوار کی نوک کو خالد کی پشت پر رکھ دیا اور خالد کو زمین پر گرا دیا خالد کے ہمراہی زاروناله کرنے لگے اور حضرت کے وصی ہونے کا دم بھرنے لگے آپ بھی بر سر رحم آ گئے اور خالد سے مزاح فرمانے لگے آپ ان سے دل لگی کرتے تھے اور وہ کمر کے درد سے مرتے تھے اور مثل تصویر کے کھڑے تھے آپ نے فرمایا تعجب ہے کہ قصۂ غدیر تجھ کو یاد نہ رہا ناکثین اور خائنین کے اتباع کو اختیار کرلی اور پھر چاہتا ہے کہ مجھ کو قید کرے اور قصد کرتا ہے کہ ہم کو گرفتار کرے کیا عمر عبدود اور مرحب کا حال نہیں یاد رہا کیا خیبر کی جنگ کو بھول گیا خالد نے کہا کہ تمہاری تلوار کی تیزی سے عرب نے تم سے بیعت نہ کی اور ابو بکر کے نرمی سے ان کی طرف رجوع کی عبارت اس کی یہ ہے "ابو بکر اشجع کان شجاعاً و کان له آخ قتل علی بن ابی طالب فی واقعة هوازن و ثقیف فلما خرج الرجل من المدینة جعل اول قصده ضیعة من ضاع اهل البیت فجاء بغتة و احتوی و علی صدقات کانت لعلی یفترس علی اهلها و کان الرجل زندیقاً منافقا فارسل اهل القریة الی امیر المؤمنین برسول

يعلمونه ما فرط من الرجل فدعى على عليه السلام بداهة و تعمم بعمامته سوداء و تقلد بسيفين و معه الحسين عمار بن ياسر و الفضل ابن عباس و عبد الله ابن جعفر و عبد الله بن عباس حتى وافى القاية فانزل عظيم القرية فى مسجد يعرف بمسجدهم و وجهه امير المؤمنين بالحسين يسئله المسير فصار الحسين فقال اجب امير المؤمنين فقال و من امير المؤمنين فقال على ابن ابى طالب فقال امير المؤمنين ابوبكر خليفة المدينة فقال الحسين اجب على بن ابى طالب الى ان قال فغضب الافضل و رمى عنقه عن جسده فاجتمع اصحابه على الفضل فسئل امير المؤمنين سفيه فلما نظر القوم الى يرتق عينه و لمعان ذى الفقار رموا سلاحهم و قالوا لطاعية فقال انصرفوا براس صاحبكم هذا الاصغر ابى صاحبكم الاكبر فانصرفوا و القوا راسه بين يدى ابى بكر فجمع المهاجرين و الانصار فقال اخاكم الثقفى اطاع الله و رسوله و اولى الامر منكم فقلدته صدقات المدينة و باهلها فعارضه على بن ابى طالب فقتله الى ان قال فغضب خالد فسئل امير المؤمنين على خالد و خفق فلما نظر الى يرتق عينيه و يريق ذ الفقار لنظر الى الموت عيانا و قال يا اباحسن لم يزد هذا افضل به امير المؤمنين بقفا براس ذى الفقار على ظهر فكسر عن دابة الى آخره" اے

قوم شیعہ دیکھو اس معرکہ فدک کو اور خیال کرو اس قتل و قتال کو کیا اب بھی تم یہی ترانہ گاؤ گے اور

یہی ربانہ بجاؤ گے کہ رسول خدا نے حضرت علی کو صبر کی وصیت کر دی تھی اور خلفاء سے عدم منازعہ کی نصیحت فرمادی تھی اسی درجہ سے صحابہ ظلم و جبر کرتے تھے قرآن کو چھپاتے تھے بنت رسول پر تازیانہ لگاتے تھے خدا کے حکم کو رد کرتے تھے اور حضرت علی باوجود اقتدار کے سکوت کرتے تھے اور باوصف مقدرت کے صبر فرماتے تھے قہر ہے کہ حضرت سیدہ اس قدر شکوہ اور شکایت فرمائیں اس وجہ طعن و تشنیع کریں کہ جس کے سننے سے بدن پر لرزہ آتا ہے جس کے لکھنے سے دل تھراتا ہے مگر ہم نے بمجبوری تراجم بحار سے اوپر نقل کر دیا ہے اور حضرت علی کچھ خیال نہ فرمائیں اور رعایاء فدک کی شکایت پر اور تھوڑی سی زمین ضبط کرنے پر ہنگامہ قتل و قتال برپا کریں شجاعان عرب کے سر کو تن سے جدا کریں جوانمرداں حجاز کی کمروں کو توڑ دیں کاش جناب سیدہ کی معاونت میں قرآن کی اعانت میں شریعت کی تائید میں اہل ضلالت کی تردید میں صرف ذوالفقار کو کھینچ لیتے فقط اپنی آنکھوں سے روشنی دکھادیتے سب ڈر جاتے جمیع صحابہ دب جاتے تمام جھگڑا اٹھ جاتا سارا قصہ فیصل ہو جاتا الشکر للہ کہ بنائی تقیہ منہدم ہو گئی یعنی افضلیت خلفائے راشدین کی علی جمیع الامت ثابت ہو گئے اور مغلوبیت جناب مرتضوی کی باطل ہوئی پس ہم کو اس کی ابطال و انہدام سے فراغت تامہ حاصل ہوئی ہم اب اس سے بھی قطع نظر کرتے ہیں اور کبری اثنا عشریہ کے اقوال پر نفس تقیہ پر نظر ڈالتے ہیں دیکھتے ہیں کہ وہ اس کو جائز رکھتے ہیں یا موافق مسلک اہل سنت کے مبغوض جانتے ہیں کلینی کو ملاحظہ کیجئے اور اس کی عبارت کو کسی ذی علم سے سمجھیے اس نے حضرت امام ابو جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ برا بندہ وہ ہے کہ جو دو رویہ ہو یعنی اس قسم کی بات کہے کہ جس میں دو پہلو رکھتا ہو عبارت اس کی یہ ہے "بئس العبد عبد

یکون ذا وجھین و ذا نشانین" نہج البلاغت کو ملاحظہ کیجئے جناب مرتضوی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں اور اس طرح ارشاد کرتے ہیں کہ ایمان کی علامت یہ ہے اور اسلام کی نشانی یہ ہے کہ آدمی اس مقام پر صدق وراست بازی کو اختیار کرے کہ جہاں اس کو نقصان ہوتا ہو اور ضرر پہنچتا ہو سچ بولنے سے اور نفع ہوتا ہو جھوٹ بولنے سے عبارت اس کی یہ ہے "علامة الایمان ایثارک الصدق حیث یضرک علی الکذب حیث ینفعک" جناب مخاطب صاحب اگر ان عبارتوں پر لحاظ نہ فرمائیں اور خواہ مخواہ ہٹھ دھرمی کو کام فرمائیں تو ان کتابوں سے قطع نظر کریں اور اپنی کتاب دفع المغالطہ کو دیکھیں "وتقیہ علی مرتضی ہمیں قدر بود کہ بباعث قلت اعوان و انصار از سلب و انتزاع حق خود از دست غاصبان باز ماندہ نہ آنکہ بسبب کثرت معاندین و مخافتہ احدی سکوت ورزیدہ باشد بلکہ آن حضرت در اظہار حق اعلان مرتبہ خود گاہی تقیہ نکردہ اند" اب ہم اس بحث کو بالکلیہ آیت کلام اللہ شریف پر کہ جو مضمون ہجرت پر دلالت کرتی ہے اور مفہوم مہاجرت کو بیان کر رہی ہے ختم کرتے ہیں "ان الذین توفھم الملائکة ظالمی انفسھم قالو فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعة فتھاجروا فیھا" یعنی تحقیق جن لوگوں کی جان کھینچتے ہیں فرشتے اس حال میں کہ وہ برا کر رہے ہیں اپنا کہتے ہیں تم کس بات میں تھے وہ کہتے ہیں ہم تھے مغلوب اس ملک میں کہتے ہیں کہ کیا نہ تھی زمین اللہ کی کشادہ کہ وطن چھوڑ جاؤ وہاں سے سوایسوں کا ٹھکانہ ہے دوزخ اور بری جگہ اب ہم جناب مخاطب سے یہ عرض کرتے ہیں اور ان کی خدمت میں یہ التماس رکھتے ہیں کہ اگر فرض کریں ہم کہ صحابہ اکبر اور مجاہدین کسری وقیصر ظالم تھے اور جابر تھے غاصب تھے اور

مرتد تھے معاذ اللہ من ذلک اور بہ فرض محال تسلیم کرلیں ہم کہ جناب مرتضوی ان سے مغلوب تھے ان سے ڈرتے تھے ان سے دبتے تھے اور العیاذ باللہ مذہب تشیع کو جاری نہیں کرسکتے تھے مسلک امامیہ کو پھیلا نہیں سکتے تھے تو کیوں نہ آپ نے وطن کو چھوڑا اور کیوں نہ مدینہ منورہ کو ترک کیا اور کیوں نہ ان کے ہم مجلسی سے اعراض کیا اور کیوں نہ ان کی صحبت سے تنفر کو اختیار کیا تا کہ موافق اس آیت کے عمل فرماتے اور دوسرے شہروں میں مذہب کو پھیلاتے خدائے تعالیٰ کے حکم پر استقامت فرماتے اور وعید شدید "فاولئک ماواھم جھنم" سے بچ جاتے ہیں اس مقام پر اس آیت کے متعلق محمد ابن مرتضیٰ کے قول کو ان کی تفسیر صافی سے نقل کرتا ہوں اور اس بحث کو اسی مقام پر تمام کرتا ہوں وہ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں دلالت ہے اوپر واجب ہونے ہجرت کے اس شخص پر اس جگہ سے کہ وہ اپنے دین و مذہب کو نہیں قائم کرسکتا ہے چنانچہ فرمایا ہے رسول خدا نے کہ جو شخص اپنے دین کی وجہ سے ایک زمین سے طرف دوسری زمین کے جائے گا اگرچہ ایک بالشت چلے جنت اس پر واجب ہو جائے گی اور ابراہیم علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق شمار کیا جائے گا عبارت اس کی یہ ہے "و فی الایة دلالة علی وجوب الهجرت من موضع لا یتمکن رجل فیه من اقامة دینه و عن النبی صلی الله علیه وسلم من فر بدینه من ارض الی ارض و الکان شرا من الارض استوجب الجنة و کان رفیق ابراهیم علیه السلام و محمد صلی الله علیه وسلم" جناب سامی اب اپنے قول اور اپنے امام اعظم کے مقولہ پر لحاظ فرمایئے کہ کیوں کر جناب مرتضوی نے متعہ کے حرام ہونے کو تقیۃً فرما دیا جو شیخ ابو جعفر طوسی نے بیا کانہ کہہ دیا کہ

حضرت علی حدیث حرمت متعہ کو تقیہ روایت کرتے ہیں اور صحابہ سے ڈر کر حرام ہونا بیان کرتے ہیں۔

قولہ اس روایت میں یہ خیانت کی کہ یوم خیبر کے لفظ کو محذوف کیا تا کہ اہل سنت کی روایت نہ ٹھہرے اور لفظ تقیہ کا محذوف کیا تا کہ جواب سے یہ روایت خالی ہو جائے

اقول ہمارے مخاطب نہ خیانت کے معنی جانتے ہیں نہ محذوف کے مفہوم کو پہچانتے ہیں فقط بنی بنائی باتیں لکھ دیتے ہیں یہ تو فرمایئے کہ اگر اس روایت میں لفظ خبر مذکور بھی ہو تب بھی ہم کو کیا مضرت ہے اور اس کے چھوڑ دینے سے کیا منفعت ہے جو آپ کے زبان زد لفظ خیانت ہے اس میں لفظ خبر موجود ہو یا معدوم ہر حالت میں جناب مرتضوی کی روایت ہے جب کہ ائمہ اطہار اس کو روایت کرتے ہیں اور جناب مرتضوی رسول خدا سے حکایت فرماتے ہیں پھر اہل سنت کے ساتھ کیا تخصیص وخصوصیت ہے آپ سے ہم کیا بیان کریں اور کیا آپ کے سامنے عرض کریں آپ امام رضا علیہ السلام کے فقہ کو دیکھئے اور اس کی عبارت کو سمجھئے کہ سوال کیا سائل نے امام سے کہ یا حضرت فدا ہو جان میری آپ پر کیا حال ہے متعہ کا کیا آپ کے جد امیر المومنین نے روایت کی ہے کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال کیا متعہ کو مکہ کے فتح کے روز اور حرام کیا خیبر میں اور منع کر دیا اس سے امام نے فرمایا سچ ہے قسم خدا کی متعہ حرام ہے کہ اجازت دی گئی تھی ساتھ اس کے مگر محدثین نے غلطی کی ہے وجہ روایت میں عبارت اس کی یہ ہے "اعلم یا اخی انی سالت العالم علیہ السلام عن المتعة فقلت جعلت فداک یروی جدک امیر المؤمنین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حلل المتعة یوم فتح مکة و حرمها عام خیبر و نهی عنها فقال صدقوا فی الروایات انها واللہ منهیة حرام مامور بها الاانهم غلطوا فی وجوہ الحدیث" اب ارشاد ہو کر کہ یہ روایت باوصف وجود لفظ خیبر کے مخصوص باہل سنت ہے یا شامل بشیعت اور یہ جو ارشاد کیا کہ لفظ تقیہ کا محذوف کیا اے حضرت کہاں لفظ تقیہ کا محذوف کیا آپ دیکھئے تو ہم نے فقط حدیث مرتضوی کو نقل کیا ہے نہ عبارت طوسی اس سے ہم کو تعلق کیا ہے انہوں نے حدیث کو تقیہ پر محمول کیا ہے اور تقیہ جناب مرتضوی کو ہم نے قرآن وحدیث سے باطل کر دیا ہے پس ان کے تقیہ لکھ دینے سے ہم کو کیا نقصان اور آپ کو کیا فائدہ ہے۔

قولہ سو صاحب استبصار و تہذیب نے اس طرح سے اس روایت کو لکھا ہے۔

اقول ہم کو کسی طرح سے اس کا لکھنا مضر نہیں اور نہ آپ کو مفید کیوں کہ نفس روایت حرمت متعہ پر بدلالت تامہ شامل ہے اور تعرض کرنا مصنف کا اس طرح پر کہ مقام تقیہ میں یہ روایت وارد ہوئی ہے محض بے اصل ولا طائل ہے۔

قولہ نہ یہ کہ داخل کتاب ہوا ہو۔

اقول داخل کرنا کیسا مصنف نے تو بسر وچشم تسلیم کر لیا صرف اپنے شیوہ دیرینہ کے موافق عذر تقیہ کا پیش کیا اور ہم نے بنائے تقیہ کو کلیۃ منہدم کر دیا۔

قول اور نہ جس طرح سے کہ تم کہتے ہو کہ جس سے گمان ہو جائے بروز خیبر حرام کر دینے کا۔

اقول گمان ہو جانے حرمت متعہ کا بروز خیبر ہمارے کہنے سے تمہیں پایا جانا اور ہماری عبارت سے نہیں سمجھا جاتا بلکہ تم ادعا کرتے ہو کہ یوم خیبر اس روایت میں موجود ہے پس

تمہارے کہنے سے حرام ہو جانا بروز خیبر بھی ثابت ہے نہ ہمارے کہنے سے۔

قولہ سو یہ روایت بروز خیبر حرام کر دینے کی اہل سنت کی ہے۔

اقول تخصیص باہل سنت بالکل غلط ہے کتاب فقہ الرضا سے ہم ابھی نقل کر چکے ہیں اور امام رضا اس روایت کی تصدیق فرما چکے ہیں۔

قولہ اور شیعہ تو اس روایت کو موضوع اور دروغ جانتے ہیں۔

اقول آپ کو اختیار ہے العیاذ باللہ خواہ جناب مرتضوی کو وضاع حدیث تجھیے یا کذاب فی الروایت خیال کیجیے مگر جناب امام رضا اس کی تصدیق فرماتی ہیں اور آپ اپنی حمیت ایمانی سے اس کو جھٹلاتے ہیں۔

قولہ اور صاحب استبصار نے مثل اور روایات جواز کے اس روایت کو داخل کتاب نہیں کیا ہے۔

اقول بیشک حرمت متعہ کو شیخ الطائفہ نے اس روایت سے زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جناب مرتضوی کرم اللہ وجہہ کے توسط سے ثابت کیا ہے اور دخول عدم دخول کا قصہ آپ کیا لگاتے ہیں اگر کچھ لیاقت ہے تو استبصار و تہذیب کو دیکھیے کہ ان کتابوں میں یہ روایت موجود ہے یا نہیں اور جس حالت میں کہ آپ کو بھی اس روایت کے وجود کا استبصار و تہذیب میں اقرار ہے پھر دخول سے آپ کو کیوں انکار ہے۔

قولہ بلکہ اس روایت کی طرف کہ کسی سے سنی ہوگی یا کہیں دیکھی ہوگی اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ فلانی روایت جو فلانے اور فلانے بیان کرتے ہیں وہ روایت تقیہ کی ہے۔

اقول ہمارے جناب مخاطب اس حدیث میں کیا پیچ پیچ کھاتے ہیں اور رفض الجمل فرماتے ہیں اے جناب اس روایت کی صحیح الاسناد ہونے میں حرف نہیں آ سکتا بلکہ تقیہ ان کو مستحکم اور مضبوط کر رہا ہے اور یہ جو ارشاد ہوا کہ کسی سے سنی ہوگی یا کہیں دیکھی ہوگی جناب سامی دیکھنا اور سننا کیسا آپ کا امام اعظم تو صاف لکھ رہا ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ روایت کیا ہے اس حدیث کو محمد بن احمد نے ابی جعفر سے اور اس نے ابی جوزا سے اور اس نے حسین ابن علوان سے اور اس نے عمر بن خالد سے اور اس نے زید بن علی سے اور انہوں نے اپنے اباء کرام اور ائمہ عظام سے انہوں نے

حرام کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت گدھوں اہلیہ کا اور نکاح متعہ کا دیکھئے کہ اس بیچارہ نے صاف صاف بے پھیر پھار کے سلسلۂ اس روایت کو لکھ دیا ہے گو عذر تقیہ کا پیش کیا ہے مگر اسناد کو اس کے مسلم رکھا ہے پس آپ کا یہ فرمانا کہ کسی سے سنی ہوگی یا کہیں دیکھی ہوگی محض بیہودہ اور سخت مغالطہ ہے۔

قول اور کیوں کر داخل کتاب کرتے کہ وہ تو پہلے ہی اس روایت سے بے زار ہیں کہ برابر روایتیں جواز کی بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔

اقول اگر لاکھ مرتبہ آپ کے امام اعظم صاحب بے زار ہوں اور کروڑ مرتبہ آپ انکار کریں تو اب کیا مفید ہے جب کہ انہوں نے بتوسط ائمہ اطہار کے جناب مرتضوی سے اس روایت کو نقل کیا پس بے زار ہونا ان کا محض بے فائدہ ہے اور انکار کرنا آپ کا سخت بیہودہ ہے۔

قول اور سوائے اس کے یہ ہے کہ بعضے راوی بھی اس کے حضرت عمر کے مریدوں میں

سی ہیں جیسے حسین ابن علوان کہ نقد الرجال میں اس کا سنی ہونا لکھا ہے۔

اقول اولاً طائفہ ہوایہ کے نقول پر اعتماد نہیں خصوصاً تمہاری تحریر پر کہ جھوٹ بولنے میں تم کو مطلقاً باک نہیں اور یہ کتاب اس قصبہ میں موجود نہیں اور ثانیاً ائمہ اطہار نے اس روایت کو جناب امام الائمہ سے نقل کیا ہے اور امام اعظم شیعہ نے اس کو تسلیم کر لیا ہے گر عذر تقیہ کا موافق دستور قدیم پیش کیا پس یہ شبہ واہیہ آپ کا محض بے فائدہ ہے آپ کے یہاں کے رواۃ کا حال قبل میں ہم نے بہ تشریح لکھ دیا ہے کہ بعضے ان میں کذاب ہیں اور بعضے کفار اور بعضے ملعون ہیں اور بعضے اشرار۔

قولہ اور اہل سنت کے نزدیک بھی معتبر نہیں ہے چنانچہ وہبی سنی نے معنی میں اس کو ہالک اور متروک لکھا ہے۔

اقول اعتماد اور غیر اعتماد اہل سنت سے آپ کو کیا تعلق ہے اور کیا مناسبت غالباً اسی وجہ سے متروک کیا گیا ہوگا کہ اہل تشیع سے اس نے اختلاط یہاں تک اختیار کیا کہ شیخ الطائفہ نے اس کی روایت کو تسلیم کیا گو تقیہ کا عذر پیش کیا مگر اس کی اسناد میں اور اس کے راویوں میں کلام نہیں کیا۔

قولہ اور باوجود اس کے وہ روایت تقیہ کی کیوں کر معارض ہو سکتی ہے روایت متفقہ علیہا طرفین کے کہ حضرت نے فرمایا "لو لا نهى عمرؓ عن المتعة ما زنى الاشقى" چنانچہ کتب معتمدہ اہل سنت میں مثل نہایہ ابن اثیر اور تفسیر نیشاپوری اور تفسیر ثعلبی اور تفسیر درمنثور اور تفسیر محمد ابن جریر طبری اور کنز العمال وغیرہ کے لکھا ہے۔

اقول ان کتابوں کا حال اور اس روایت کی نسبت قیل وقال کو ہم قبل میں بہ تشریح لکھ چکے اور بہ تصریح بیان کر چکے ہیں اور احادیث صحیحہ صحاح ستہ سے متعہ کے حرام ہونے کی نسبت نقل کر دیا ہے اور حدیث امام رضا کو اس کی ممنوعیت میں لکھ دیا ہے۔

قولہ اور اگر ہم سب امور سے قطع نظر کریں اور روایت استبصار کو تسلیم کر لیں تو بھی مطلب مخالف کا اس سے نہیں ثابت ہوتا ہے۔

اقول آپ کسی امر سے قطع نظر نہ کیجئے آپ کے تسلیم کرنے یا نہ کرنے کو کون سنتا ہے آپ کا شیخ الطائفہ اس روایت کو باسانید صحیحہ درج کر چکا ہے مطلب آپ کے خصم کا اس حدیث سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ حرام ہونا متعہ کا زمان رسول خدا میں جناب مرتضوی کے بیان سے متحقق ہو گیا۔

قولہ کہ ہمیشہ کو متعہ حرام ہو اس واسطے کہ اکثر روایات اہل سنت دلالت کرتے ہیں اس امر پر کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بروز فتح مکہ اور حجۃ الوداع متعہ کو بحکم خدا حلال اور مباح فرمایا ہے چنانچہ تفسیر کبیر وغیرہ میں لکھا ہے۔

اقول تفسیر کبیر وغیرہ میں منسوخیت اور ممنوعیت متعہ مذہب سواد اعظم کا مسطور ہے اور روایتیں ممانعت وحرمت کی اسی مکہ معظمہ میں بعد تین روز کے تفسیر مدارک وغیرہ میں مذکور ہیں حتی کہ جناب امام رضا سے بھی ممنوع ہونے متعہ کی تصریح ہے جیسا کہ کتب معتمدہ اہل تشیع سے کتاب فقہ الرضا میں اس کی تشریح ہے پس آپ کا انکار کرنا حرمت متعہ سے بعد خیبر وفتح مکہ کے نحت قبیح ہے

قولہ اور یہ دونوں جنگ خیبر کے بعد ہیں اس صورت میں حرمت متعہ خیبر کے روز کی بیکار ہے جس وقت کہ بعد خیبر کے مباح ہوا ہو۔

اقول اگر بعد خیبر کے روایت اباحت پائی جاتی ہے تو اس کے بعد ممانعت اور حرمت بھی کتب اہل سنت اور اہل تشیع سے الی یوم القیامت سمجھی جاتی ہے پس اس کا بیکار کہنا محض بیکار ہے بلکہ وجود حرمت متعہ کا زمانہ رسول خدا میں اس حدیث سے آپ کو بھی اقرار ہے۔

قولہ اور اس کے بعد حرام ہونے کی کوئی روایت نہیں ہے۔

اقول اے حضرت اسی لیاقت پر حوصلہ مناظرہ کا فرمایا اور اسی قابلیت پر قصد مباحثہ کا کیا آنکھیں کھول کر دیکھئے کہ تفاسیر معتمدہ مثل تفسیر مدارک وغیرہ میں روایات حرمت متعہ کے بعد خیبر کے مذکور ہیں اور صحاح ستہ مثل صحیح مسلم وغیرہ میں احادیث حرام ہونے متعہ کی پیچھے خیبر کے مسطور ہیں ہم ان روایتوں کو قبل میں نقل کر چکے ہیں اور ان احادیث کو اوائل میں لکھ چکے ہیں۔

قولہ اب بتاؤ کہ روایت استبصار و تہذیب نے تم کو کیا فائدہ بخشا۔

اقول ہم کو یہ فائدہ حاصل ہوا کہ کتب اربعہ اہل تشیع سے حرام ہونا متعہ کا ثابت ہوا گو مصنف نے اس حدیث کو تقیہ پر ٹالا ہے اور آپ نے خیبر کا جھگڑا نکالا ہے مگر ہم نے بنائے تقیہ مرتضوی کو کلیۃً منہدم کر دیا ہے اور ممنوعیت متعہ کو کتب اہل تشیع سے اس رسالہ میں بخوبی لکھ دیا ہے اب دیکھئے کہ ہم کو کتنا عمدہ فائدہ اس حدیث نے دیا ہے۔

قال المفتری جو کچھ ہمارے مذہب۔

قال السید جناب میر صاحب آپ اپنے مذہب کی کس کس کتاب کے عدم جواز کا ثبوت طلب کیجئے گا۔

قال المجتہد جو کچھ ہمارے مذہب میں ہے وہ سب قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

اقول جناب سامی یہ ارشاد ہو کہ کون سے قرآن سے آپ کا مذہب ثابت ہے آیا اس قرآن سے کہ جس کو رسول خدا نے تحریف کر کے صحابہ کو دیا تھا یا اس سے جس کو جناب مرتضوی کے پاس چھپا دیا تھا اول کو ماخذ قرار دینا صریح باطل ہے اور ثانی ابھی تک معطل اور عاطل ہے اور حدیث کو بنیاد مسلک تشیع کے قائم کرنا بالکل مضحکہ ہے کیوں کہ مذہب تشیع کے راویوں کا یہ صرف مغالطہ ہے انہوں نے حدیث کو نقل نہیں کیا ہے بلکہ مراد ہونا دیا ہے وہ لوگ لائق اعتبار نہیں اور قابل اعتماد نہیں بعضے ان کے مشرک اور مبتدع تھے اور بعضے طالح صحبت اور زندیق صرف تھے بعضے کذاب کفار تھے اور بعضے مکذب واشرار تھے بعضے ائمہ علیہم السلام کو دنیا پرست جانتے تھے اور بعض طماع بتاتے تھے ہم نے ان کا حال کتب اہل تشیع سے قبل میں بسط کے ساتھ لکھ دیا ہے اور ان کے مقال کو کلینی وغیرہ سے ضبط کر دیا ہے۔

قول اب ہم کو کیا غرض ہے کہ تم سے کسی چیز کے عدم جواز کے ثبوت کے طالب ہوں۔

اقول ہم نے کب تم سے کہا تھا کہ تم طالب ہو یہ تو تمہارا قصور ہے خصم تمہارا معذور ہے آپ شیخ فدا حسین معزول کو بذریعہ تحریر فہمایش کر دیجئے کہ آپ طالب نہ ہوں ورنہ ہم کو خلاف وضع آپ کے مذہب کے عیوب پھر ظاہر کرنے پڑیں گے اور شیعان پاک مفت میں سر پکڑ کر روئیں گے۔

قولہ اور ایک امر کے عدم جواز کے جو طالب ہوئی تھے تو تم سے ثابت نہ ہو سکا۔

اقول بی حیا باش ہر چہ خواہی گو۔

قولہ اور اگر کسی اور امر کے عدم جواز کے ہم ثبوت کے طالب ہونگے تو وہ بھی آپ سے ثابت نہ ہو سکے گا۔

اقول اذا لم تستحی فاصنع ما شئت.

قولہ اور آپ ہی الٹا الزام کھائیں گے۔

اقول صرف آپ کے منہ سے۔

قولہ اور جیسا کہ آپ نے عدم جواز متعہ پیش کیا ایسا ہی آپ اور امر کو پیش کریں گے۔

اقول انشاء اللہ العزیز جب آپ ہم سے بمناظرہ پیش آئیں گے ہم اسی طرح سے آپ کی کتب معتمدہ سے آپ کو الزام دیں گے۔

قولہ اور ثبوت اس کو کہتے ہیں کہ جو ہم نے متعہ کے جواز کو اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کیا ہے۔

اقول سبحان اللہ کیا کہنا ہے ایک روایت کو بھی کتب معتمدہ اہل سنت سے صراحۃ حرمت متعہ میں نقل نہیں کیا ہے اس پر یہ دعوا فرمایا ہے یہ منہ اور یہ دعویٰ بل بے جمان یہ تیری ذ ج۔

قولہ اور آپ نے بڑی تلاش سے ایک روایت استبصار و تہذیب کی کہ خارج از مطلب ہے بیان کی۔

اقول بحولہ و قوتہ ہم کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پڑی اور کاوش کرنے کی

حاجت نہیں ہوئی آپ کے یہاں کی کتب اربعہ سے کہ جن پر مذہب شیعہ کا مدار ہے اور جن کی تصحیح پر جمیع اثنا عشریہ کا اقرار ہے متعہ کے حرام ہونے کی حدیث کو جس کو ائمہ اطہار نے روایت کی ہے درروات ثمانیہ اور ان کے اخوات زمانیہ نے نقل کر دی۔

قولہ کہ جس سے تمہارا دعوی ثابت نہیں ہوا چنانچہ ہم لکھ چکے ہیں۔

اقول اہل حق کا مدعی اس روایت سے ایسا ظاہر ہے کہ آپ کے طائفہ کا شیخ بھی کچھ اس میں دم نہ مار سکا بجز اس کے کہ مجبور ہو کر تقیہ پر محمول کیا اور اسی کو اپنی سپر بنایا۔

قال السید ملاحظہ کیجئے استبصار کو کہ جو منجملہ کتب اربعہ کے ہے اور معتمد علیہا طائفہ ہے اس میں لکھا ہے کہ عاریت دینا فرج کا روا ہے آپ کیوں متعہ کے جواز میں کاوش کرتے ہیں یہ حلوائے بے دود اور سودائے مفت تو موجود ہے۔

قال المجتہد استبصار میں ہرگز یہ روایت نہیں۔

اقول لعنت الله علی الکاذبین۔

قولہ اگر استبصار میں روایت ہے تو اس روایت کو آپ نے لکھا ہوتا۔

اقول قصور ہوا معاف کیجئے اور اب کتب اربعہ میں سے نہ استبصار بلکہ استبصار و تہذیب کے حدیثوں کو ملاحظہ کیجئے استبصار میں "باب حکم ولد الجاریہ المتحللة" میں لکھا ہے کہ سوال کیا میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے نسبت عاریت فرج کے فرمایا کہ کچھ قباحت نہیں بے کھٹکے برتے جاؤ عبارت اس کی یہ ہے "سالت ابا عبد لله عن عارية الفرج قال لا باس به" اور تہذیب میں ذیل ضروب نکاح میں ملاحظہ فرمایئے" روایت کیا ہے حسن ابن سعید

نے فضالہ بن ایوب سے انہوں نے ابان ابن عثمان سے انہوں نے حسین قطر سے کہ کہا انہوں نے سوال کیا میں نے امام جعفر صادق سے نسبت عاریت فرج کے کہا نہیں ہے خوف ساتھ اس کے کہا میں نے پس اگر ہو پڑے لڑکا فرمایا وہ جاریہ کے مالک کو ملے گا مگر یہ کہ شرط کر لی جائے عبارت اس کی یہ ہے "روی الحسن بن سعید عن فضالہ بن ایوب عن ابان بن عثمان عن الحسین القطر قال سئلت ابا عبد الله عن عارية الفرج قال لا باس به قلت فان كان فيه ولد قال لصاحب الجارية الا ان يشترط عليه" لیکن یہ تو فرمایئے کہ آپ نے جو اکثر مقام پر کتب اہل سنت سے عبارت نقل نہیں کیں اور صرف حوالہ پر اکتفا کیا تو کیا اس سے آپ کو مفتری و کذاب سمجھا جائے یا نہیں۔

قولہ آپ لوگوں کا مدار تو جھوٹ پر ہے اور جھوٹ ہی سے آپ کے مذہب کی حفاظت ہے۔

اقول ہر کہ دمہ پر ظاہر ہے کہ مذہب رفض تقیہ کی آڑ میں پرورش پا رہا ہے اور اسی کو اپنی ڈھال بنا رہا ہے۔

قولہ مولوی عبدالعزیز صاحب نے صدہا افترا شیعوں پر کر کے تحفہ میں لکھے ہیں۔

اقول دو چار کو پیش کیجیے ورنہ سکوت کیجیے۔

قولہ از ان جملہ ایک یہ بھی ہے۔

اقول اس کا حال تو آپ کو معلوم ہو چکا کہ یہ حدیث آپ کے کتب اربعہ سے نہ ایک کتاب میں بلکہ دو کتابوں میں مذکور ہے اور صریح ان میں جواز عاریت مسطور ہے پس اس کو

جھوٹ کہہ دینا آنکھوں پر پٹی باندھ لینا یا لیاقت وقابلیت اپنے کو جتلا دینا ہے۔

قولہ اور علمائے سامیہ کا تو اس کے عدم جواز پر اجماع ہے کہ یہ جائز نہیں۔

اقول ہم کو اجماع سے کیا علاقہ ہمارا دعوی صرف اس قدر ہے کہ تمہاری کتب اربعہ میں تمہارے طائفہ کے شیخ نے اس مضمون کی حدیث کو امام معصوم مفترض الطاعت سے نقل کیا ہے جو کما ینبغی مشرح ہے پس آپ کا اجماع علمائے امامیہ کو بمقابلہ امام معصوم کے پیش کرنا محض لغو وبیہودہ ہے۔

قولہ آپ نے کہاں سے جھوٹی روایت بنا کر حوالہ استبصار کا دیا ہے۔

اقول اب آپ تکلیف فرما کر استبصار وتہذیب الاحکام میں ملاحظہ فرما لیجئے اور اپنے جھوٹے دعووں سے باز دعوی لکھ دیجئے۔

قولہ چنانچہ شرائع الاسلام میں لکھا ہے "و اما استعارتها ای الجارية للاستمتاع فغير جائز با لاجماع" یعنی اور رعایت لینا اس کا یعنی کنیز کا واسطے فائدہ اٹھانے کے پس غیر جائز ہے باجماع جمیع علما اور دوسری جگہ لکھا ہے "و لا يستباح وطی الامة باالعارية۔

اقول امام معصوم کے مقابلہ میں آپ کے یہاں کے علماء کا اجماع کچھ رتبہ نہیں رکھتا بلکہ ناقص وغیر معتبر ہے اور کتب اربعہ کے سامنے شرائع کو کچھ وقعت نہیں۔

قولہ لیکن کرخی کے نزدیک کہ فقہای اہل سنت میں سے ہے نکاح کرنا بلفظ عاریت جائز ہے چنانچہ شرح کنز میں لکھا ہے "و لا ينعقد النكاح بلفظ الاجارة و الاعارة

فی الصحیح خلافا للکرخی[۱]۔

اقول آپ ہر مقام پر بے سوچے سمجھے ایسا قیاس فاسد کر بیٹھتے ہیں کہ جو آپ کے بے فہمی کو بصراحت تمام ظاہر کر دیتا ہے اور اصل طعن کو بحالہا باقی رکھتا ہے خیال کیجئے کجا نکاح پر اطلاق لفظ عاریت اور کجا جواز نفس عاریت اس کو اس سے کیا مناسبت اور اس کو اس سے کیا مطابقت کرخی کا قول گو مخالف جمہور اہل سنت ہے جیسا کہ اسی عبارت سے ظاہر ہے مگر صرف متنازعہ فیہ لفظ عاریت ہے آپ کا طعن ان پر جاری نہیں ہو سکتا اور وہ نکاح نفس عاریت پر منطبق نہیں ہو سکتا ہے کرخی کا مقصود تو یہ ہے کہ نکاح بجمیع شروط کا واقع ہونا جیسا کہ الفاظ مشروعہ سے متقررہ ہے اسی طرح اس لفظ عاریت سے بھی ممکن ہے گو کہ یہ قول بھی جمہور اہل سنت کے نزدیک فاسد ہے مگر آپ کا صرف اصطلاح کرخی پر نفس عاریت کہ قیاس کر لینا محض وہم کاسد۔

قال السید اور صاحب حلیۃ المتقین نے لکھا ہے کہ بوسہ لینا فرج کا درست ہے ہم اس کے جواز اور عدم جواز میں کلام نہیں کرتے مگر اتنا ضرور کہتے ہیں کہ آپ کے اکابر نے کیا اچھی بوسہ گاہ تجویز کی ہے۔

قال المجید ہمارے اکابر نے فرج کے بوسہ لینے کی تاکید نہیں کی ہے کہ خواہ مخواہ بوسہ لیا ہی کرو۔

اقول ہم نے کب کہا تھا کہ تاکید کی ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ جواز کی تشریح اور اس کی تائید کی ہے۔

قولہ اور یہ کیا ضروری ہے کہ جو چیز جائز ہے وہ ہمیشہ عمل میں آیا کرے۔

---

[۱] ترجمہ — روایت صحیح میں لفظ اجارۃ اور اعارۃ سے نکاح منعقد نہیں ہوتا امام کرخی کا اس میں اختلاف ہے۔

اقول جس چیز کا جواز لاعلی التعیین حدیث امام معصوم سے ثابت ہے اس کے دوام میں کچھ قباحت نہیں تاہم ہم کو دوام اور غیر دوام سے بحث نہیں بلکہ جواز اور غیر جواز کی طرف بھی توجہ نہیں جیسا کہ تحریر سابقہ کی عبارت سے ظاہر ہے۔

قولہ ابوحنیفہ کے نزدیک غیر کا ذکر پکڑنے اور فرج چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا جیسا کہ کتاب اختلاف الائمہ رحمۃ الامۃ میں لکھ دیا ہے "لا ینقض وضوء الماس و الممسوس علی کل حال" بس چاہئے کہ غیر کا ذکر و فرج ہمیشہ چھوا ہی کرتے ہوں۔

اقول اولاً جواز اس کا ثابت کرنا چاہئے بعد اس کی دوام وغیر دوام کو منہ سے نکالئے جب کہ جواز اس کا ثابت نہیں پس دوام بدرجہ اولی صادق نہیں معارضہ آپ فرماتے ہیں مگر ناقص کرتے ہیں کہاں جواز بوسہ فروج اور کہاں عدم نقض وضو عن المس مس کے معنی اس جگہ پکڑ نے کے فرمائے ہیں شاید یہ اپنی روزمرہ کے موافق لگائے ہیں آپ لوگ تو ایسے ہی کھیل و تماشہ روزانہ کیا کرتے ہیں اور اس کے جواز کو امام معصوم سے روایت فرمایا کرتے ہیں صاحب حلیہ المتقین لکھتے ہیں کہ "از حضرت امام موسی رضا علیہ السلام پرسیدند کہ اگر کسی بدست وانگشت با فرج کنیز بازی کند چو نست فرمود باکی نیست اما بغیر اجزای بدن خود چیزی دیگر دران جانکند" یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ زبان بھی اجزائے بدن میں داخل ہے بہر حال اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہمیشہ انگلی کیا ہی کرو اور اس کے ساتھ دوام کھیلا ہی کرو لیکن اگرچہ لازم نہیں ہے لیکن ممتنع بھی نہیں ہے غرض کہ ہمیشہ کرے یا نہ کرے جواز اس کا حدیث امام سے ثابت ہے۔

قولہ اور ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر حالت نماز میں اپنی زوجہ کی فرج کو دیکھے تو

نماز میں کچھ خلل نہیں آتا چنانچہ فتاوائے قاضی میں لکھا" و لو نظر الی فرج امرأته التی طلقه طلاقا رجعیا بصیر مراجعا و لا یفسد الصلوٰة فی الوجوه کلها فی قول ابی حنیفة" اس عبارت میں چاہئے کہ ہمیشہ حالت نماز میں اپنی عورت کی فرج کو دیکھا ہی کرے۔

اقول ہمارے جناب مخاطب کی بے فہمی اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ ہرگز جواز و عدم جواز میں تمیز نہیں فرما سکتے اے جناب ہم تو جواز بوسہ فروج کو آپ کی کتب حدیث سے امام مفترض الطاعۃ کی زبان سے بیان کر رہے ہیں آپ اس کے مقابلہ میں وضو اور نماز کے مسئلہ کتب فقہ سے ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول سے ظاہر فرما رہے ہیں جناب سامی کجا نفس جواز اور کجا عدم فساد نماز یہ کونسا قاعدہ ہے کہ جس چیز سے نماز نہ فاسد ہو تو وہ جائز بھی ہو دیکھئے کہ اگر کسی شخص کو اندر نماز کے خیالات شیطانی اور ہوا جس نفسانی واقع ہوں تو کیا وہ نماز فاسد ہو جائے گی یا اس کے فاسد نہ ہونے سے یہ خیالات جائز ہو جائیں گے بہر حال جواز کے معارضہ میں جواز کو لانا چاہئے نہ مسائل وضو و نماز کو اس مقام پر ہم اس قدر اور کلام کرتے ہیں کہ قاضی خان کی عبارت سے ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے قول پر آپ یہ کیا طعن فرماتے ہیں اگر کسی شخص کی نظر اندر نماز کے اپنی زوجہ کی شرمگاہ پر پڑ جائے کہ جس سے اس کی طلاق رجعی جو ابغض الاشیاء ہے باطل ہو جائے تو چنداں قباحت نہیں لطف تو یہ ہے کہ حضرات کے یہاں عین نماز اور وہ بھی فرض میں اپنے ذکر سے کھیلا جائے تو کچھ ممانعت نہیں عبارت اس کی ہم قبل میں نقل کر چکے ہیں خیال تو کیجئے کہاں نماز فرض میں ذکر سے کھیلنا کہاں صرف نماز میں زوجہ کی

شرمگاہ پر نظر کا پڑ جانا اور اس سے زیادہ لطف اور سنئے کہ آپ کے امام اعظم طوسی نے استبصار میں لکھا ہے کہ عین نماز میں اگر مرد ذکر کو مس کرتا جائے اور عورت فرج کو یا دونوں دونوں کے پائین کو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ وہ ٹکڑے ہیں جسم سے عبارت اس کی یہ ہے "سالت ابا عبد الله عن الرجل يمس ذكره و عن المرء يمس فرجه او اسفل من ذلك و هو قائم يصلي بعد وضوء فقال لا باس بذلك انما هو من جسده" جناب سامی اگر ارشاد فرمائیں تو ہم مس کے معنی موافق آپ کے پکڑنے کیلئے لکھ کر یہ عرض کریں کہ کچھ ضروری نہیں ہے کہ ہمیشہ نماز میں قضیب کو پکڑا ہی کرے اور عورت چھوا ہی کرے یا دونوں کے پائین کو سہلایا ہی کرے بھلا لحاظ تو فرمایئے اور حیا کو کام میں لایئے کہاں عین نماز میں ذکر کو پکڑ کر ہلانا اور اس کے پائین کو سہلانا اور کہاں اپنی عورت کی شرمگاہ پر نظر کا پڑ جانا اور اس سے طلاق رجعی کا باطل ہو جانا یہ تو آپ کے یہاں نماز فرض کی کیفیت ہے اور نماز نفل کی تو اس درجہ وقعت ہے کہ اگر قبلہ کی طرف بھی منہ نہ کرے بلکہ اس طرف پشت کر کے پڑھی تو بھی جائز ہے اور نماز درست ہے جیسا کہ آپ کے امام اعظم حلی نے ارشاد الاذہان میں لکھا ہے "يستحب استقبال القبلة في النوافل" یعنی مستحب ہے نماز نفل میں قبلہ کی طرف منہ کرنا کچھ فرض و واجب نہیں۔

قولہ اور مراد جواز بوسہ لینے فرج سے یہ نہیں ہے کہ ہمیشہ اس کے بوسہ ہی لیا کرے بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر اتفاق ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔

اقول اتفاق کا لفظ حدیث امام موسیٰ رضا علیہ السلام میں موجود نہیں بلکہ وہ تو صاف

صریح۔مطلقاً جائز فرماتے ہیں حلیۃ المتقین کی عبارت کوملاحظہ فرمایئے کہ ''از حضرت موسیٰ علیہ السلام پرسیدند کہ اگر کسی فرج زنش ببوسد چونست فرمود باکی نیست علاوہ برین'' ہم مضائقہ سے کب بحث کرتے ہیں ہم نے صاف لکھ دیا ہے کہ ہم اس کے جواز وعدم جواز میں کلام نہیں کرتی مگر اتنا ضرور کہتے ہیں کہ آپ کے اکابر نے کیا اچھی بوسہ گاہ تجویز کی ہے آپ نہ ہماری عبارت کو دیکھتے ہیں نہ اس کے مطلب کو باوصف اردو ہونے کی سمجھتے ہیں ناحق ذق ذق وبق بق کرتی ہیں۔

قولہ اور اصل اس کی یہ ہے کہ خلوت میں ہنگام اختلاط اکثر امور اضطراریہ عمل میں آیا کرتے ہیں اور مطلوب عورت سے استلذاذ ہوتا ہے اور اسی واسطے وہ ہوتی بھی ہے گر اس حالت میں فرج کا بوسہ لیا تو اس میں کیا قباحت ہے۔

اقول آپ کو یہ لذت مبارک رہے۔

قولہ اور اگر فرج کے بوسہ لینے میں احتمال منی کے منہ میں آجانے کا ہے تو امام شافعی کے نزدیک تو منی پاک ہے۔

اقول سبحان اللہ منہ میں تو مجوزین مرتکبین بوسہ کے آئے اور مذہب امام شافعی کا بیان کیا جائے نسبت کرنا طہارت منی کا جانب امام شافعی بغیر حوالہ کتب کے محض دیوانگی۔

قولہ اور اگر احتمال پیشاب کے قطرہ کے منہ میں آجانے کا ہے تو پیشاب سے تو قرآن کی آیت لکھنا واسطے شفا کی جائز ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اور منہ کی توقیر قرآن کی آیت سے زیادہ نہیں ہے۔

اقول آپ متعہ دوریہ کی بحث میں لکھ چکے ہیں اور یہ قاعدہ مقرر فرما چکے ہیں کہ مسئلہ فقہ جب معتبر ہوتا ہے کہ وہ سب متعہ میں کسی مجتہد کی جانب منسوب ہو ہم کو فتاوی قاضی خان میں بوجہ نشان اور پتہ نہ لگنے کے اور عبارت نہ نقل کرنے کے معلوم نہیں ہوا اب آپ صاف و صریح لکھئے کہ قاضی خان میں یہ مسئلہ فلاں باب میں لکھا ہے اور فلاں مجتہد کی طرف منسوب ہے ورنہ ہم آپ کو کذاب سمجھیں گے جناب سامی آپ تو ناحق قرآن کی نسبت بحث کرتے ہیں اور مفت میں جھوٹے اہل سنت پر طعن کرتے ہیں آپ لوگ تو قرآن مجید کو محرف ٹھہرا کر درجہ اعتبار سے ساقط کر چکے ہیں بیاض عثمانی قرار دے چکے ہیں جیسا کہ ہم قبل میں بہ تشریح نقل کر چکے ہیں اور رہے ہے کی نسبت یہ ظلم فرماتے ہیں کہ عورت حیض والی اور مرد ناپاک اگر اس کو پڑھے اور تلاوت کرے تو کچھ قباحت نہیں چنانچہ استبصار میں "باب الجنب و الحائض" میں لکھا ہے "لاباس ان یتلوا الحائض والجنوب القرآن" اور من لایحضرہ الفقیہ فی باب ارتیاد المکان المحدث میں لکھا ہے کہ آیت الکرسی کی مقدار پاخانہ میں قرآن پڑھا جائے تو حرج نہیں اور ائمہ کا تو ہمیشہ یہ معمول رہا کہ مہروں میں الفاظ قرآن کندہ کروایا کرتے تھے اور اس سے استنجی کیا کرتے تھے جیسا کہ آپ کے امام اعظم طوسی نے تہذیب میں لکھا ہے "عن ابی عبد اللہ قال کان نقش الخاتم ابی العزت للہ جمیعاً وکان فی یسارہ یستنجی بھا وکان نقش الخاتم امیر المومنین الملک بہ وکان فی ھذہ الیسری یستنجی بھا" یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے باپ کی انگوٹھی کا نقش العزت للہ تھا اور وہ اس کو الٹے ہاتھ میں پہنتے تھے

ہمیشہ اس سے استنجی کرتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی انگوٹھی کا نقش الملک للہ تھا اور وہ الٹے ہاتھ میں پہنتے تھے اور ہمیشہ اس سے استنجی کرتے تھے حالانکہ یہ دونوں جملہ قرآن شریف کی آیتوں کے ہیں اب جناب سامی یہ خیال تو فرمایئے کہ آپ قرآن کو محرف ٹھہرائیں بیاض عثمانی بتائیں حیض والی عورتوں سے تلاوت کروائیں ناپاک مردوں سے پڑھوائیں ائمہ علیہم السلام آیتیں قرآن کی اپنے مہروں پر کندہ کروائیں اور اس واقع ہاتھ سے استنجی فرمائیں تو کچھ بے ادبی نہیں

اور ایک قول مجہول بے پتہ ونشان پر یہ طعن فرمائی جائے آپ ہی کا انصاف اس کا متقضی ہے اور دوسرے کے نزدیک تو یہ محض ہٹ دھری وبے فہمی ہے۔

قولہ سوا اس کے یہ ہے کہ اہل سنت کے مذہب میں اگر بوسہ لینے کا حکم نہیں تو کسی کتاب میں ممنوع بھی نہیں لکھا ہے اور اصل اشیاء میں اباحت ہے۔

اقول جناب والا اولا اباحت اصل اشیا کو ثابت کیجئے بعد اس کے اس قاعدہ کو متفرع فرمائے اور بغیر اس کے تو لائق کلام اور قابل التفات نہیں۔

قال السید اور کلینی نے لکھا ہے کہ عورت کو برہنہ کر کے اس کے ستر کو دیکھیں بہتر اس سے لذت نہیں۔

قال المجتہد یہ قول پہلے قول سے بھی بدتر ہے۔

اقول قول اول کو ائمہ سے صاحب حلیۃ المتقین نے نقل کیا ہے اور قول ثانی کو انہیں ائمہ سے کلینی نے روایت کیا ہے اول متعلق منہ کے تھا اور ثانی آنکھوں سے تعلق رکھتا ہے بنظر

غور دیکھا جاتا ہے تو ثانی بدتر اول سے نہیں ہے بلکہ دونوں میں نسبت عام خاص من وجہ کی ہے اندھیاری میں بوسہ اور دیکھنا دونوں مجتمع ہو جائیں گے اور نابینا اگر بوسہ لے گا تو دیکھنا نہ پایا جائے گا اور بینا اگر دور سے دیکھے گا تو بوسہ نہ پایا جائے گا۔

قولہ بھلا زن حلیلہ کو برہنہ کر کے اس کے ستر کے دیکھنے میں کیا قباحت ہے۔ جس وقت کہ دیکھنا اس کا مباح ہو۔

اقول جناب والا ہم اباحت اور عدم اباحت میں کب کلام کرتی ہیں صرف یہ کہتے ہیں کہ حضرات کے یہاں شہوت پرستی کا یہ زور ہے کہ امام معصوم سے اکابر اہل تشیع نقل کرتے ہیں کہ تمامی لذائذ دنیویہ اور دینیہ میں بہتر عورت کے ستر دیکھنے سے کوئی لذت نہیں آپ ناحق لفظ اباحت کا منھ سے نکال بیٹھا کرتے ہیں۔

قولہ اور پہلے قول میں ہم لکھ چکے ہیں فتاویٰ قاضی خان سے کہ اگر حالت نماز میں اپنی زوجہ کے ستر کو دیکھی تو نماز باطل نہیں ہوتی۔

اقول ہم بھی اس کا جواب پہلے دے چکے ہیں کہ عدم فساد نماز مستلزم جواز نظر کو حالت نماز میں نہیں ہے علاوہ بریں کلام اباحت میں نہیں ہے۔

قولہ چنانچہ کتاب اختلاف الائمہ رحمۃ الامۃ میں لکھا ہے "والاصح من مذهب الشافعي جواز النظر الى فرج زوجية و الامة و عكسه و بذلك قال مالك و ابو حنيفة[1]"۔

اقول ان روایتوں کو نہ اس بحث سے علاقہ اور نہ اعتراض سے مناسبت کلام جواز

وغیر جواز میں نہیں ہے بلکہ بہترین لذت میں ہے۔

قولہ بلکہ اہل سنت کے مذہب میں تو اجنبی کے ستر کو دیکھنا مباح لکھا ہے جس وقت کہ وہ اجنبی حمامی ہو چنانچہ جامع الرموز میں لکھا ہے "کان ابو حنیفة یری الصاحب الحمام ان ینظر الی العورت"۔

اقول لا حول و لا قوة الا باللہ یہ آپ کا علم ہے یہ آپ کی لیاقت ہے یہ آپ کی قابلیت ہے یہ آپ کی ذہانت ہے کہ عبارت عربی کے معنی تک نہیں سمجھتے جس عبارت کو نقل کرتے ہیں اس میں خطا کرتے ہیں اس میں اپنی بے فہمی کو ظاہر فرماتے ہیں عبارت جامع الرموز کو تو دیکھئے کسی ذی علم کے سامنے تو رکھئے نہیں کسی عربی داں سے سمجھ لیجئے کہ امام حنیفہ جائز رکھتے ہیں واسطے حمامی کے نظر کرنا طرف ستر عورت نہانے والی کے اور آپ فرماتے ہیں کہ حمامی کی ستر عورت کو دیکھنا جائز ہے سبحان اللہ اسی لیاقت پر دعوی بحث مناظرہ اب اس مسئلہ کی نسبت بھی سمجھ لیجئے کہ حنیفہ کے نزدیک اطلاق عورت کا مرد کے زیر ناف سے تا بزانو ہے پس امام ابو حنیفہ یہ فرماتے کہ چونکہ حمامی کی معاش اور وجہ کفاف اسی کے متعلق ہے اس واسطے اس کو جائز ہے مرد کے گھٹنوں اور رانوں کو ملنا اور دھونا نہ قبل و دبر کو "لا دلالة للعام علی الخاص باحدی الدلات الثلاث" چونکہ آپ کے یہاں عورت صرف قبل و دبر کو کہتے ہیں اس واسطے آپ کی ہر وقت اسی پر نظر رہتی ہے تحریر الاحکام کتاب الصلوۃ مقصد اول فصل رابع میں لکھا ہے "العورت فی الرجل القبل والدبر" شیخ الطائفہ کی تہذیب کو تو ملاحظہ کیجئے وہ لکھتے ہیں کہ کسی نے امام ابو عبداللہ علیہ السلام سے پوچھا کہ ہم یہود و نصاری کے ساتھ

ہر وقت مخالطت رکھتے ہیں اور وہ کھاتے اور پیتے ہیں شراب وسور کو اور اس کی چھینٹیں ہمارے کپڑوں پر پڑتی ہیں آیا کچھ قباحت ہے امام نے فرمایا "لا باس به" یعنی کچھ ڈر نہیں شیعوں کے وہی شیخ اس قول امام کی یہ توجیہ فرماتے ہیں کہ امام نے اس واسطے جائز فرمایا کہ وہ لوگ نوکری پیشہ تھے یہود و نصاری کی نوکری کرتے تھے اس واسطے خاصہ ان کے واسطے جائز تھا عبارت اس کی یہ ہے "قبلت لابی عبد الله انا نخالط الیهود و النصاری و تدخل علیهم و هم یاکلون و یشربون فمر ساقیهم فیصب علی ثیابی الخمر فقال لاباس"[ا] جناب والا معارضہ اس کو کہتے ہیں جو ہم کرتے ہیں نہ یہ کہ آپ اباحت وعدم اباحت کا جھگڑا نکال بیٹھا کرتے ہیں۔

قولہ اب طعن کرنا تمہارا شیعوں پر بیجا ہے کہ تمہارے مذہب میں اس سے زیادہ ہے۔

اقول استغفر الله ہمارے یہاں نبی معصوم علیہ الصلوۃ والسلام سے کسی مقام پر منقول نہیں کہ عورت کو برہنہ کر کے دیکھنا تمام لذائذ دنیویہ و اخرویہ میں بہتر اس سے لذت نہیں۔

قال السید اور ارشاد الاذہان میں لکھا ہے کہ ام الولد کا مباح کر دینا کسی پر منع نہیں۔

قال المجتہد معلوم نہیں مباح کر دینے سے کیا مراد ہے۔

اقول سبحان الله فرمائیں تو آپ کے علامہ شیخ علی ارشاد الاذہان میں "ویجوز یـنـتـج الامة وام ولده و مدبره لمملوکه و بغیره" یعنی جائز ہے یہ کہ مباح کرے لونڈی کو اور ام ولد اپنے کو اور مدبرہ کو واسطے مملوک اپنے کے اور واسطے غیر اس کے اور پوچھتے

ا۔ ترجمہ۔ میں نے ابو عبد اللہ سے کہا ہم لوگ یہود و نصاری کی نوکری کرتے ہیں اور وہ لوگ شراب پیتے ہیں تو اگر وہ میرے کپڑوں پر گر جائے کیا کوئی حرج نہیں۔

آپ ہم سے ہیں۔

قولہ اس کی تحلیل مراد ہے یا تزویج اس کی غیر کے ساتھ۔

اقول جناب سامی تزویج سے کیا تعلق وہ بیچارے سچ کہتے ہیں بروج نہیں فرماتے

آپ تو زبردستی اوپر اوپر اڑاتے ہیں۔

قولہ تحلیل کا ذکر تو بعد اس کے آئے گا۔

اقول رد بھی اس کا وہیں لکھا جائے گا۔

قولہ اور اگر مباح کر دینے سے اس کی تزویج مراد ہے تو یہ اہل سنت کے نزدیک بھی جائز ہے چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہے "اذا ولدت الامة من مولاها صارت ام ولد" یعنی جس وقت جنے لونڈی آقا اپنے سے تو ہو جاتی ہے ام ولد اور بعد اس کے تھوڑے سے خاصہ سے لکھا ہے کہ "وله وطیها استخدامها و اجارتها و تزویجها" یعنی اور واسطے اس مولی کے ہے وطی اس ام ولد کی اور خدمت لینی اس سے اور جارہ اس کا اور نکاح میں دینا اس کا۔

اقول میری بحث سے نہ تزویج کو علاقہ ہے اور نہ نکاح کو مناسبت مقصود تحلیل ہے جس کے بیان کا آپ نے وعدہ فرمایا ہے ہم بھی اس کو اسی مقام پر دیکھیں گے اور بقول شخصی قضیہ زمین برسر زمین وہیں فیصلہ کریں گے۔

قال السید اور دوانی نے اصول سے نقل کیا ہے کہ مجتمع نے سوال کیا حضرت کاظم علیہ السلام سے کہ نماز پڑھتا ہوں اور حالت نماز میں لونڈی سامنے سے نکل جاتی ہے اور بسا اوقات اس کو میں اپنی آغوش میں کھینچ لیتا ہوں اور اپنے بدن سے لپٹا لیتا ہوں امام صاحب نے

فرمایا "لا باس بہ" یعنی بے کھٹکے کیے جاؤ کچھ خوف و ڈر نہیں۔

قال المجتہد پہلے آدمی کلام کو سمجھ لے اور دریافت کر لے کہ مراد اس سے خصم کی کیا ہے تب گفتگو کرے اور بدوں سمجھے کلام کے اپنی طرف سے بیجا گفتگو کرے اور افترا پردازی میں اپنے اوقات کو بسر کرے یہ امر جواب مناظرہ سے بہت بعید ہے۔

اقول سچ ہے اکابر اہل تشیع ہمیشہ افترا پردازی میں اوقات اپنی ضایع کرتے رہے حتی کہ حضرات ائمہ علیہم السلام کو بھی مفتری بتاتے رہے اور جناب والا تو مرفوع القلم اور ساقط الاعتبار ہیں اپنے رسالہ میں نہ اپنے خصم کے کلام کو سمجھتے ہیں نہ اپنی ہی عبارات منقولہ پر لحاظ کرتے ہیں نہ اپنی عبارت اردو میں غور کرتے ہیں جو جی آتا ہے بیباکانہ اڑاتے ہیں اور بے تکلف کہتے ہیں۔

قولہ آپ کو خبر بھی ہے کہ روایات میں لفظ جاریہ کا واقع ہوا ہے۔

اقول جناب سامی خبر ہے۔

قولہ اور مراد اس سے لونڈی نہیں ہے بلکہ لڑکی صغیرہ مراد ہے۔

اقول حضور والا لڑکی صغیرہ مراد ہونے پر کوئی قرینہ نہیں ہے۔

قولہ کہ جاریہ کلام عرب میں لڑکی صغیرہ و لونڈی کو بھی کہتے ہیں جیسے کہ طفل صغیر کو غلام کہتے ہیں۔

اقول اکثر استعمال جاریہ کا لونڈی میں ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے بھی اس رسالہ کے سترہویں صفحہ میں عبارت علل الشرائع کے ترجمہ میں جاریہ کے معنی کنیز کے لئے ہیں پھر اس

مقام پر آپ کیوں بھاگتے ہیں میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو۔

قولہ اور وہ روایت یہ ہے "عن مستمع قال سالت ابا الحسن علیه السلام فقلت اكون اصلی فمر بی الجارية فربما ضممتها الی قال لاباس" یعنی مستمع سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ سوال کیا میں نے ابوالحسن سے یعنی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پس کہا میں نے کہ نماز پڑھتا ہوں میں تو پس گذرتی ہے میرے پاس ہو کر لڑکی پس بسا اوقات لپٹا لیتا ہوں اس کو طرف اپنے کہ گودی میں لے لیتا ہوں فرمایا کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

اقول جناب سامی گودی کی بھی ایک ہی ہوئی معلوم نہیں یہ کون سے لفظ اور کون سے کلمہ کا ترجمہ اور مطلب فرمایا گیا آپ تو اس مقام پر ایسے پیچ پیچ کھانے لگے کہ مرادوں سے مرادیں لینے لگے آپ کیوں اس حدیث کی توجیہ رکیک اور تاویل علیل فرماتے ہیں آپ کے یہاں تو صاف وصریح موجود ہے کہ امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ مذی وغیرہ حالت نماز میں بہ کر رانوں تک پہونچ جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور نہ دھونے کی ضرورت ہوتی ہے اس واسطے کہ وہ نہیں نکلی مخرج منی سے بلکہ وہ بمنزلہ ناک کے ہے عبارت اس کی ہم علل الشرائع سے قبل میں نقل کر چکے ہیں پس اگر لونڈی کے چپٹانے سے احتمال مذی وغیرہ کے نکل آنے کا ہے تو کیا قباحت ہے جب کہ امام معصوم سے نماز کا نہ فاسد ہونا مذی کے نکلنے سے صراحۃً منقول ہے پس آپ کو اس حدیث میں ایسی جان کاہی محض فضول ہے۔

قولہ اور اسی طرح اہل سنت کی کتب صحاح میں لکھا ہے جناب رسول خدا نماز پڑھتے تھے اور ماریہ دختر زینب بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو گودی میں لئے ہوئے تھے جب سجدہ

میں جاتے تو اس لڑکی کو اتار دیتے تھے اور جب کھڑے ہوتے تو پھر اس کو لے لیتے تھے اور ایسے ہی جامع الاصول میں لکھا ہے "ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یصلی و هو حامل امامته بنت زینب بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم فاذا سجد وضعها و اذا قام حملها" اس صورت میں جو جواب تمہارا ہے وہی جواب ہمارا ہے۔

اقول معاذ اللہ کہاں وہ صورت شہوت پرستی کی کہاں یہ صورت فعل نبوی کی اس روایت میں لفظ جاریہ واقع ہے اس حدیث شریف میں لفظ بنت موجود ہے گو یہ فعل بھی مخصوصات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور آپ کے غیر کے واسطے جائز نہیں ہے تاہم اس حدیث شریف کو روایت مستمع سے کسی قسم کی مناسبت نہیں اولاً دونوں میں تساوی ثابت کیجئے بعد اس کے ایسا کلمہ منہ سے نکالئے "ثبت الحذار ثم نقش و دونه خرط انقیاد"۔

قولہ اور کس قدر جھوٹ بنایا ہے اس روایت میں اول تو ترجمہ جاریہ کا لونڈی کیا جو کہ خلاف مقصود ہے۔

اقول یہ مقصود آپ کا پھیر اور بھرتپور میں ہے ہم نے تو جاریہ کا ترجمہ موافق استعمال عرب کے کر دیا ہے اور آپ بھی اسی رسالہ میں سترہویں صفحے میں کر چکے ہیں مگر اپنی بہادری سے نہیں شرماتے ہیں۔

چہ دلاورست دزدی کہ بکف چراغ دارد

اقول اور بعد اس کے اپنی طرف سے لکھا کہ بے کھٹکے کئے جاؤ۔

اقول جناب والا آپ تو ناحق جلے مرتے ہیں اور مفت جلے ہوئے پھپھولے پھوڑتے

ہیں بھلا کسی ذی علم سے تو پوچھئے کہ لا باس کے معنی عدم خوف کے ہیں یا نہیں اور جس امر میں خوف نہیں رہتا وہ بے کھٹکے ہو جاتا ہے یا نہیں خوف مستلزم کھٹکے کو ہی اور عدم خوف بے کھٹکے کو پھر سید نے کیا برا کیا جو یہ لکھدیا کہ بے کھٹکے کئے جاؤ مگر حضور کو اپنی خبر نہیں کہ ضمجا کے تحت میں فرماتے ہیں کہ گودی میں لے لیتا ہوں سبحان اللہ آپ کی لیاقت بھی قابل نثار ہو جانے کے ہے۔

قال السید اور عاریت دینا فرج اماء اور حلال کرنا فرج حرم کا مہمان اور احباب کے لئے اعظم طاعات اور عمدہ عبادات ہے جیسا کہ ابن بابویہ قمی نے رفاع میں ایک رقعہ صاحب الزمان سے اس باب میں نقل کیا ہے۔

قال المجتہد عاریت دینا فرج کا تو مذہب امامیہ میں ہرگز جائز نہیں چنانچہ پہلے اس سے ہم لکھ چکے ہیں کہ اس کے عدم جواز پر اجماع علماء امامیہ کا ہے۔

اقول ہم بھی قبل میں استبصار اور تہذیب سے احادیث ائمہ کو جواز عاریت فرج میں نقل کر چکے ہیں پس آپ کا اجماع بمقابلہ ائمہ علیہم السلام کیا کام آسکتا ہے۔

قولہ اور تحلیل کنیز اگر چہ جائز ہے لیکن اعظم طاعات نہیں ہے۔

اقول اعظم طاعات ہونا اس کا ابن بابویہ نے امام صاحب الزمان سے نقل کیا ہے اور اس کی نسبت آپ نے بھی سکوت کیا ہے نقل ابن بابویہ پر آپ بھی کلام نہ کر سکے گو زبانی دعویٰ فرمانے لگے۔

قولہ اور باقی رہا اس کا جائز ہونا سو وہ مثل نکاح کے ہے۔

اقول آپ کو اپنے مذہب کی بھی خبر نہیں اور اپنی مسلک کی کتابوں سے بھی واقفیت نہیں جامع عباسی کو تو دیکھیے اور مطلب دوم بیان نکاح کو تو ملاحظہ کیجئے کہ وہ تحلیل کو مقابل اور مغایر نکاح کے ٹھہراتا ہے نہ مثل عبارت اس کی یہ ہے کہ ''موجب اباحت وطی کنیز ہر سہ قسم است قسم اول عقد دان مخصوص کنیز غیر است وقسم دوم مالک شدن کنیز چہ تملیک دخول کردن او جائز است و قسم سوم اباحت وتحلیل وآن چنانست کہ شخصی بہ دیگر دخول کردن کنیز خود را حلال کند و این قسم خواص از فرقہ ناجیہ اثناعشریہ است'' آپ اپنے خاصہ شریفہ کو کیوں عام کئے دیتے ہیں افسوس یہ ہے کہ جناب والا خود بھی اسی رسالہ میں لکھ کر بھول جاتے ہیں ام الولد کے تحت میں تحلیل کو مقابل تزویج کے ٹھہرا چکے ہیں کہ مباح کردینے سے کیا مراد ہے اس کی تحلیل مراد ہے یا تزویج اس کی غیر کے ساتھ مراد ہے اب یہاں اپنی بے فہمی سے مثل تزویج کے فرماتے ہیں۔

قولہ...... کا صیغہ پڑھا جاتا ہے اور طرفین سے ایجاب وقبول ہوتا ہے اور بدوں صیغہ عقد تحلیل اور ایجاب وقبول کے تحلیل صحیح نہیں ہے۔

اقول جناب سامی کیسا صیغہ اور کیسا نکاح شیخ الطائفہ کی تہذیب کو دیکھیے اور اس میں باب ضروب النکاح میں ملاحظہ کیجئے کہ امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص حلال کردے اپنے بھائی کے واسطے لونڈی اپنے سے بوس وکنار اور مساس اور خدمت تو نہیں حلال ہے واسطے اس شخص کے ماسوائے ان امور کے اور اگر حلال کردے فرج کو تو سب باتیں حلال ہیں عبارت اس کی یہ ہے "وان حل الرجل جارية لاخيه مثل النظر و الخدمة او القبلة او الملامسة فلا يحل له غير ما احل و ان احل له الفرج حل له ما

سواہ ایضاً" اور اسی تہذیب میں لکھا ہے کہ سوال کیا امام ابو عبداللہ علیہ السلام سے کہ جائز ہے حلال کرنا فرج جاریہ کا واسطے بھائی اپنے کے فرمایا امام نے لا باس بہ یعنی بے کھٹکے حلال کرو عبارت اس کی یہ ہے "عن ابی عبد اللہ فی الرجل و یحل فرج جاریۃ لاخیہ قال لا باس بذلک" برائے خدا کہیں اس حدیث جاریہ سے لڑکی صغیرہ نہ مراد لیجئے گا ہم اس صیغہ کے بہت مشتاق ہیں کہ جو بوس و کنار اور مساس کے واسطے مقرر کیا گیا ہو ایک مرتبہ مہربانی فرما کر اس صیغہ کو بھی ارشاد فرما دیجئے گا۔

قولہ بخلاف اہلسنت کے کہ ان کے اکابر کے نزدیک تحلیل اماء بدون ایجاب و قبول کے جائز ہے چنانچہ عطا ابی ابن رباح کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے مشائخ اور اساتذہ میں سے تھے وہ اپنی لونڈیوں کو اپنے مہمانوں کے پاس مباشرت کے واسطے بھیجتا تھا چنانچہ ابن خلکان نے وفیات العیان میں لکھا ہے کہ "نقل اصحابنا عن مذھبہ انہ کان یری وطی الجواری باذن اربابھم و حکی ابو الفرج العجلی ان عطا کان یبعث بجواریہ الی اضیافہ" یعنی نقل کیا اصحاب ہمارے نے مذہب اس کے سے کہ وہ مباح جانتا تھا وطی کنیزں کی ان کے مالکوں کے اذن سے اور حکایات کی ہے ابو الفرج عجلی نے کہ تحقیق عطا بھیجتا تھا لونڈیوں اپنی کو طرف مہمانوں اپنے کے۔

اقول حضرات کا عجیب قاعدہ ہے کہ جب اہل سنت ان کی کتب اربعہ سے ان پر الزام دیتے ہیں اور قائل کرتے ہیں تب یہ کتب تواریخ اور غیر مستندہ اہل سنت نقل کرتے ہیں اور جب احادیث ائمہ معصومین کو نقل کرتے ہیں تو اس کے معارضہ میں اقوال متروکہ و مہجورہ غیر معصوم کو

بلکہ غیر مجتہدین کو پیش کرتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ جس کتاب سے عبارت نقل کرتے ہیں اسی عبارت سے اپنے مخالف اور مغائر کو صاف اڑا دیتے ہیں خیال تو کیجئے کہاں امام معصوم اور ان کی حدیث اور کہاں ان کے مقابلہ میں عطا بن ابی رباح اور ان کا قول متروک ومہجور وفیات الاعیان سے جو عبارت نقل کی اس کے آگے سے اپنے مخالف سمجھ کر صاف اڑا دی دیکھئے وہی ابن خلکان اسی وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں کہ میں اعتقاد کرتا ہوں کہ یہ امر اس سے یعنی عطا سے نہایت بعید ہے کیونکہ مروت وغیرت انکار کرتی ہے اس امر سے پس ایسے شخص جلیل الشان کی نسبت کیوں کر گمان کیا جائے اس کے جواز کا اور نہیں ذکر کیا میں نے اس کو مگر بسبب غرابت کے عبارت اس کی یہ ہے "والذی اعتقدان ھذا الامر بعید عنہ فلان المروۃ و الغیرۃ یابی عنہ فکیف یظن بمثل ذلك السید الامام و لم اذکرہ الالغرابتہ" اور تعجب نہیں ہے کہ اس نقل میں خطا واقع ہوئی ہو کیوں کہ ابو جعفر طوسی نے بعد نقل کرنے حدیث تحلیل کی اپنی تہذیب میں لکھا ہے کہ یہ تحلیل ہمارے فرقہ کے خواص سے ہے ہمارے غیر میں نہیں پائی جاتی اور اس وجہ سے مخالفین ہمارے اوپر تشنیع کرتے ہیں عبارت اس کی یہ ہے "ان ھذا مما لایراہ غیرنا و یشنع مخالفونا علینا" اور اسی کو جامع عباسی والے پر بیان کیا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر نقل کیا ہے۔

قولہ اور عبد الحق دہلوی نے رجال مشکوۃ میں ترجمہ عطا ابن رباح میں لکھا ہے ابو حنیفہ اپنے سب ملاقیوں میں سے عطا کو افضل جانتا تھا اس صورت میں محمد اور ابو یوسف سے بھی افضل ہوا جن پر مدار اہل سنت کے مذہب کا ہے اور ابو حنیفہ کے قول کی عبد الحق نے اس طرح سے نقل

کی ہے کہ ابوحنیفہ کہتا تھا "ما رأیت من لقیت افضل من عطا بن ابی رباح"۔

اقول آپ جس قدر چاہیں عطا کی تعریف نقل کریں لیکن ان کا مرتبہ امام معصوم کے برابر نہیں ہو سکتا اور نہ ان کے قول متروک ومہجور سے اہل سنت پر الزام عائد ہو سکتا ہے۔

قولہ پس جس وقت کہ عطا سا فقیہ استاذ ابوحنیفہ تحلیل اماء کو جائز جانے بدوں ایجاب و قبول کے تو شیعوں پر طعن کرنا کہ جو بدوں ایجاب وقبول کے جائز نہیں جانتے ہیں سوائے تعصب اور عداوت کے اور کیا ہے۔

اقول اولاً عطا کی طرف اس قول کے منسوب ہونے میں ہم کو کلام ہے جیسا کہ ہم نے وفیات الاعیان سے لکھ دیا ہے اور تہذیب اور جامع عباسی سے نقل کر دیا ہے اور ثانیاً یہ کہ یہ قول بر تقدیر تسلیم مردود و متروک ہے جیسا کہ منح وفیہ میں لکھا ہے وہ خبر کہ روایت کی گئی ہے عطا بن ابی رباح سے اباحت فروج میں نہیں اعتماد کیا گیا ہے اوپر اس کے عبارت اس کی یہ ہے "وما روی ان عطا ابن ابی رباح اباحۃ الفروج لایعتمد علیہ ثالثاً" یہ کہ عطا ابن ابی رباح مرتبہ امام معصوم پر نہیں پہونچ سکتا کہاں عطا اور کہاں امام معصوم۔

قولہ اور تماشہ یہ ہے کہ متعہ اور عاریت کے الفاظ سے واقع کرنے صیغہ نکاح کو صحیح جانتے ہیں اور تحلیل پر طعن کرتے ہیں۔

اقول ہم اس پر اس وجہ سے طعن کرتے ہیں کہ آپ کے اکابر اور خود آپ تحلیل کو نکاح کے مقابل اور قسم ٹھہراتے ہیں گو اس مقام پر آپ بمجبوری اس کے دخول فی النکاح کی کاوش فرماتے ہیں۔

قال السید اور آپ نے اثناء راہ میں جناب مولوی صاحب دامت برکاتہم سے باب متعہ میں مناظرۂ جو دریافت کیا یہ آپ کی لیاقت تھی کیوں کہ مناظرہ میں تساوی طرفین شرط ہے اور آپ کی قوت علمیہ ظاہر مولوی صاحب دامت برکاتہم کے آپ مخاطب صحیح نہیں ہو سکتے لہذا احقر الناس نے یہ چند فقرے آپ کی تسکین خاطر کے لئے لکھدئے اور اللہ تعالی آپ کو ہدایت صراط مستقیم کرے آمین ثم آمین الراقم سید یعقوب علی پھپھوندوی یوم پنجشنبہ ۷ رجمای الثانی ۱۲۹۶ ہجری۔

قال المجتہد شیخ فدا حسین صاحب کو جناب مولوی صاحب سے مناظرہ منظور نہ تھا تا کہ لحاظ تساوی طرفین کا ہوتا۔

اقول اگر فدا حسین کو مناظرہ منظور نہ تھا تو اس گفتگو سے کیا مقصود تھا ان کے متعدد رقعہ اسی باب میں ہمارے پاس آئے اور متعدد مقام پر بالمواجہ ہم سے مناظرہ دریافت کیا ہم نے اس شخص کو بے علم سمجھ کر سکوت کیا چونکہ اب آپ مدمقابل بنے ہیں اور کسی قدر صاحب تصانیف بھی مشہور ہیں اور اہل تشیع پھپھوند اپنا مقتداء بھی جانتے ہیں اس وجہ سے آپ کا جواب فقیر نے بہ نظر سرسری قلم برداشتہ لکھدیا۔

قولہ بلکہ مولوی صاحب نے خود وعدہ اثبات جواز متعہ کا کیا تھا اور شیخ فدا حسین صاحب سے اقرار نامہ لکھوالیا تھا۔

اقول بالکل غلط ہے ہم اس کے جھوٹ ہونے کو قبل میں بہ تفصیل لکھ چکے ہیں۔

قولہ اور پھر ان سے ثابت نہ ہو سکا۔

اقول آپ کی کتب اربعہ سے حرام ہونا متعہ کا ثابت کردیا گیا اور کیا ثبوت چاہتے ہو۔

قولہ اور چند امور طعن اللسان میں سے دیکھ کر نقل کردی۔

اقول یہ بھی آپ کا دعوی غلط ہے طعن اللسان میں یہ امور من اولہ و آخرہ میں نہیں ہے شاید آپ نے طعن اللسان کو دیکھا بھی نہیں ہے لیکن آپ کا یہ رسالہ مجمع البحرین اور بارقہ صیغہ سے ماخوذ ہے بہر حال ہم کو ان لغویات سے بحث نہیں کلام کلام میں ہے۔

قولہ اور ایک شخص ناواقف کا نام لکھا۔

اقول وہ شخص ناواقف نہیں ہے بلکہ آپ سے بالموجبہ مباحثہ کا شائق ہے البتہ آپ کے تحریر میں اولاً نواب علی عرف شمشیرہ کا نام ڈالا گیا تھا کہ جو الف بے سے بھی واقف نہیں ہے اب اس تحریر مطبوعہ میں میاں اظہر علی کا نام لکھا گیا کہ جن کو علم سے مس بھی نہیں ہے حضرت کے والد ماجد اور اتی معظم کی یہ کیفیت تھی کہ کہیں سنی بنے اور کہیں شیعہ اور کہیں مسلمان بنے اور کہیں ہندو۔

گہ بت شکند گاہ بہ مسجد زند آتش

از مذہب او گبر و مسلمان گلہ دارد

الغرض ہم کو ایسی باتوں سے کچھ تعلق نہیں ورنہ میاں اظہر علی اور ان کے اعزہ کی اور بھی کچھ کیفیت لکھتے۔

قولہ مولوی صاحب کی لیاقت تو یہیں سے معلوم ہوگئی۔

اقول بے حیا باش ہر چہ خواہی کو۔

قولہ اور جو کچھ انہوں نے لکھا تھا وہ سب رد ہوگیا۔

اقول ایک بھی امر کا آپ سے جواب نہ ہوسکا۔

قولہ اور اگر مولوی صاحب کو لیاقت ہے تو جواب اس کا شیعوں کی کتابوں سے لکھیں۔

اقول ہم اس کا کیا جواب دیں آپ کو اس رسالہ سے ظاہر ہو جائے گا۔

قولہ جیسے کہ ہم نے اہل سنت کی کتابوں سے لکھا ہے۔

اقول یہ صرف تو آپ کا ادعا ہے۔

قولہ تکملہ ذکر تو متعہ کا تھا لیکن مولوی صاحب کو اس مقدمہ میں کچھ بن نہ آیا تو چند امور سوائے اس کے ازراہ طعن کے لکھ دیے او یہ نہ سمجھے کہ کسی نے اس کا جواب بھی لکھا ہوگا یا نہیں اس لیے ہم کو بھی مناسب ہے کہ چند مسائل عجائب وغرائب اہل سنت کے مذہب کی تحریر کر کے ناظرین کو خوش کریں۔

اقول تنبیہ جو امور کہ سید نے اپنی تحریر میں نقل کیے ہیں وہ متعلقات متعہ سے ہیں جواب ان کا آپ کی اگلوں نے وہی دیا ہے جس کو آپ نے اپنے رسالہ میں نقل کیا ہے چند باتیں آپ نے جو اپنی بے فہمی اور افترا پردازی سے اس تکملہ میں نقل کی ہیں اور اہل سنت پر طعنیں قرار دے ہیں یا وہی باتیں مردودہ ہیں جن کو آپ کے اکابر نقل کرتے چلے گئے ہیں اور جواب پاتے چلے گئے ہیں اب سنئے اور جواب ان کا لیجئے۔

قولہ اول ابوحنیفہ کے نزدیک اگر کوئی مرد مشرق میں ہوئے اور کسی عورت مغرب کی رہنے والی سے نکاح کرے اور کبھی اس عورت کی صورت نہ دیکھے اور وہ عورت اپنے گھر میں بیٹھی ہوئی جو کہ مغرب میں ہے بچہ جنتی رہے تو وہ سب بچہ اس مرد مشرقی کے ہونگے جس نے کبھی اس عورت کی شکل بھی نہیں دیکھی اور جس نے بچہ جنائے تھے وہ محروم رہے گا چنانچہ تفسیر کبیر میں امام رازی نے لکھا ہے " ان المشرقی اذ تزوج بالمغربۃ و حصل هناك ولدنا

بوحنیفة اثبت النسب مع القطع بانه غیر مخلوق من مائة"

اوّل ہمارے جناب مخاطب اس مقام پر ہوش وحواس کو گم کر گئے حتی کہ اپنے قاعدہ عاریہ کو بھی بھول گئے جناب سامی اول اس عبارت کا پتہ ونشان تفسیر کبیر میں فرمائیں دوسرے یہ کہ ابوحنیفہ سے امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کو متعین کریں کیوں کہ ابوحنیفہ بیس فقیہوں کا نام تھا اور اکثر ان میں کے قابل ملام اور لائق اعتراض تھے جیسا کہ صاحب قاموس نے لکھا ہے۔" ابوحنیفة کنیة من الفقهاء العشرین هم امام الفقها نعمان" یعنی ابوحنیفہ کنیت ہی بیس فقیہوں کے مشہور زیادہ ان کے امام الفقہا نعمان میں ارشاد ہو کہ آپ کے نزدیک کیا دلیل ہے کہ یہ ابوحنیفہ اہل سنت ہے نہ کہ غیر اشتراک اسماء سے اب تک اہل تشیع دھوکہ دیئے چلے جاتے ہیں اور ایک کو دوسرے کے ساتھ خلط کر دیتے ہیں اگر دعوی ہے تو اس مسئلہ کو کتب حنفیہ سے ثابت کیجئے اور پھر اس کا جواب لیجئے افسوس ہے کہ آپ اس مقام پر اپنے قاعدہ کو بھی فراموش کر گئے آپ تو متعہ دوریہ کی بحث میں اور کہہ چکے ہیں کہ مسئلہ فقیہ کا اعتبار جب ہوجاتا ہے کہ جب کتب فقیہ میں موجود ہو پس تفسیر کبیر کتب فقیہ سے نہیں ہے یہ آپ کا طعن آپ ہی کے قول کے مطابق اور قاعدہ کے موافق لغو بیہودہ ہے تعجب تو یہ ہے کہ آپ کوئی بات سنی سنائی وہ بھی مہمل اور بے محل نقل کر کے اہل سنت پر طعن کر دیتے ہیں اور اپنے یہاں جو اس سے زیادہ موجود ہے اس کو صاف بھلا دیتے ہیں دیکھئے کہ آپ کے علامہ حلی نے ارشاد الاذہان کتاب النکاح مطلب ثالث میں لکھا ہے کہ اگر کسی عورت کے ساتھ زانی زنا کیا کرے اور اس سے جو لڑکے پیدا ہوں وہ اس کی زوج کے ہونگے عبارت اس کی یہ ہے" ولو وطیها زان فالولد للزوج" اس سے زیادہ عجیب وغریب تماشہ اور دیکھئے کہ آپ کے علامہ حلی ارشاد

الاذہان میں لکھتے ہیں کہ جولڑکا دس برس کی عمر کا ہو اور نکاح اس کا ہو گیا ہو اگر چہ خصی ہو یا ذکر اس کا کٹا ہو ا ہو اور پھر پیدا ہو اس کی زوجہ کے لڑکا بوجہ دخول کے قبل میں یا دبر میں تو وہ لڑکا اسی خصی کا ہو گا عبارت اس کی یہ ہے "من بلغ عشر افمازاد و ان کان خصیا او مجبوبا ثم ولدیه بالدخول قبلا اودبرا الی ان قال لحق به" اجی جناب سامی آپ ہیں کہاں اپنے علامہ حلی کی عقل کو تو دیکھیے وہ تو وطی فی الدبر سے نسب ثابت کرتے ہیں اور دبر میں مباشرت کرنے سے لڑکے جنواتے ہیں ارشاد الاذہان میں لکھا ہے "الوطی فی الدبر کالوطی فی القبل فی جمیع الاحکام حتی فی تعلق النسب" آپ کے شیخ حلی نے تو آپ کے مذہب کا پورا پردہ اٹھا دیا اور سارا پردہ فاش کر دیا۔

شعر

عشق از روی حیا پردہ تقوی برداشت

طفل پنہان چہ ترنم طشت من از بام افتاد

خلاصہ کلام یہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ وطی فی الدبر سارے حکموں میں مثل وطی فی القبل کے ہے یہاں تک کہ احکام نسب میں بھی۔

ماشاءاللہ فہم ہو تو اتنی ہو کہ مقعد کو موضع ولادت سمجھیں اور احکام نسب کو اس سے متعلق کریں۔

قولہ دوم اور اگر کوئی اپنی ماں یا بہن یا دختر یا خالا یا پھوپی سے نکاح کر کے مجامعت کرے تو ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو حد نہ ماریں گے اگر چہ وہ کہے کہ میں جانتا تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے "لو تزوج بذات محرم نحو البنت والاخت والام و العمة و الخالة و جامعها لاحد علیه فی قول ابی حنیفه و ان قالت

علمت انها علی حرام" اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ "من تزوج امرة لایحل نکاحها بان کانت من ذوی محارمة به نسبه کامه او بنته فوطیها لایجب علیه الحد عند ابی حنیفة و سفیان الثوری و زفر ان قال علمت انها علی حرام"

اقول اولاً یہ کہ یہ صورت بطریق فرض ہے اور فرض کو وقوع لازم نہیں ثانیاً یہ کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وطی کنیز برادر وعم سے حد لازم آتی ہے چہ جائے کہ وطی محارم لیکن امام یہ کہتے ہیں کہ صورت تزوج محارم میں حد کہ جو مخصوص ساتھ زنا کے ہے نہ ماری جائے گی کیوں کہ لفظ تزوج سے حد زنا باطل ہو جائے گی لیکن تعزیر شدید اس پر واجب ہوگی آپ اس مسئلہ میں مفت حنیفہ پر طعن کرتے ہیں آپ کے یہاں تو یہ مسئلہ خود موجود ہے گو سقوط حد کی علت میں اختلاف ہے چنانچہ حلی نے ارشاد الاذہان کتاب الحدود کے اوائل میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح کرے ان بہن یا بیٹی یا خالہ یا پھوپی یا بھانجی یا بھتیجی یا پوتی یا نواسی وغیرہا "من المحرمات الموبدة" سے اور اس وہم میں ڈوبا ہو کہ ان عورتوں سی نکاح صحیح ہے تو اس پر حد نہیں ماری جائے گی عبارت اس کی یہ ہے "فلو توهم العقد علی المحرمات الموبدة صحیحا سقط الحد" پس آپ کا طعن کرنا حنیفہ پر اس مسئلہ میں جو آپ کے یہاں موجود ہے گو کہ سقوط حد کی علت میں اختلاف ہے محض لغو و بیہودہ ہے۔

قول سوم اور فخر الاسلام نے بزدوی میں لکھا ہے کہ "الصوفیة اکثرهم اهل السنة والجماعة ومنهم من یکون صاحب الکرامت" یعنی صوفی اکثر اہل سنت والجماعت ہوتے ہیں اور ان بعض میں سے صاحب کرامت ہوتے ہیں جن کو اولیاء اللہ کہتے ہیں اور لکھا ہے کہ ایک فرقہ ان میں حبیبیہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جس وقت کہ خدا دوست کہتا ہے بندہ کو تو اس

سے خطاب اٹھ جاتا ہے اور سب عبادت اس سے ساقط ہو جاتی ہے نہ نماز پڑھتے ہیں نہ روزہ رکھتے ہیں نہ ستر کو چھپاتے ہیں اور زنا اور اغلام سے سیر نہیں ہوتے اور ایک فرقہ ان اولیاء میں اباحت ہے اور وہ آدمیوں کے بالوں کو اور ان کی عورتوں کی فروج کو مباح اور حلال جانتے ہیں کہ اس میں ماں و دختر اور خواہر کی بھی فروج آ گئی یہ اولیاء اللہ اہل سنت کے ہیں کہ جن سے اپنا فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اولیاء اہل سنت ہی میں ہوئے ہیں۔

اقول جس قدر عبارت آپ نے بزودی کی نقل کی اس سے تو نہ آپ کو منفعت حاصل ہوئی اور نہ ہم کو مضرت واقع ہوئی البتہ جس قدر کے آپ نے بڑھایا ہے سو وہ ایجاد بندہ ہے فخر الاسلام کا کلام نہیں اگر دعوی ہے تو پوری عبارت نقل کرو پھر اگر ہمارے مخالف ہو تو اس کا جواب لو چونکہ آپ لوگوں کو صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم کے ساتھ گمان بد ہے اور ان کی نسبت جھوٹی برائی کرنے میں نہایت کد ہے لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے شہید ثالث کی کتاب مجالس المومنین سے تھوڑی سی عبارت نسبت صوفیہ کے نقل کر دی جائے تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ کے مقتداؤں کا عقیدہ صوفیہ کی نسبت کیا ہے مجلس نہم در ذکر بعضی از صوفیان صافی طویت کہ نزد سالکان مسالک طریقت و مؤسسان تواحد شریعت و حقیقت مقصود از ایجاد عالم و اختراع بنی آدم بعد از ایجاد جواہر زواہر انبیا و ائمہ ہدی علیہم الصلوات اللہ الملک علی وجود قابض الجود این طائفہ کرام و اصفیاء عظام کثرہم اللہ بین الانام زشت است بیار سیما من توفیق از ادنی مراتب خاک یا علی مدارج افلاک ترقی نمودہ اند و از حضیض خمول بشریت باوج قبول ملکیت تلقی فرمودہ اند کہ از پرتو سراج وہاج و عکس مشعل یہدی اللہ لنورہ من یشاء باساکنان ملاء اعلی و متروبان عالم بالا در سلک انتظام منخرط گشتہ و بہ مرتبہ رسیدہ کہ عواقب امور قبل از ظہور مشاہدہ نمودہ اند و خواتم اشیاء

پیش از بروز وجود مطالعہ فرمودہ دعایم دین و دولت با میان من ہمت ایشان قایم وقوایم ملک و ملت روابط وجود ایشان منتظم پاکبازان بساط ومرد وصدر نشیان صفہ درمند جرید تشنہ جگر ودست افشایان بہ پا وسر گم گشتگان جادہ سلامت منزویان کنج ملامت زر پیلان ژند پوش وزندہ دلان صاحب ہوش خرقہ پوشان خانقاہ قدس بادہ نوشان بزم گاہ انس شاہان بی کلاہ وامیران بی سپاہ ابیات:

قومی ملوک طبع کہ از روی سلطنت — گوئی کز احترام سلاطین کشور اند

شاہان دلق پوش کہ گاہی حماہتی — زیر کلیم شان جم و خاقان قیصر اند

امروز از نعیم جہان چشم دوختند — فردا خود ... فردوس بنگرند

منگر بچشم خوار درین پا برہنہ گان — نزد خرد عزیز تر از دیدۂ سر اند

عدم بہشت را بدو گندم اگر فروخت — حقا کہ این گروہ بہ یک جو نمی خرند

قولہ چہارم امام شافعی کے نزدیک اپنی دختر سے جو کہ زنا سے اپنے نطفے سے پیدا ہوئی ہیں نکاح کرنا جائز ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے "قال ابو حنيفة المخلوقة من ماء الزانی بحرم علی الزانی و قال الشافعی لها لیست بنتا فوجب ان لایحرم"۔

اقول یہ نقل اور نقل ثابت یعنی اذا تـزوج دونوں چوری کئے ہوئے ہیں رسالہ متعہ مجتہد لکھنوی سے جواب ان کا شوکت عمریہ میں بہ تشریح موجود ہے لیکن اس مقام پر صرف اس قدر جان لینا چاہئے کہ کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ "ایک شخص نے عورت سے زنا کیا پھر اس کو مع اس کی ماں اور بیٹی کے اپنے نکاح میں لایا تو جائز ہے"۔

استبصار میں ہاشم سے نقل کیا "قال كنت عند ابی عبد الله عليه السلام

جالسا فدخل علیه رجل فسئله من یاتی المرأة حراما یتوزجها قال نعم و امهما و بنتهما لا تحرم الزانیه علی ابی الزانی واهبة مطلقا علی رای ولا تحرم المزنی بها ولا بنتها" یعنی ہاشم کہتا ہے کہ میں بیٹھا تھا امام ابوعبداللہ کے پاس پس آیا ایک شخص اور سوال کیا اس نے امام سے کہ جو شخص کسی عورت سے حرام کرے آیا نکاح کر سکتا اس سے فرمایا ہاں اس سے اور ماں اس کی سے اور بیٹی اس کی سے حلی نے ارشاد الاذہان میں لکھا ہے۔ "لا تحرم الزانیة علی ابی الزانی اینه مطلقا علی رای ولا تحرم المزنی بها ولا بنتها" افسوس ہے کہ آپ شافعی پر اعتراض کرتے ہیں اور اپنے یہاں کی کتاب شرائع کو نہیں دیکھتے ہیں۔ صاحب شرائع لکھتے ہیں۔ "النسب یثبت مع النکاح الصحیح و مع الشبهة ولا یثبت مع الزنا فلو زنا فالخلق من مائة ولد علی الجزم لم ینسب علیه شرعا و لغتا" یعنی نسب ثابت ہوتا ہے ساتھ نکاح صحیح کے اور ساتھ شبہہ کے اور نہیں ثابت ہوتا ہے ساتھ زنا کے پس اگر زنا کرے پس اولاد اس کے نطفہ کی نہیں۔ نسبت کی جائے گی طرف اس کے شرعاً و لغتاً کہلائیں گے پس اس حالت میں امام شافعی پر کون سی جگہ طعن کی ہے امام بھی یہی کہتے ہیں کہ ماء زانی کے شرع میں کچھ حرمت نہیں اور جو لڑکے زنا سے پیدا ہوئے وہ داخل آیہ نسا محرمات نہیں۔

قولہ پنجم اور اگر کوئی مرد کنچنی کو خرچی دے کر اس سے زنا کرے تو ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد جاری نہیں ہوتی۔ چنانچہ "اختلاف الائمہ رحمۃ الامہ" میں لکھا ہے "لو استاجر امرأة لیزنی بها ففعل وجب علیه الحد بالاتفاق الا ما حکی عن ابی حنیفة انه قال لاحد علیه"۔

اقول یہ روایت اسی کتاب ''رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ'' کی ہے کہ جس کے نام سے اس وقت تک آپ واقف نہیں اس کی نسبت ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ یہ کتاب دستیاب نہیں ہوئی اور اہل تشیع کی نقل پر اعتبار نہیں خصوصاً جناب مخاطب اسی رسالہ میں جھوٹی نقلیں اڑا چکے ہیں اور عبارتیں بنام نہاد کتاب بنا چکے ہیں۔

قولہ ششم اور کوئی عورت طفل یا مجنون سے وطی کرائے تو کسی پر حد جاری نہیں ہوگی چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ "واذا زنی الصبی والمجنون بامرأة طاعته فلاحد علیه و علیها۔"

اقول عبارت ہدایہ کی مع پتہ ونشان کے لکھئے آپ کے نقل پر اعتبار نہیں آپکے جھوٹ کو نسبت ہدایہ کے ہم پہلے لکھ چکے کہاں تک آپ کے جھوٹوں کو بیان کریں۔ اے جناب آپ حد پر کیا زبان چلا رہے ہیں۔ ادھر تو دیکھئے استبصار کو ملاحظہ کیجئے اس میں لکھا ہے کہ ''جس وقت مرد اپنی عورت پاخانہ کے مکان میں وطی کرے اور انزال نہ ہوئے تو نہ مرد پر غسل ہے اور نہ عورت پر اور اگر انزال ہو جائے تو مرد پر غسل ہے عورت پر غسل نہیں ہے۔ عبارت اس کی ہے۔ "فی باب الرجل یجامع فیما دون الفرج اذا اتی الرجل المرأة فی دبرها و لم ینزل فلا غسل فان انزل فعلیه الغسل و لا غسل علیها" بھلا حد کے نہ مارے جانے سے تو تعزیر نہیں باطل ہوتی اور غسل نہ کرنے سے تو طہارت ہی جاتی رہتی ہے۔

قولہ ہفتم اور اگر کوئی کنیز کو کسی سے قرض لے تو قرض لینے والے کو وطی کرنے اس کنیز سے جائز ہے۔ چنانچہ کتاب "اختلاف الائمه فی رحمة الامه" میں لکھا ہے: قال المزنی و ابن جریر الطبری یجوز قرض الاماء اللواتی یجوز للمقترض وطیهن"۔

اقول یہ روایت اسی کتاب کی ہے کہ جس کی نسبت ہم قبل میں لکھ چکے ہیں اور آپ اس کے نام سے اب تک واقف نہیں ہیں لیکن عجب نہیں ہے کہ یہ روایت اہل تشیع کی ہو اور صاحب تحفہ نے بھی اس مسئلہ کو اہل تشیع کی طرف منسوب کیا ہے اور مزنی بھی قدماء شیعہ میں گذر چکا ہے چنانچہ "تحفہ" میں لکھا ہے: "و نیز گویند کہ اگر کنیز کسی را شخصی نزد شخصی گرو گذاشت و مرتہن او را وطی کرد او و پسر او ولد مرتہن شد"۔ میں اس رسالہ کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے اللہ یہ میں نے تیرے اور تیرے رسول کی رضامندی اور خوشنودی کے واسطے لکھا ہے۔ جمیع اہل اسلام کو اس تحریر سے نفع عطا فرما اور ان کے طفیل سے میرا خاتمہ بخیر کر۔

اللہم احشرنا تحت تراب اقدام احبائك فقط۔

تمام شد۔

باسمہ تعالیٰ

اس کتاب کی PDF مفتی انعام الحسن ~~مفتی~~ حضرت
چشتی زیدہ مجدہ کی اجازت سے ناچیز نے تیار
کی

تمام قارئین کرام اپنی مخلص دعاؤں میں میری
اور میرے اقرباء اور والدین کی مغفرت کی
خاطر دعا ضرور فرمائیں۔

عفی عنہ
افقر طارق اشرفی

حضور حافظ بخاری قدس سرہ کی ایک علمی یادگار اور
مسلک اہلسنت کا ترجمان "جامعہ صمدیہ"

پھپھوند شریف، یوپی

جو

افتخار اہلسنت عارف باللہ فرد الوقت حضرت علامہ شاہ سید محمد اکبر میاں صاحب قبلہ زیب سجادہ آستانہ صمدیہ کی سرپرستی میں انتہائی شان و شوکت کے ساتھ اپنی منزل کی طرف گامزن ہے۔

یہ جامعہ آپ کا ہے۔ ہر خیر کے موقع پر اسے یاد رکھنا آپ کا اولین دینی و ملی فریضہ ہے۔

منجانب: اراکین جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف، یوپی

JAMIA SAMADIA "جامعہ صمدیہ"

MAKTABA SAMADIA

AT/P.O. PHAPHUND SHARIF DISTT. AURAIYA PIN: 206247 (U.P.)

Ph.: (05683) 240162, 240317